



# فنِ شاعری

اور

# حَسَّانُ الْهِنْدِ

حدائقِ بخشش پر ایک منفرد تحقیقی دستاویز

علامہ عبدالستار، مدنی، مصروف برکاتی نوری

نی فاؤنڈیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

، چھاگلہ اسٹریٹ، کھارادر، کراچی فون: 2436629

ادارۃ تحقیق امام رضا انیشنل کراچی



Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

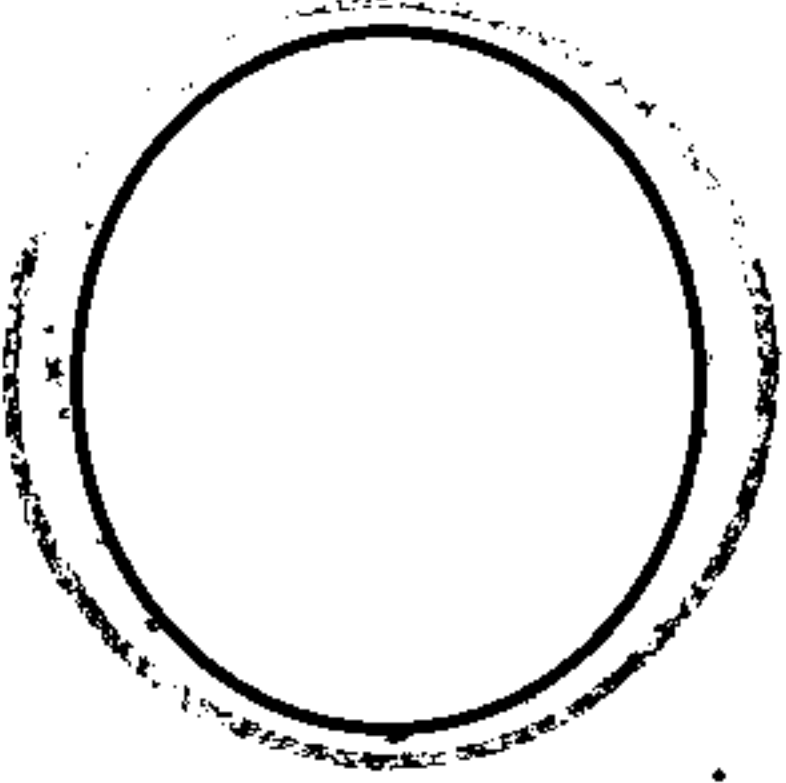


# برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ (رہنما)



پہلی منزل، ٹیٹ نمڈ ہڈنٹ، برکاتی چوک، چھاگلہ سٹریٹ، کھار اور، لہراپی

رابطہ ٹیلیفون نمبر: 2436529



محترم و مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عمق پروری اور ہمہ جہت شخصیت اب علماء اسلام اور اہل علم طبقہ میں محتاج تعارف نہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ علوم و فنون کا بحر بے کراں تھے، جدید و قدیم علوم میں سے کوئی دینی و دنیاوی علم و فن ایسا نہ تھا جس میں آپ کو دسترس حاصل نہ رہی ہو اور اس پر کوئی نہ کوئی تصنیف یا دگار نہ چھوڑی ہو، اردو، ہندی، فارسی اور عربی شعر و ادب سے بھی گہرا شغف تھا، لیکن انہوں نے اپنی شاعری کو عشق مجازی میں ملوث ہونے نہ دیا بلکہ اسے عشق حقیقی کے ابلاغ اور محبت رسول ﷺ کے پیغام کے فروغ کا ذریعہ بنایا۔

زیر نظر کتاب "فن شاعری اور حسان الہند" میں علامہ مولانا عبدالستار جمدانی مصروف نے اعلیٰ حضرت کے فن شاعری پر نہ صرف کمال دسترس کی جملگیاں دکھائی ہیں بلکہ دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی اپنے زمانے کے فن شاعری اور نعت گوئی میں یکتائے روزگار اور استاذ الاساتذہ شخصیت تھے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

گزشتہ ایک صدی میں فنِ شاعری کے حوالے سے یہ نادر روزگار تصنیف پہلی بار  
ہندوستان میں "مرکز اہلسنت برکاتِ رضا" پور بندر، گجرات، ہند، سے اولین  
اشاعت کے اعزاز کے ساتھ شائع ہوئی۔

81

"برکاتی فاؤنڈیشن" کو الحمد للہ اس بات پر فخر ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے امام احمد رضا  
علیہ الرحمہ اور دیگر علمائے اہلسنت کی اہم کتب کی اشاعت کرتا چلا آ رہا ہے اور علماء،  
طلباء اور اسکالرز کو خالصتہً للہ علم حقیقی کے فروغ کی خاطر پہنچاتا رہا ہے۔

آپ کو زیر نظر کتاب کی پیشکش بھی ہمارے اسی مشن کی ایک کڑی ہے۔ "فنِ شاعری  
اور حسان الہند" ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے تعاون سے شائع کروا کے ہم آپ کے  
ملاحظہ اور مطالعہ کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، امید ہے کہ آپ  
ہمیں اسکے مطالعہ کے بعد نفسِ موضوع پر اپنی قیمتی آراء اور تاثرات سے تحریری طور پر  
آگاہ فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص

محمد عارف برکاتی، جنرل سیکریٹری

برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com



# برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)



پکی منزل، نیک محمد بڈنگ، برکاتی چوک، چھاگلہ اسٹریٹ، کھارادر، کراچی

رابطہ ٹیلیفون نمبر 2436629

رکھا ہوا ہے ہم نے سر راہ یہ چراغ  
تا کہ مسافروں کو نظر آئے راستہ

اس عالمگیری میں بعض لمحات و سوانح ایسی آتی ہیں جو عالم انسانیت کے لئے عظیم روشنی کا مینار بن کر امر ہو جاتی ہیں۔ ایسی ہی چند سوانح میں انگریزی کی کامل کی خصوصی نظر عنایت شامل ہو جائے تو یقیناً جانے دنیا و آخرت کی سرخروئی کا سامان حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ تقریباً پچیس سال پہلے کی بات ہے کہ جب محترم حاجی عمر برکاتی صاحب کے دولت کدہ پر امام اہلسنت الشاہ محمد احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرو خانہ مارہرو مظہرہ کے دو مہتے پھول حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن قدس سرہ اور حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم اسمائے گرامی سے منسوب خالصتاً مذہبی بنیاد پر قائم "بزم قاسمی برکاتی" کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔

آپ جانتے ہیں کسی بھی ادارے کے تسلسل اور استقامت کے ساتھ کام کرنے کے سفر میں جس ہمت اور حوصلے کے ساتھ پختگی ایمان کی ضرورت ہوتی ہے وہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں۔ یہ صرف مرشد کامل کا فیض ہی ہے کہ ہم آج تک اس بزم کے پرچم کو تھامے ہوئے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے موجودہ **سجادہ نشین حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی صاحب** کے حکم کے تحت کام و منتظم، مربوط اور وسیع انداز میں انجام دینے کے لئے برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ کے نام سے ادارہ مئی 1998ء میں قائم کیا گیا ہے۔ ہم ذیل میں برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ کی چیدہ چیدہ سرگرمیوں کا تعارف آپ سے کروانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

## برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ پاکستان کے مختلف شعبے:

(۱)	شعبہ تعلیم القرآن	(۲)	شعبہ درس نظامی	(۳)	شعبہ اقرآن اسکول
(۴)	شعبہ کمپیوٹر	(۵)	شعبہ نیچر ٹریننگ	(۶)	شعبہ امداد طلبہ
(۷)	شعبہ تخصص فی العلم	(۸)	شعبہ امداد غربا	(۹)	سالانہ راشن اسکیم
(۱۰)	شعبہ سماجی بہبود	(۱۱)	شعبہ لائبریری	(۱۲)	بچت بازار اسکیم
(۱۳)	شعبہ خدمت مزارات	(۱۴)	شعبہ تعمیر مساجد	(۱۵)	شعبہ قانونی امداد
(۱۶)	برکاتی اسکاؤٹس	(۱۷)	شعبہ بنگائی امداد		
(۱۸)	شعبہ اصلاح جیل خانہ جات	(۱۹)	شعبہ تنظیم نگرانی	(۲۰)	شعبہ تقریبات
(۲۱)	شعبہ جہیز	(۲۲)	قرضِ حسنہ	(۲۳)	خود کفالت
(۲۴)	شعبہ صحت	(۲۵)	شعبہ کتب خانہ جات	(۲۶)	شعبہ پذیرائی
(۲۷)	مختل ذکرو سلام				

شعبہ تعلیم کے حوالے سے مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہے۔

**شعبہ تعلیم القرآن مدرسہ البرکاتیہ:** اس شعبے کے تحت ملک کے ممتاز علماء کرام کی

سرپرستی میں ایک منظم اور مربوط نظام کے تحت پورے پاکستان میں تقریباً 474 مدارس تعلیم القرآن و مدارس حفظ

القرآن قائم کئے گئے ہیں جس میں تقریباً 26000 طلباء، ناظرہ قرآن اور تقریباً 4600 طلباء حفظ القرآن کی تعلیم

جدید انداز میں ترتیب دیئے گئے برکاتی قاعدہ اور برکاتی نصاب اسلام کے ذریعے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جسے

کمپیوٹرائز کنٹرولنگ سسٹم کے تحت مانیٹر کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

## تصیلات:

نمبر شمار	مراجعات	مدارس	سائنس و برنام	طلبہ حفظہ	طلبہ انٹرو	مجموعہ مدارس تعلیمی
1	مراجعات	123	333	836	11342	174
2	مجموعہ سندھ	68	112	547	2759	.
3	مجموعہ پنجاب	45	73	1316	935	407
4	مجموعہ سرحد	89	138	1431	5108	242
5	مجموعہ وزیرستان	65	99	411	3085	.
6	مجموعہ گلگت	94	115	135	3085	313
7	مجموعہ خیبر	19	.	.	.	.
مجموعہ	474	880	4676	26214	1136	

**شعبہ درس نظامی:** اس شعبہ کے تحت اسلامی نئی م تعمیر کے ممتاز سسٹم، درس نظامی کی تعلیم

دی جاتی ہے اور کئی مدارس میں 1100 طلبہ، علم دین کی پیاس بجھاتے ہیں۔ ان مدارس میں بھی علوم

دینیہ کے ساتھ جدید علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور طلبہ کو میٹرک سسٹم کے لئے بھی تیار کیا جاتا ہے۔

ساتھ ہی ان کی رہائش، معاش اور ضرورت مند طلبہ کے لئے واری اخراجات میں بھی تعاون کیا جاتا ہے۔

**شعبہ اقرأ اسکرول:** اس شعبہ کے تحت وٹسن عزیز کے نہایت ہی تجربہ کار ماہرین تعلیم

رہنمائی میں ابرکات اسلامک اکیڈمی کے نام سے چھ ادارے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ جہاں پر تقریباً

800 طلبہ انگریزی میڈیم تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ القرآن کی دولت سے بھی ما اہل ہوتے ہیں۔

**شعبہ کمپیوٹر:** اس شعبہ کے تحت اوپر ذکر کئے تمام ادارہ علوم، چند مدارس اور

البرکات اسلامک اکیڈمی میں کمپیوٹر کے مختلف مرسز

کروائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

**شعبہ ٹیچرز ٹریننگ :** اس شعبہ کے تحت خصوصاً مدارس تعلیم القرآن میں تدریس دینے والے اساتذہ کو ناظرہ قرآن اور حفظ القرآن کی تدریس کے مختلف اسباق پڑھائے جاتے ہیں تاکہ مدرسین تعلیم القرآن بھی موجود معاشرہ میں رہنے والے طلباء کو بہترین انداز میں قرآن کی تعلیم دے سکیں۔

**شعبہ امداد طلبہ :** اس شعبہ کے تحت اسکول و کالج اور مدارس عربیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی ہر ممکن امداد کی جاتی ہے جس میں کتابیں، کاپیاں و اسٹیشنری اور تعلیمی اداروں کی فیس کے اخراجات بھی ادا کر دیئے جاتے ہیں۔

**شعبہ تخصص فی العلم :** اس شعبہ کے تحت فارغ التحصیل علمائے کرام، حفاظ اور قاری حضرات کو دنیا کے ممتاز تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے اسکالرشپ، آنے جانے کے اخراجات اور جیب خرچ بھی دیا جاتا ہے۔ اس شعبے کے تحت اب تک تقریباً 100 طلباء پاکستان، یمن، عراق، شام، مصر اور اسلامی دنیا کی ممتاز یونیورسٹیوں میں اپنے اپنے شعبے میں تخصص فی العلم کا اعزاز حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔

یہ تمام سرگرمیاں تحدیثِ نعمت کے طور پر تحریر ہیں اس سے ہمارا مدعا نمود و نمائش ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ تمام حضرات کی آگاہی کے لئے ہے تاکہ آپ کے تعاون و مزید مشوروں سے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے فیضان سے جاری چشموں کے حصول میں انہیں مزید آسانی میسر آجائے۔

رُحائوہ کچ طالب

اراکین برکاتی فاؤنڈیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com





۲۸۵

# فنِ شاعری اور

# حسانِ احمد

حقائق بخشش پر ایک منفرد تحقیقی دستاویز

علامہ عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی نوری

انٹرنیشنل کونسل برائے تعلیمی تحقیق  
انٹرنیشنل کونسل برائے تعلیمی تحقیق

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	.....	فن شاعری اور حسان الہند
مصنف	.....	علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروف"
تصحیح	.....	گل گلزار برکاتیت حضرت سید آل رسول حسین میاں نظمی مارہروی، مدظلہ العالی
اشاعت اول	.....	۲۰۰۳ء، ناشر: مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر (گجرات) ہند
اشاعت دوم	.....	۲۰۰۴ء، ناشر: المختار پبلی کیشنز، 25 جاپان مینشن رضا چوک، ریگل صدر، کراچی، فون: 7725150
باہتمام	.....	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی
تعداد	.....	(۱۰۰۰) ایک ہزار
قیمت	.....	130/= روپے

## ﴿مراکز ترسیل﴾

- ﴿۱﴾ المختار پبلی کیشنز 25 جاپان مینشن، رضا چوک، ریگل صدر، کراچی (744881) فون: 7725150
- ﴿۲﴾ مکتبہ رضویہ، گاڑی کھاتا، آرام باغ، کراچی۔ فون: 2627897
- ﴿۳﴾ مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی۔ فون: 4926110
- ﴿۴﴾ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز، ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ، آف ایم اے۔ جناح روڈ  
کراچی، فون نمبر: 2213973
- ﴿۵﴾ ادارہ تعلیمات امام ربانی مجدد الف ثانی، مرکزی دفتر: دارالعلوم طاہر آباد، نواں کوٹ،  
چوہدرہ، ضلع لیہ، موبائل نمبر: 0303-6238720



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ”فنِ شاعری“

### حقائق کے اجالے میں

”فنِ شاعری اور حسان الہند“ مصنفہ علامہ دوراں، عالمِ ہمہ داں، سخنِ فہم و سخنِ داں، حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی نوری مدظلہ العالی، پور بند، گجرات ہندوستان، اردو زبان میں فنِ شاعری پر ایک لاجواب تحقیقی مقالہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اردو شعر و سخن کی فنی خصوصیات پر گذشتہ ۱۰۰ برسوں میں لکھی جانے والی یہ پہلی جامع تصنیف ہے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ اسی بناء پر یہ اساتذہ فن اور نو مشق شعرا کیلئے یہ یکساں مفید ہے اور اردو شاعری خصوصاً اردو نعتیہ شاعری پر نقد و نظر اور تحقیق و تدقیق کا نہایت محنت طلب اور دشوار گزار کام کرنے والوں کیلئے یہ ایک بہترین گائیڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان خوبیوں کی بناء پر یہ کتاب کالج اور یونیورسٹی کے شعبہ اردو ادب کیلئے ایک نصاب کا درجہ رکھتی ہے۔

بایں ہمہ شان اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ امام نعت گویاں،

(د)

پیر و کار حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، رضا بریلوی قدس سرہ السامی کا نعتیہ شاعری کی فنی خصوصیات اور شعر رضا کے حسن و جمال کا ایک خوبصورت آئینہ ہے جو پہلی مرتبہ آئینہ خانہ بزم سخن میں سجایا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے قاری کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبقری شخصیت اور فن شاعری پر ان کے کمال دسترس اور ان کے بلند پایہ گاہِ علم کا اندازہ ہوتا ہے۔

فاضل مصنف علامہ ہمدانی مصروف نے اپنی اس مایہ ناز تصنیف میں شعر رضا کا تجزیاتی فنی جائزہ کے ساتھ ان کے ہمعصر اور دور جدید کے نامور شعراء کے کلام سے اس کا تقابلی جائزہ پیش فرما کر ثابت کیا ہے کہ ۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم  
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیئے ہیں

انہوں نے دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ بہت سے دیگر علوم و فنون کے علاوہ اس فن میں بھی رضا بریلوی کا کوئی استاذ اور ثانی نہیں ہے بلکہ سید عالم ﷺ کی ذات مقدسہ سے عشق صادق کے طفیل یہ کمال بھی بارگاہ رسالت پناہی کی عطا ہے، وہ صحیح معنی میں شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم کے رہ و رہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب سید عالم ﷺ کی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ان کی شاعری کی عظمت و سر بلندی کیلئے کی گئی اس دعا کے مظہر ہیں:

اللهم أیده بروح القدوس

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com



”اے اللہ عزوجل میرے حسان کی زبان و قلم و سخن کی روح القدس سے مدد فرمایا“

سید انس و جان رضی اللہ عنہما کی اس دعا کے طفیل حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری دنیا کے قیامت تک کے آنے والے نعت گو شعراء اور مدح خوان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بن گئے، تو ان کی پیروی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم کے طفیل حضرت رضا بریلوی نور اللہ مرقدہ بھی اردو زبان کے تمام نعت گو شعراء کے امام بن گئے۔

والله يختص برحمته من يشاء

مصنف ممدوح کی یہ محققانہ تصنیف ناقدین شعر رضا اور مخالفین و حاسدین علم و فضل رضا کے لئے بھی ایک کھلا چیلنج ہے۔ انہوں نے کلام رضا میں ۲۱۵ علوم رضا کی جھلکیوں اور کلک رضا کی برق جولائیوں کا آئینہ دکھا کر حضرت سید اشرف برکاتی مارہروی حفظہ الباری کے الفاظ میں انہیں یوں لاکارا ہے۔

منار قصر رضا تو بلند کافی ہے

تم اس کے ایک ہی زینہ پر چڑھ کے دکھلا دو

”فتاوائے رضویہ“ تو اک کرامت ہے

ذرا ”حدائق بخشش“ ہی پڑھ کے دکھلا دو

غرض کہ زیر نظر، کتاب ”فن شاعری اور حسان الہند“ جہاں اعلیٰ حضرت عظیم

البرکت رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے کمال و عظمت شاعری پر دال ہے وہیں اہل زبان نہ

ہونے کے باوجود مصنف ممدوح کی موضوع پر قابل رشک گرفت، تجزیاتی و تحقیقاتی انداز

فکرونگارش، حقائق کی تلاش میں محنت شاقہ اور مراجع و مآخذ کی غواصی، بلندی ذوق شعرو  
 سخن، زبان و بیان کی شستگی، وسیع الاطاعی، تحریر و افکار میں پختگی اور علمی نظم و ضبط کی آئینہ دار  
 ہے۔ عالمی پیمانے پر ”رضویات“ پر تحقیق کے حوالے سے یہ تصنیف ایک گرانقدر اضافہ  
 ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المومنین خیراً جزاء۔

یہ کتاب پہلی بار مرکز اہلسنت پور بندر، گجرات (ہند) سے غالباً ۲۰۰۳ء میں  
 (کتاب میں سن طباعت درج نہیں) طبع ہوئی اس کے حصول کیلئے ادارہ تحقیقات امام احمد  
 رضا انٹرنیشنل محلی و عزیز ی حاجی رفیق برکاتی زید عنایتہ کا ممنون ہے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی (پاکستان) حضرت علامہ مولانا  
 عبدالستار ہمدانی مصروف دامت برکاتہم العالیہ و مرکز اہلسنت برکات رضا، پور بندر کے  
 شکر یہ کے ساتھ اور ان کے جذبہ فروع مسلک و فکر رضا کے احترام اور حاجی رفیق برکاتی  
 زید عنایتہ کی خواہش کے مد نظر، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ۸۴ ویں یوم وصال کی  
 مبارک مناسبت اور امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۴ء کے انعقاد کے موقع پر اسے پاکستان کے  
 باذوق اور علم دوست حضرات کے استفادے کی خاطر طبع کرانے کی سعادت حاصل کر رہا  
 ہے۔

صاحبزادہ سید و جاہت رسول قادری عفی عنہ

صدر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

۱۳ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ / ۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فن شاعری اور حسان الہند

### ایک جائزہ

اردو شاعری کی تاریخ میں جن نعت گو شاعروں نے غیر فانی نقش ثبت کیے ہیں ان میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ممتاز اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ نامور محدث، فقیہ اور عالم باعمل تھے۔ قدرت نے انہیں دوسری علمی و روحانی صفات کے ساتھ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی دولت بے بہا سے بھی نوازا رکھا تھا۔ یہی عشقِ رسالت مآب ﷺ طبعِ موزوں کی بدولت صفت و ثنائے نبی ﷺ کے نعمات میں ڈھلتا رہا۔ آپ تمام اصنافِ سخن پر یکساں حاوی تھے۔ انہوں نے ہر پیرایہٴ نظم میں گلہائے نعت مہکائے ہیں۔ مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ چونکہ علومِ شریعت پر غیر معمولی دسترس رکھتے تھے، اس لئے وہ جوشِ عشق و عقیدت کے باوجود نعت گوئی میں کمالِ احتیاط سے کام لیتے ہوئے قرآن حکیم کو اپنی نعت گوئی کا منبع حقیقی قرار دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے عہد تک پہنچتے پہنچتے نعت گوئی کا فن ترقی کر کے کمالِ بلوغ کو پہنچ گیا تھا۔ زبان بھی عروج و ارتقاء کی سرحدوں کو عبور کر گئی تھی۔ صفائی، ستھرائی، متانت و سنجیدگی، لطافت اور شستگی، زبان کا مقدر بن چکی تھی۔ مگر ان سب کے باوجود

(ش)

نعت کے فن میں عشق رسول ﷺ کی جو سچی تڑپ اور کسک ہونی چاہیے اس سے یہ فن ہنوز محروم تھا۔ حضرت رضانے نعت کے اس فن کو سرحدِ کمال سے آگے سفر کرا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ رضا بریلوی نہ صرف فنِ نعت کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے بلکہ اس فن کے شناور، خواص اور ایک ماہر فن استاد تھے۔

مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی داخلی کیفیات کے بیان اور اظہارِ شیفنگی کے باوصف فنی شکوہ سے عبارت ہے۔ ناقدینِ نعت نے مولانا کے جذبہ حبِ رسول ﷺ کا ذکر تو اکثر کیا ہے مگر ان کی نعت کے فنی محاسن، شعری پختگی اور قادر الکلامی کا تذکرہ بہت کم ہوا ہے۔ حدائقِ بخشش کا جو ہر اگرچہ مولانا کی داخلی کیفیات اور محبتِ رسول ﷺ کا والہانہ پن ہی ہے، لیکن منظرِ عالم جاوید صدیقی کے مطابق:

”اگر فنی محاسن و صفات کے نقطہ نظر سے مولانا کی نعت گوئی کا تجزیہ کیا

جائے تو ان کے تبحر علمی، شعری صلاحیت، تخلیقی استعداد، صنعت گری اور

زورِ بیان کے متعدد نمونے ملتے ہیں“ (۱)

مولانا احمد رضا خان نے نعتیہ شاعری کے حوالے سے اردو زبان و ادب کو تیکنیک، ہیئت سازی، لسانی تجربے، تراکیبِ مصطلحات، تلمیحات اور محاورات میں جو وسعت دی ہے اور مضمون آفرینی و نزاکتِ خیال کو جو جلوہ بخشا ہے وہ ایک کارنامہ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری ادبی تاریخ میں نعتیہ شاعری کو کبھی کوئی مناسب جگہ نہیں دی گئی۔ شاید اس لئے کہ نعتیہ شاعری، یکسر مذہبی اور موضوعاتی شاعری ہے۔ حالانکہ کسی موضوع کو محض دینی یا مذہبی ہونے کے سبب شعری نقد و نظر سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود ہمارے یہاں فنِ نعت گوئی اور اس فن سے منسلک شعراء کے ساتھ طویل عرصے سے یہی اغماز برتا گیا۔ لیکن خوش آئند بات ہے کہ گزشتہ چند برسوں میں نعت کے موضوع پر اور نعت گو شعراء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com



کے حوالے سے نتیجہ خیز کام سامنے آیا ہے اور اس کام کی رفتار سے یوں اطمینان ہوتا ہے کہ بعض جامعات نے اس پر تحقیقی کام پر Ph.D کی ڈگریاں بھی عطا کی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ یہ المیہ اور شدید اس لئے بھی ہو گیا کہ آپ محض نعت گو شاعر نہیں بلکہ ایک مشہور عالم دین بھی ہیں اور وسیع حلقہ اثر کے مالک بھی ہیں۔ اسی وسعت مقبولیت کے باعث آپ کی تمام مجتہدانہ کاوشوں اور کارناموں کو تعصب کی عینک لگا کر جانچا گیا اور اس مقام و مرتبہ سے محروم رکھنے کی کوشش کی گئی جس کے آپ قدرتی طور پر حقدار تھے۔

لیکن سچائی دبانے سے اور ابھرتی ہے۔ اسی حقیقت کے مصداق مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ پوری دنیا میں کی جا رہی ہے۔ خصوصاً بیسویں صدی کے ربع آخر میں جس رفتار سے تحقیقی و اشاعتی کام ہوا ہے اس نے، بقول ڈاکٹر غلام محیٰ انجم، یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ:

”جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تہا رضا کا ہے“ (۲)

اسی سلسلہ کی ایک کڑی مرکز اہلسنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پور بندر، گجرات سے شائع ہونے والی خوبصورت کتاب ”فن شاعری اور حسان الہند“ ہے۔ جو کہ خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ کتاب میں تین تقاریر شامل ہیں:

☆ از سید آل رسول حسنین میاں نظمی

☆ از سید شرف ملت اشرف مارہروی،

☆ از ڈاکٹر غلام محیٰ انجم

یہ شخصیات علمی اور ادبی اعتبار سے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان حضرات نے کتاب کے نفس مضمون پر بھی ماہرانہ تبصرہ پیش کیا ہے اور علامہ عبدالستار ہمدانی کی شخصیت علمی اور تحقیقی مشاغل اور دلچسپیوں کا بھی تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔ راقم الحروف کی علمی کم نظری کو جناب ہمدانی

(ض)

صاحب کی علی شخصیت سے لاعلمی کا اعتراف ہے لہذا آپ کے بارے میں اتنا ہی جان سکی جتنا کتاب کے تعارفی مضامین میں شامل ہے۔ جس کے مطابق علامہ ہمدانی گجرات کے رہنے والے ہیں اور جدید و قدیم علوم کا کما حقہ ادراک رکھتے ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے تاجر ہیں اور اعتقادات اہلسنت کی پاسداری کے لئے ہمہ دم کوشاں۔ رضویات کے فروغ کے لئے حیات وقف کر رکھی ہے۔ تجارتی مصروفیات کے باوجود علم و فن سے دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ تصانیف و تراجم کی نصف سخی مکمل کر چکی ہیں۔ ان کی کتابوں سے ان کا ذوق تحقیق اور جذبہ جستجو جھلکتا ہے۔ طبیعت کی جولانی موضوع سے متعلق نئے نئے گوشے ڈھونڈ لاتی ہے اور جب تک موضوع سے انصاف نہیں کر لیتے انہیں چین نہیں آتا۔ اس انداز تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے مقصد سے جنون کی حد تک وابستگی ہے۔

مذکورہ کتاب کا سبب تصنیف لکھتے ہوئے علامہ نے مرقوم کیا ہے کہ وہ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی نعتیہ دیوان ”حدا لوق بخشش“ سے صنعت تجنیس کامل کے ایک سو تیس اشعار کی اختصاراً تشریح ”عرفان رضا اور مدح مصطفیٰ ﷺ“ کے نام سے لکھنے بیٹھے جو ایک ہزار صفات میں مکمل ہوئی اور مقدمہ لکھنے کا ارادہ کیا۔ مضامین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو مقدمہ، مقالہ بن گیا اور یہی مقالہ بنام ”فن شاعری اور حسان الہند“ برائے تبصرہ پیش نظر ہے۔ (۳)

کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ اس میں مصنف نے لوازمات فن شاعری اور کلام رضا پر بحث کی ہے۔ اس عنوان پر اکثر پیروان رضا اور معتقدین نے قبل ازیں اظہار خیال کیا ہے، مثلاً ڈاکٹر پروفیسر غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر پروفیسر ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر پروفیسر فرمان فتح پوری، علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمہ، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر سراج احمد بستوی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر غلام سخی انجم، سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی، محمد امجد رضا خاں، محمد اسحاق ابڑو، محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، نجیب جمال، محمد اقبال جاوید وغیرہم۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

راقم الحروف کے مقالے ”اردو کی نعتیہ شاعری میں مولانا احمد رضا خان کی انفرادیت و اہمیت“ کے ایک طویل باب میں لوازمات اور فن شاعری کے حوالے سے مولانا کی شاعری کو نقد و نظر کے پیمانے سے جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس حصے کی تکمیل کے دوران قدم قدم پر یہ احساس ہوا کہ کلام رضا میں صنائع بدائے کے فنکارانہ اور تخلیقی استعمال پر بھی ایک پورا مقالہ تحریر کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت میرے مقالے کے عنوانات میرے اس خیال کی تکمیل میں مانع رہے تھے۔ لیکن جب میرے ہاتھوں میں عبدالستار ہمدانی صاحب کی زیر تبصرہ کتاب آئی تو اس تشنگی کا خاتمہ ہو گیا۔

علامہ صاحب موصوف نے مذکورہ کتاب میں محض کلام رضا میں صنائع بدائے کا تجزیہ ہی نہیں کیا بلکہ فن عروض اور کلام رضا پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور فن شاعری کے مختلف پہلوؤں پر بڑی مہارت، فنکاری اور مشاطی سے بحث کی ہے۔ فن شاعری اور لوازمات شاعری کے تمام عنوانات کا تعارف پیش کرتے ہوئے ایک تقابلی تجزیہ پیش کیا ہے۔ اردو غزل کے اکابر شعراء (قدیم جدید) میں لوازمات شاعری کے تخلیقی استعمال کی وضاحت کرتے ہوئے کلام رضا میں لوازمات شاعری کی نئی جہات سے بھی اپنے قارئین کو آگاہ کیا ہے جو کہ ایک قابل قدر کاوش ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں کلام رضا کے حوالے سے کتب، مقالہ جات اور مضامین کثرت سے لکھے گئے اور شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے کئی مضامین میں محاسن کلام رضا کے ساتھ ساتھ کلام رضا کے تنقیدی جائزے بھی شامل ہیں۔ خصوصاً علم عروض کے حوالے سے چند نعتیہ نظموں اور اشعار رضا پر کڑی تنقید کی گئی ہے۔ شاعری کے اوزان و بحر پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ہمدانی نے بڑی محنت کی ہے۔ وزن اور بحر کی تعریف کرتے ہوئے وزن اور بحر کا ایک پورا نقشہ قارئین کی سہولت کیلئے فراہم کر دیا ہے۔ اشعار رضا کی تقطیع بھی کی ہے اور مختلف نعتیہ غزلوں کی بحروں کے نام بتاتے ہوئے ایک مشہور عالم نعت رضا کا ذکر کرتے ہیں:



زمین و زماں تمہارے لئے

جو بحر و افرسالم میں ہے جو عربی سے مخصوص ہے۔ اردو اور فارسی میں مشکل سے کوئی غزل اس بحر میں ملتی ہے۔ مشکل اور کٹھن جانتے ہوئے اس بحر کو قریب قریب ترک کر دیا گیا تھا۔ علامہ کے خیال میں مولانا احمد رضا خاں نے نہ صرف اس قریب الفنا اور متروک بحر کو نئی زندگی دی بلکہ بحر و افرسالم کی پتھریلی راہ کو ہموار کر کے اس کو مخملی بنا دیا ہے اور بعد میں آنے والے شعراء کے لئے اسے مرغوب بنا دیا ہے۔ اسی طرح مولانا رضا کے نظم مستزاد۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا  
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا  
تجھے حمد ہے خدایا

پر اس اعتراض کا جواب بھی فراہم کیا ہے کہ نظم مستزاد کے عروضی اصول پر پوری نہیں اترتی۔ علامہ ہمدانی نے اخلاق حسین دہلوی کی کتاب ”فن شاعری“ کے صفحہ ۴۵ اور ۴۸ پر تفتیح کے اصول ۱۹ اور ۲۸ کے تحت یہ ثابت کیا ہے کہ اس نعت کے پندرہ اشعار میں سے ہر شعر صنعت مستزاد کامل پر پورا اترتا ہے۔ (۴)

اس کے علاوہ اس کتاب میں علامہ موصوف نے کلام رضا میں محاورات اور کہاوتوں کی عکاسی، رسم و رواج کی عکاسی، مقامی الفاظ و محاورات کے ساتھ سنسکرت کے الفاظ کی فراوانی پر سیر حاصل اور تفصیلی بحث کی ہے۔ ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے اشعار پر بے بنیاد اعتراضات کا جواب بھی علامہ نے انتہائی مدلل انداز میں فراہم کیا ہے۔

تمام ہی موضوعات کو آپ نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سمیٹا ہے۔ دلکش انداز بیان اور رواں عبارت آپ کی تحریر کا حسن ہیں۔ نکتہ سنجی اور نکتہ رسی نے اس تحریر کو عام و خاص تمام ہی قارئین کیلئے مفید بنا دیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اردو تنقید کی ناانصافی کا محاکمہ بھی کیا ہے جو

کہ نفس مضمون کے تجزیے کے بعد لازم بھی تھا۔

جناب سید محمد اشرف برکاتی کے خیال میں:

”کتاب کلیتاً تنقیدی ہے نہ مکمل طور سے تحقیقی“ (۵)

بلکہ اشرف صاحب کے مطابق کتاب کے مضمومات تحقیق و تنقید کا ایسا حسین امتزاج

ہیں کہ اس کے باوصف ایک نئی اصطلاح ”مقصدانہ“ وضع ہونے چاہیے۔

علامہ عبدالستار ہمدانی کی یہ تصنیف یقیناً تفصیلی تعارف و تجزیے کی حقدار ہے اور

چونکہ اس میں انہوں نے رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو فن شاعری کی کسوٹی پر پرکھنے کی

کامیاب کوشش کی ہے، لہذا ہم اپنی بات کا خاتمہ ڈاکٹر غلام محیٰ انجم کی اس رائے پر کرتے ہیں کہ:

”علامہ موصوف نے ”فن شاعری اور حسان الہند“ لکھ کر دنیائے رضویات

میں ایک گراں بہا اضافہ کیا ہے۔“ (۶)

## حوالہ جات

(۱) مظفر عالم جاوید صدیقی، معارف رضا، کراچی، شمارہ ۱۹۹۶ء، ص ۱۴۰

(۲) ڈاکٹر غلام محیٰ انجم، پیش لفظ، ”فن شاعری اور حسان الہند“، ص ۷۰

(۳) علامہ عبدالستار ہمدانی، ”فن شاعری اور حسان الہند“، ص ۱۵

(۴) ”فن شاعری اور حسان الہند“، ص ۱۷۷

(۵) ”فن شاعری اور حسان الہند“، ص ۶۷

(۶) ”فن شاعری اور حسان الہند“، ص ۷۴

☆☆☆

ڈاکٹر مسز تنظیم الفردوس

لکچرار شعبہ اردو، جامعہ کراچی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com



## فہرست عنوانات

# ”فن شاعری اور حسان الہند“

- (15) سبب تصنیف..... ●
- (17) تقریظ:- حضرت سید آل رسول حسین میاں نقوی ●
- (31) تقریظ:- حضرت سید شرف ملت اشرف مارہروی ●
- (69) تقریظ:- ڈاکٹر غلام محیٰ انجم، ہمدرد یونیورسٹی۔ دہلی ●
- (74) آغاز سخن..... ●
- (86) (1) لوازمات..... ●
- |   |       |   |       |   |          |
|---|-------|---|-------|---|----------|
| ● | حرف   | ● | اعراب | ● | کلمہ     |
| ● | معرہ  | ● | شعر   | ● | بیت      |
| ● | بند   | ● | شیپ   | ● | رویف     |
| ● | قافیہ | ● | مطلع  | ● | حسن مطلع |
| ● | مقطع  | ● | مقش   | ● | مصحح     |
| ● | بحر   | ● | تقطیع | ● | وزن      |
| ● | ربط   | ● | مخلص  |   |          |

(۲) حُسنِ مَطَّلَع (89) .....

مرزا غالب	●	فانی بدایونی	●
اصغر گوٹروی	●	گلگیر بدایونی	●
فیض احمد فیض	●	گلر مراد آبادی	●

(۳) وزن اور بحر (96) .....

نقشہ بحر مع کیفیت، اقسام و اوزان

(۴) تَقْطِيع (98) .....

تقطیع کے متعلق ہدایت

تقطیع کا طریقہ

شعر

بحر و فرسالم میں حضرت رضا کی نعت

(۵) اقسام (102) .....

نظم	●	نورنی	●	گیت	●
سرور	●	غزل	●	حمد	●
نعت	●	منقبت	●	مثنوی	●
قصیدہ	●	مرثیہ	●	قطعہ	●
مثنوی	●	رباعی	●	مخمس	●
مسنون	●				

(۶) حمد اور نعت..... (105)

(۷) حضرت رضا اور نعتیہ شاعری..... (106)

(۸) صنوعات فن شاعری..... (112)

(۹) صنعت استعارہ..... (113)

● صنعت استعارہ کی تعریف

● صنعت استعارہ میں حضرت رضا کے اشعار

(۱۰) صنعت تشبیہ..... (114)

● میر تقی میر کا شعر

● ماہر چاند پوری کا شعر

● حضرت رضا بریلوی کا شعر

● صنعت تشبیہ کی تعریف

● حضرت رضا بریلوی کا شعر

● حضرت رضا بریلوی کا شعر

(۱۱) صنعت مبالغہ..... (115)

● مبالغہ اور حضرت رضا بریلوی

(۱۲) صنعت اقتباس..... (116)

● مرزا اسد اللہ غالب کا شعر

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

● صنعت اقتباس کی تعریف

● ڈاکٹر علامہ اقبال کا شعر

(۱۳) صنعت تضاد..... (123)



- صنعت تضاد کی تعریف ●
- مرزا غالب کا شعر ●
- اکبر الہ آبادی کی شعر ●
- اصغر گوٹروی کا شعر ●
- فیض احمد فیض کا شعر ●
- فانی بدایونی کا شعر ●
- جگر مراد آبادی کا شعر ●
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ●

## (۱۴) صنعت تلمیح (126).....

- صنعت تلمیح کی تعریف ●
- کھلیل بدایونی کا شعر ●
- مرزا غالب کا شعر ●
- فانی بدایونی کا شعر ●
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ●

## (۱۵) صنعت تلمیح (مکمل) (132).....

- صنعت تلمیح کی تعریف ●
- طبع کشف ●
- طبع محبوب ●

## (۱۶) صنعت حسن تعلیل (137).....

- صنعت حسن تعلیل کی تعریف ●
- کھلیل بدایونی کا شعر ●
- مرزا غالب کا شعر ●
- اصغر گوٹروی کا شعر ●
- فیض احمد فیض کا شعر ●
- جوش طبع آبادی کا شعر ●
- جگر مراد آبادی کا شعر ●
- فانی بدایونی کا شعر ●

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ●

## (۱۷) صنعت تجاہل عارفانہ.....(142)

● صنعت تجاہل عارفانہ کی تعریف ●

● مرزا غالب کا شعر ● فیض احمد فیض کا شعر ●

● کلیل بدایونی کا شعر ● غلام ربانی تاباں کا شعر ●

● جگر مراد آبادی کا شعر ● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ●

## (۱۸) صنعت تجنیس کامل (تام).....(145)

● صنعت تجنیس کامل (تام کی تعریف ●

● تجنیس کامل مثال ● تجنیس کامل مستوی ●

● مرزا اسد اللہ غالب کا شعر ● کلیل بدایونی کا شعر ●

● فانی بدایونی کا شعر ● مؤمن خاں مؤمن کا شعر ●

● جگر مراد آبادی کا شعر ● اصغر گوٹوی کا شعر ●

● فراق گھوکھپوری کا شعر ● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ●

## (۱۹) صنعت تجنیس ناقص.....(153)

● صنعت تجنیس ناقص کی تعریف ●

● جگر مراد آبادی کا شعر ● جوش ملیح آبادی کا شعر ●

● غلام ربانی رباں کا شعر ● فانی بدایونی کا شعر ●

● فیض احمد فیض کا شعر ● اصغر گوٹوی کا شعر ●

● کلیل بدایونی کا شعر ●

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

## (۲۰) صنعت مراعات العظیم

(157).....

- مرزا غالب کا شعر
- صنعت مراعات العظیم کی تعریف
- کلیل بدایونی کا شعر
- فیض احمد فیض کا شعر
- علامہ اقبال کا شعر
- اصغر گوٹہ وی کا شعر
- فانی بدایونی کا شعر
- جگر مراد آبادی کا شعر

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

## (۲۱) صنعت ترصیح

(162).....

- صنعت ترصیح کی تعریف
- ایک نامعلوم شاعر کا شعر
- صنعت ترصیح میں حضرت رضا کے اشعار

## (۲۲) صنعت مقابلہ

(165).....

- صنعت مقابلہ کی تعریف
- مرزا غالب کا شعر
- کلیل بدایونی کا شعر
- جوش ملیح آبادی کا شعر
- فانی بدایونی کا شعر
- جگر مراد آبادی کا شعر
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں
- تقابلی نقشہ

## (۲۳) صنعت مستزاد

(174).....

- صنعت مستزاد کی تعریف
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں
- حضرت رضا بریلوی کے ایک شعر کی تفہیم مع نقشہ و میزان کے
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں



## (۲۴) صنعت لف و نشر (179).....

- صنعت لف و نشر کی تعریف ●
- مرزا غالب کا شعر ●
- اصغر گوٹھ وی کا شعر ●
- جگر مراد آبادی کا شعر ●
- گلایل بدایونی کا شعر ●
- غلام ربانی تاباں کا شعر ●
- فانی بدایونی کا شعر ●
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ●

## (۲۵) صنعت تضمین (182).....

- صنعت تضمین کی تعریف ●
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ●

## (۲۶) صنعت تشبیب (186).....

- صنعت تشبیب کی تعریف ●
- جوش ملیح آبادی کے اشعار ●
- جناب فانی بدایونی کا قصیدہ ●

## (۲۷) صنعت مرصعہ (190).....

- قصیدہ مرصعہ کی تعریف ●
- صنعت مرصعہ میں حضرت رضا بریلوی کا قصیدہ ”کروڑوں درود“ ●

## (۲۸) صنعت تمسیق الصفات (193).....

- صنعت تمسیق الصفات کی تعریف ●
- نوح ناروی کا شعر ●
- عرش طیسانی کا شعر ●
- گلایل بدایونی کا شعر ●
- مرزا غالب کا شعر ●
- فانی بدایونی کا شعر ●
- جگر مراد آبادی کا شعر ●
- جوش ملیح آبادی کا شعر ●

● اصغر گوٹھوی کا شعر ● حضرت رضامیلوی

(۲۹) صنعت اتصال ترتیبی..... (198)

● صنعت اتصال ترتیبی کی تعریف ● حضرت رضامیلوی کا ایک بند

(۳۰) صنعت مقلوب مستوی..... (199)

● صنعت مقلوب مستوی کی تعریف ● مرزا غالب کا شعر

● قاتی بدایونی کا شعر ● کلیل بدایونی کا شعر

● اصغر گوٹھوی کا شعر ● غلام ربانی تاباں کا شعر

● حضرت رضامیلوی فرماتے ہیں

(۳۱) صنعت مقلوب کل..... (202)

● صنعت مقلوب کل کی تعریف ● غلام ربانی تاباں کا شعر

● کلیل بدایونی کا شعر ● قاتی بدایونی کا شعر

● مرزا غالب کا شعر ● اصغر گوٹھوی کا شعر

● جوش ملیح آبادی کا شعر ● جاں نثار اختر کا شعر

● فیض احمد فیض کا شعر ● حضرت رضامیلوی

(۳۲) صنعت حسن طلب..... (206)

● صنعت حسن طلب کی تعریف ● کلیل بدایونی کا شعر

● قاتی بدایونی کا شعر ● مرزا غالب کا شعر

● جگر مراد آبادی کا شعر ● جوش ملیح آبادی کا شعر

● اصغر گوٹھوی کا شعر ● فیض احمد فیض کا شعر

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

(۳۳) صنعت ترجیع بند ..... (213)

● صنعت ترجیع بند کی تعریف

● کھلیں بدایونی کے دیوان میں ترجیع بندی کی مثال

● جوش ملیح آبادی کے دیوان میں ترجیع بند کی مثال

● حضرت رضا بریلوی کے کلام میں ترجیع بند کی مثال

● کلام رضا میں ترجیع بند کی دوسری مثال

(۳۴) صنعت مسمط ..... (216)

● صنعت مسمط کی تعریف

● جگر مراد آبادی کی ایک غزل صنعت مسمط میں

● جگر مراد آبادی کی دیگر غزل صنعت مسمط میں

● حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا کلام صنعت مسمط میں

● حضرت رضا کا صنعت مسمط میں عظیم شاہکار

● فضل الہی کے بغیر ممکن ہی نہیں

● صنعت مسمط میں حضرت رضا کی ایک اور نعت

(۳۵) صنعت عزل الشفتین ..... (227)

● صنعت عزل الشفتین کی تعریف

● قافی بدایونی کے دیوان میں ● مرزا غالب کے دیوان میں

● کھلیں بدایونی کے دیوان میں ● فیض احمد فیض کے دیوان میں

● حضرت رضا بریلوی کے کلام میں صنعت واسع الغنم

● حضرت رضا بریلوی کے کلام میں اس صنعت کے متفرق اشعار

(234)..... (۳۶) صنعت ایہام

● صنعت ایہام کی تعریف

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

(238)..... (۳۷) خط توام

● خط توام کی تعریف ● خط توام کی تعہیم

● حضرت رضا فرماتے ہیں

(241)..... (۳۸) صنعت اشتقاق

● صنعت اشتقاق کی تعریف

● صنعت اشتقاق اور حضرت رضا بریلوی کے اشعار

(244)..... (۳۹) صنعت شبہ اشتقاق

● شبہ کی تعریف

● صنعت اشتقاق اور حضرت رضا کے اشعار

(247)..... (۴۰) صنعت سیاق الاعداد

(250) (۴۱) حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت

● کہاوت

● محاورہ



●	مثل	●
●	فراق کھور کھپوری کا شعر	●
●	جوش ملیح آبادی کا شعر	●
●	اصغر گوٹوی کا شعر	●
●	فانی بدایونی کا شعر	●

● حضرت رضا کے کلام میں محاورات کی جھلک..... (254)

● کلام رضا میں سنسکرت اور ہندی زبان کا استعمال..... (258)

● حضرت رضا کے اشعار میں سنسکرت اور ہندی الفاظ..... (260)

(۴۲) ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج، تجارت، شاہی دربار کے طور پر لپے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے

والے امور کا کلام رضا میں تذکرہ..... (261)

● فکیل بدایونی کا شعر ● شادی کے رسومات

● شادی رچانا اور خوشی کا سامان مہیا کرنا (رسم)

● شادی والے مکان پر روشنی کرنا (رسم)

● خوشبو اور نئے کپڑوں کا انتظام (رسم)

● دوست خادم بن کر دولہا کو سجاتے ہیں (رسم)

● پالتو کتوں کے گلوں میں پٹے (سماج میں رائج رواج)

● عیب اور نقص والا مال خریدار واپس دے گا (سماج کا تجارتی دستور)

● عید کا چاند نظر آنے پر مبارکبادی دینا (رسم)

● سہاگن اور بیوہ کے دوپٹے کا رنگ (رسم)

● بادشاہوں کے دربار سے خطاب پانا (شادی رسم)

● انعام و اکرام پر بادشاہ کی واہ واہ

● صنعت ساق! لا اعداد کی تعریف ● فقر کا شعر

● کلیل بدایونی کا شعر ● حضرت رضاؑ ملوی فرماتے ہیں

(۴۳) حضرت رضاؑ نے فن شاعری کس طرح سیکھی... (272)

(۴۴) حضرت رضاؑ بریلوی کو بحیثیت شاعر

شہرت کیوں نہیں دی گئی..... (276)

(۴۵) حضرت رضاؑ کے ایک شعر پر اعتراض.... (279)

(۴۶) ۱۱۴ علوم و فنون میں حضرت رضاؑ کی مہارت

اور کلام رضاؑ میں ان کا استعمال..... (287)

● علم نجوم کی اصطلاح میں اشعار ● علم ہیئت پر مبنی اشعار

● علم نباتات پر مبنی اشعار ● علم ہندسہ پر مبنی اشعار

● علم موسیقی پر مبنی اشعار ● علم فضیات و حدیث پر مبنی اشعار

● علم موسمیاتی پر مبنی اشعار ● علم اکسیر پر مبنی اشعار

● علم منطق پر مبنی اشعار ● علم نفسیات پر مبنی اشعار

● چند علوم و فنون کے اسماء جن پر حضرت کو تبحر حاصل تھا

(۴۷) اتنی عرض آخری سن لو ذرا..... (296)

(۴۸) کلک رضاؑ کی برق جولانیاں..... (306)

(۴۹) ایک نظر ادھر بھی..... (314)

# ”سبب تصنیف“

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امام عشق و محبت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین و ملت، شیخ الاسلام و المسلمین حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ سے راقم الحروف نے صنعت تجنیس کامل کے ایک سوتیں (۱۳۰) اشعار کی تشریح بنام ”عرفان رضادر مدح مصطفیٰ“ تقریباً ایک ہزار صفحات میں اختصاراً مرقوم کی۔ بعدہ کتاب کا مقدمہ لکھنا شروع کیا۔ گمان تو یہ تھا کہ دس، پندرہ صفحات میں مقدمہ پورا ہو جائے گا۔ لیکن دوران تحریر ذہن میں مضامین کی آمد شروع ہوئی اور وہ مضامین بوسیلہ قلم صفحہ قرطاس پر منقش ہوتے گئے اور اس تسلسل نے اتنا طول پکڑا کہ مقدمہ مقالہ بن گیا۔ جو کتابی شکل میں بنام ”فقیر شاعری اور حستان الہند“ قارئین کرام کی دست بوسی کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

فقیر کی تصنیف ”عرفان رضا“ کا مقدمہ مرقوم کرنا تو باقی ہی رہا۔ بلکہ اب تو ایک کے بجائے دو مقدمات لکھنے کی نوبت پیش آئی۔ لیکن فقیر نے مقدمہ نہ لکھنے کی ٹھان لی اور یہ نیت کر لی کہ دونوں کتاب کا مقدمہ میرے پیرو مرشد کے پیرزادے، امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی کے پیرخانے کے شہزادے، خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدمہ کے سجادہ نشین، میرے آقائے نعمت، میرے مونس و غمگسار، میرے ماویٰ و ملجا، میرے شافع و رافع، حضور قبلہ سید آل رسول حسنین نظمی صاحب مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ کے دست پاک سے لکھواؤں گا تا کہ میری دونوں کتابوں کو حضور نظمی صاحب کے مبارک قلم کا سایہ حاصل ہو جائے۔ میں حقیر و فقیر، سراپا تقصیر، اردو زبان کا ابجد خواں، اپنی بے علمی و بے مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میری مادری زبان گجراتی ہے۔ اردو میں

کچھ لکھنا اور وہ بھی حضرت رضا بریلوی جیسی عبقری شخصیت کے ”امام الکلام“ کے تعلق سے کچھ لکھنا، میری بساط و استطاعت سے کالے کوسوں ہے۔ لیکن حضورِ نظمی صاحب جیسے میرے آقائے نعمت کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کی نوازش پر مچل کر جرات ارقام کر لیتا ہوں۔ راقم الحروف کی سابق تصنیف ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ پر حضورِ نظمی صاحب قبلہ نے مفصل مقدمہ ارقام فرما کر مہر سند مثبت فرمائی ہے۔ یہ ان کا کرم ہی ہے کہ ناکارہ فقیر کو اپنے لطف و کرم سے اگال عطا فرماتے ہیں۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ محاسن کتاب کو فیضِ رضا پر محمول کریں اور اغلاط و کوتاہی کا ذمہ فقیر کے سر پر وضع فرما کر بنظرِ عفو اپنے مفید مشوروں اور رائے اصلاح سے نوازنے کی نوازش فرمائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے جیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عوام و خواص اس سے مستفید ہو کر میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ فقط والسلام

خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور

خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف

کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار ہمدانی، ”مصروف“

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

مطابق ۳ اگست ۱۹۹۸ء بروز سہ شنبہ



# تقریظ دلپذیر

گل گلزار خاندان برکات سیدی سرکار آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی، مدظلہ القوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم علیہ وعلی آلہ و

صحابہ افضل الصلاة واتسلیم۔

میرے ساتھ ہی اکثر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میرا کوئی اپنا کوئی بہت ہی قریبی بالکل اچانک مجھ پر ایسا وار کرتا ہے کہ میرے لیے سنبھلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس بار بھی ایسا ہی کچھ میرے ساتھ ہوا۔ ایک شام کو پور بندر سے میرے عزیز فرزند روحانی تو صیف ہمدانی کا فون آیا کہ ای میل چیک کر لیجیے، والد صاحب کی ایک کتاب بھیج رہا ہوں، وہ چاہتے ہیں کہ اس پر مقدمہ یا تقریظ قسم کی کوئی چیز لکھ دیں۔ میں فکر میں پڑ گیا۔ ای میل چیک کیا تو یہ فکر تشویش میں بدل گئی۔ اس بار ممبئی سے روانہ ہوتے وقت جہاں بہت ساری ضروری چیزیں بھول آیا تھا وہیں حدائق بخشش کا نسخہ بھی نہیں لاپا یا تھا۔ اب کیا ہوگا؟ خیر، مسلمان کو اگر اپنے رب کے فضل پر پورا بھروسہ ہو تو اس کے آگے یہ سوال کبھی نہ آئے کہ اب کیا ہوگا؟ وہ تو ہر مرحلے پر یہی کہے کہ جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھا ہی ہوگا۔ میں نے بھی یہی کہا۔

علامہ عبدالستار ہمدانی سے میرے تعلقات کچھ زیادہ پرانے نہیں ہیں۔ یہی کوئی پانچ چھ سال پرانے۔ وہ میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد

ہیں۔ میرے عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان انھیں بے حد چاہتے تھے، اس بات کی توثیق بہت ہی معتبر ذرائع سے ہو چکی ہے۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ علامہ ہمدانی میرے اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی پر تحقیقی کام میں مصروف ہیں اور رضویات ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

یہ اعلیٰ حضرت کون ہیں؟

مجھے یاد ہے کہ میری عمر یہی کوئی تین چار سال کی رہی ہوگی جب میں نے اپنے والد ماجد سے یہ سوال کیا تھا۔ والد ماجد نے اس وقت کہا تھا: بیٹا، یہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے ایک بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب تھے جو چشم و چراغ خاندان برکات تھے۔ میرے چھوٹے سے ذہن میں یہ بات نہیں سما سکی کہ ایک خان صاحب کس طرح ہم سادات کے خاندان کے چشم و چراغ ہو سکتے ہیں۔ میں نے ابا حضرت سے مزید کچھ پوچھنے کی جرات نہیں کی نہ ہی انھوں نے مجھے آگے کچھ بتانا مناسب جانا۔

کہتے ہیں کہ بچے کا پہلا اسکول اس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔ ابا حضرت کے جلال کی وجہ سے جو بات ان سے نہ پوچھ سکا، وہ بات امی جان سے پوچھ لی۔ امی جان نے بتایا: بیٹا! یہ اعلیٰ حضرت ہمارے خاندان کے ایسے مریدوں میں سے ہیں جن پر ان کے مرشد بھی ناز کرتے تھے۔ ان کی دینی خدمتوں کی وجہ سے انھیں نوری دادا نے چشم و چراغ خاندان برکات کا لقب دیا تھا۔ اتنا بتا کر امی جان اپنے کام میں مصروف ہو گئیں اور ہم اپنی پڑھائی میں لگ گئے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ مگر تحت الشعور کے کسی نہاں خانے میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اعلیٰ حضرت کے بارے میں اور کچھ معلوم کرنا ضروری ہے۔

شاعری کے ساتھ میرا تعلق اس وقت سے ہے جب مجھے یہ شعور بھی نہ تھا کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ آباء و اجداد کی علیست کا ڈنکا چارواںگ عالم میں بج رہا

ہے۔ خانقاہی ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ سال میں تین عرس ہوتے تھے۔ مقامی و بیرونی زائرین خانقاہ میں جمع ہوتے، دو چار دن کے لیے سارے قصبے کا ماحول روحانیت سے بھر جاتا۔ ابھی تسمیہ خوانی بھی نہ ہوئی تھی کہ والدہ معظمہ نے تین نعتیں یاد کر ادنیٰ تھیں اور روز رات کو آموختہ دوہرایا جاتا تھا۔ یہ نعتیں تھیں: (۱) واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا، (۲) چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے، اور (۳) ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں۔ عرس میں اور بھی نعت خواں آتے اور اپنا کلام پیش کرتے۔ ابا حضرت اور عم محترم ایک ایک شعر پر اپنی جیبیں خالی کر دیتے۔ اپنے پیروں کی دیکھا دیکھی مرید بھی نذر دیتی شروع کرتے۔ ابا حضرت اور عم محترم کے دئے ہوئے پیسے (نوٹ) پہنچانے کا فریضہ ہمارے حصے میں آتا تھا۔ تھوڑی دیر میں نعت خواں کے سامنے نوٹوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔ ہم اپنی جگہ بیٹھے یہی سوچا کرتے کہ اگر ہم بھی نعت پڑھتے تو شاید ہمیں بھی اتنے ہی روپے ملتے۔ پھر ان روپوں کے جا اور بے جا مصرف کا ایک نقشہ بھی ہمارے ذہن میں تیار ہو جاتا۔

ایک دن ہم نے ہمت کر ہی لی۔ ہمارے دادا مرشد حضرت سیدنا ابوالقاسم سید شاہ اسماعیل حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس آیا جسے عرس قاسمی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ عرس کا پہلا دن، کڑا کے کی سردی۔ فجر کی نماز کے بعد درگاہ شریف میں زائرین جمع تھے اور حلقہ ذکر چل رہا تھا۔ مارہرہ مطہرہ میں ہر عرس کی شروعات حلقہ ذکر سے ہی ہوتی رہی ہے۔ ہم بھی روئی کی مرزئی اور کنٹوپ پہنے درگاہ شریف پہنچ گئے۔ بچوں کو حلقے سے باہر ہی رکھا جاتا تھا۔ سو ہم درگاہ کے خادم انعام اللہ ماما کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور ان کی بڑی سی ناند میں سلگ رہے لال لال انگاروں کی گرمی کا مزہ لینے لگے۔ حلقہ ختم ہوا تو قرآن خوانی شروع ہو گئی۔ اب ہم بھی شامل ہو گئے۔ اس وقت تک ہم تین پارے حفظ کر چکے تھے۔ قرآن خوانی ختم ہونے کے بعد مین کے سائبان میں ہی لاؤڈ اسپیکر نصب ہوا اور مرحوم شمس الحسن برکاتی،

جنہیں ہم سب بچے شتمو چچا کہتے تھے، عرس کی تقاریب کے آغاز کے طور پر قرآن عظیم کی تلاوت کرنے چوکی پر بیٹھ گئے۔ ہم بھی چوکی کے ایک کونے میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جیسے ہی انہوں نے تلاوت ختم کی ہم نے مائیک پر قبضہ جمالیا اور نعت شروع کر دی: چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے۔ پوری نعت پڑھ ڈالی مگر کسی نے ہمیں ایک روپیہ بھی نذر میں نہ دیا۔ ہم بڑے ہارے ہوئے انداز میں چوکی سے اترے اور گھر آ گئے۔ امی جان نے پوچھا تو انہیں بتایا کہ ہم نے درگاہ شریف میں نعت پڑھی تھی۔ امی جان بہت خوش ہوئیں۔ اور کہا: شاباش، اسی طرح پڑھا کرو۔ خرقہ پوشی والی رات کو ہم نے شتمو چچا سے درخواست کی کہ وہ اگلے دن قیل کی محفل میں ہم سے نعت پڑھوائیں۔ عرس کا آخری دن قیل کا دن کہلاتا تھا اس دن دوپہر تک نعت و وعظ کی محفل ہوتی اور بعد میں آثار شریف کی زیارت کرائی جاتی اس دن بڑا زبردست مجمع ہوتا کیونکہ بیرونی زائرین کے علاوہ مقامی لوگ بھی شرکت کرتے۔ شتمو چچا ہم پر بڑے مہربان تھے۔ انہوں نے ہم سے کہا: نعت پڑھنا ہے تو کل نوبے تک درگاہ شریف پہنچ جانا۔

دوسرے دن ہم نوکی جگہ آٹھ بجے ہی درگاہ شریف پہنچ گئے۔ اس وقت قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ ٹھیک نوبے شتمو چچا نے مائیک سنبھالا اور زائرین عرس کے لیے اعلان کیا کہ جو لوگ باہر ادھر ادھر ٹھہل رہے ہیں وہ درگاہ شریف میں آجائیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں اشارہ کیا۔ ہم تو گویا اسی اشارے کے منتظر تھے۔ جھٹ سے چوکی پر پہنچ گئے۔ اور نعت شروع کر دی: ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دئے ہیں۔ ہم جب اس شعر پر پہنچے: اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا۔ رورو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دئے ہیں۔ تو ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ایک برکاتی بھائی نے رونا شروع کر دیا۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک اور برکاتی بھائی نے نعرہ تکبیر بلند کر دیا۔ ہمیں بھلا کہاں اس کا محاورہ تھا۔ ہم گھبرا گئے۔ مگر چوکی نہ چھوڑی۔ جیسے ہی اگلا شعر ہم نے پڑھا ایک تیسرے صاحب اٹھے اور ہمیں ایک روپے کا

نوٹ پیش کیا۔ ہم نے شمو چچا کی طرف دیکھا۔ انھوں نے ان صاحب کے ہاتھ سے نوٹ لے کر ہمارے ہاتھ میں تھما دیا۔ نعت کے چار اشعار ختم کرتے کرتے ہمیں پانچ دس روپے تو مل ہی گئے۔ نعت ختم کر کے ہم چوکی سے تقریباً کود کر اترے اور سیدھے گھر کی راہ لی۔ امی جان کے سامنے ہم نے اپنی ساری کمائی رکھ دی اور انھیں بتایا کہ ہمیں نعت پڑھنے پر یہ رقم ملی ہے۔ امی جان نے کہا: بیٹے تمہیں یہ نہیں لینی چاہیے تھی۔ جاؤ یہ روپے انعام اللہ ماما کو دے آؤ۔ یہ ان کا حصہ ہے۔ بادل نخواستہ ہم درگاہ شریف گئے اور اپنے سارے روپے انعام اللہ ماما کو دے آئے۔ مگر یہ الجھن ضرور رہی کہ آخر امی جان نے ہمارے پیسے انعام اللہ ماما کو کیوں دلوائے۔

عرس کی تقاریب شام تک ختم ہو گئیں اور زائرین اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹنے لگے۔ شام کو جب ہم سب ابا حضرت کے پاس بیٹھے تھے تو انھوں نے امی جان کو مخاطب کر کے کہا: سستی ہو، شمو نے بتایا، آج تمہارے لٹا نے نعت پڑھی اور روپے کمائے۔ امی جان نے کہا: جی ہاں، یہ مرید لوگ ابھی سے بچے کی عادت خراب کیے دیتے ہیں۔ میں نے سب روپے انعام اللہ ماما کو دلوا دیے۔ ابا حضرت ہنسے اور فرمایا: ارے بھئی، وہ روپے تو لٹلا کے ہی تھے۔ اس کی محنت کا پھل اور میرے اعلیٰ حضرت کا فیض۔ اس وقت ہم نے ابا حضرت سے پوچھا تھا: ابا، یہ اعلیٰ حضرت کون ہیں؟

آج ہم بڑھاپے کی سرحد سے گزر رہے ہیں، آج تک ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اعلیٰ حضرت کون ہیں؟ ایک جید عالم دین؟ ایک تبحر فقیہ؟ ایک ماہر علوم قرآنی؟ ایک عظیم محدث؟ ایک کثیر التصانیف قلم کار؟ ایک چابکدست جفا؟ ایک ماہر لسانیات؟ ایک ماہر نازنعتیہ شاعر؟ یا پھر بقول علامہ ہمدانی صاحب ایک مظلوم مفکر؟ ہم نے آج تک اعلیٰ حضرت کے بارے جو کچھ پڑھا اور اپنے خاندان کے بزرگوں سے جو کچھ سنا، اس کی روشنی میں ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ایک سچے عاشق رسول تھے۔ انھوں نے



اپنے ہمہ گیر علم اور اپنے مرشد کی دعاؤں سے روحانی زندگی کا یہ اہم راز جان لیا تھا کہ پہلے فنا فی الشیخ ہو جاؤ، پھر فنا فی الرسول اور آخر میں فنا فی اللہ۔ اعلیٰ حضرت علم، عشق اور عمل کے ایک ایسے مثلث تھے جس کے ہزار زاویے۔

اعلیٰ حضرت گمنام رہے، ایسا بھی نہیں۔ ان کی شہرت، ان کی عظمت، ان کی علمیت، ان کی فقہی بصارت کا لوہا تقریباً ہر براعظم نے مانا۔ ابھی حال ہی میں ایک صاحب نے بتایا کہ انھوں نے چین کی ایک مسجد میں لوگوں کو مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھتے سنا۔ یہ اعلیٰ حضرت پر اس مقدس ذات گرامی کا کرم ہے جس کے لیے قرآن میں **ورفعنا لک ذکراً** کا روشن بیان موجود ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ ہمدانی صاحب بھی عجیب شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کے تاجر، ایک مصروف ترین بزنس مین، گروہ وہابیہ کے لیے اسکڈ میزائل، پھر بھی سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف، کتابیں بھی کیسی! ویسی نہیں کہ قلم اٹھایا اور صنعت اقتباس سے استفادہ کر کے یعنی دوسروں کی کتابوں کا یہاں وہاں سے مضمون اڑا کر اکٹھا کر دیا اور بن بیٹھے مصنف۔ اتنی مصروف زندگی کے باوجود ہمدانی صاحب نے اب تک جو کچھ بھی لکھا ہے، بہت کچھ لکھا ہے اور بڑی جانفشانی اور محنت سے لکھا ہے۔ ان کے کام کرنے کا انداز بالکل ایک ریسرچ اسکالر کی طرح ہے۔ پہلے وہ اپنا موضوع منتخب کرتے ہیں، اور یہ موضوع عام روش سے ہٹ کر ہی ہوتا ہے، پھر وہ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا باریکی سے جائزہ لیتے ہیں۔ بعد ازاں وہ اپنے موضوع کو نبھانے کے لیے علمی لوازمات اور حوالہ جات اکٹھے کرتے ہیں۔ اور پھر شروع ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان کی تقریباً ہر تصنیف کا مسودہ دیکھا ہے۔ وہ اپنی تحریر کو اس طرح سجاتے ہیں کہ مسودہ طبع شدہ کتاب سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔ وہ ایک اچھے خاصے آرٹسٹ بھی ہیں۔

کچھ برس پہلے جب میں پور بندر گیا تھا اور ہمدانی صاحب کے ہی دولت کدہ پر ٹھہرا

تھا، اس وقت ہمدانی صاحب نے تذکرہ کیا تھا کہ ایک کتاب شروع کی ہے جس میں فن شاعری کے مختلف پہلوؤں کو لے کر اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے اس وقت سوچا تھا کہ شاید ہمدانی صاحب اپنی کتاب کا انداز یہ اپنائیں کہ اردو شاعری کی مختلف اصناف کا بیان کریں، ان میں اعلیٰ حضرت کی نعتوں اور دوسری تخلیق کا ذکر کر کے کتاب مکمل کر لیں۔ مگر اب جو یہ کتاب میرے سامنے آئی ہے تو میری تو آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

برسوں ہو گئے مجھے بھی شاعری کرتے ہوئے مگر آج تک فن شاعری کے بارے میں مجھے بھی وہ کچھ معلوم نہ تھا جو ہمدانی صاحب نے اپنی اس کتاب میں بتایا ہے۔ غالباً میں ہائی اسکول میں پڑھ رہا تھا جب ابا حضرت کی کتابوں میں ایک کتاب علم عروض پر دیکھی تھی اور ابا حضرت سے مانگ کر اسے پڑھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر میرے لیے اس کتاب کے مشتملات معنے کے اشاروں کی طرح تھے جو دائیں سے بائیں اور اوپر سے نیچے کے زاویوں میں لوگوں کو الجھا دیتے ہیں۔ میں نے اس معنے کے حل کی کوشش ترک کر دی اور کتاب ابا حضرت کے کتب خانے میں واپس رکھ آیا۔ جب میں اپنی پہلی نعت لکھ کر ابا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نعت کی اصلاح تو کی ہی، ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا کہ نعت کے میدان میں کچھ بننا ہے تو اعلیٰ حضرت کو پڑھو یعنی ان کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش کا مطالعہ کرو۔ میں نے حدائق بخشش پڑھنی شروع کی اور۔۔۔ اور مجھے شاعری آ گئی۔ یہ سراسر حضرت رضا بریلوی کا روحانی فیض تھا۔

ہمدانی صاحب نے اپنی اس تصنیف میں فن شاعری کے مختلف پہلوؤں کو جس ماہرانہ، فنکارانہ اور مشاقانہ انداز میں پیش کیا ہے اس کی بدولت یہ کتاب ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اردو ادب کے نصاب میں شامل کیے جانے کے قابل ہو گئی ہے۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ ہمدانی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر مستقبل قریب میں اعلیٰ حضرت کی

شاعری پر ریسرچ کرنے والوں سے ایک موضوع یقیناً چھین لیا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ آنے والی نسل کے محققین کے لیے یہ دعوت اور تحریک بھی پیش کی ہے کہ حضرت رضا کے نعتیہ کلام کو گہرائی سے دیکھیں، ہو سکتا ہے کہ اس سمندر کی تہہ میں اور کئی موتی پوشیدہ ہوں۔

حضرت رضا بریلوی کو اردو ادب میں وہ مقام نہیں دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے، اس بات کو لے کر ہمدانی صاحب نے اردو ادب کے ٹھیکے داروں کو کافی لتاڑا ہے۔ ان کا تاثر نا بالکل صحیح ہے۔ آج کل لچر سے لچر مضمون باندھنے والے شاعر کو بھی اردو ادب والوں نے کوئی نہ کوئی مقام دے رکھا ہے۔ مگر ایک ایسے شاعر کو گنماہی کی سزا صرف اس لیے سنائی گئی ہے کہ وہ نعتیہ شاعر ہے۔ جبکہ میرا دعویٰ ہے کہ غزل کہنے سے کہیں زیادہ مشکل کام نعت کہنا ہے۔ میں نے ایک ملاقات میں مجروح سلطان پوری سے پوچھا تھا کہ آپ اتنے اچھے شاعر ہیں پھر بھی آپ نے نعت کی طرف کوئی توجہ کیوں نہیں کی؟ مرحوم نے کہا تھا: میاں سفر ج سے واپسی پر کوشش کی تھی کہ نعت کہوں مگر ہاتھ کاٹنے لگے اور قلم نے ساتھ نہیں دیا۔ غزل کا معاملہ اور ہے۔ کچھ بھی لکھو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ بھائی یہ کیوں لکھا۔ مگر نبی کی شان میں لکھتے وقت ہزار بار خیال آتا ہے کہ کہیں قلم سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو قابل گرفت ہو۔ نعت میں جو لغزش ہوئی تو دنیا والے الگ لعنت بھیجیں گے اور اللہ کا قہر الگ نازل ہوگا۔ اس لیے میاں، اپنی غزل ہی ٹھیک ہے۔

در اصل اس طرح کا خوف ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کے پاس دینی شعور یا دینی علم کی کمی ہوتی ہے۔ ایک با عمل عالم دین یہ جانتا ہے کہ قلم کی آزادی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے۔ اچھے برے میں امتیاز علم کے ذریعہ آتا ہے، مگر اسی علم کے ذریعہ جس کی اساس قرآن اور رسول کے فرمان پر ہو۔ امام الکلام حضرت رضا بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے علم الانسان مالہ یعلم کے اتھاہ خزانے سے کچھ قطرے عطا فرمائے

اور یہ عطا ان کے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں ملی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی زندگی کا ایک سطر مشن مقرر کیا تھا وہ یہ تھا: رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت کرو جیسی محبت کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے اس مشن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ دین و سنیت کے فروغ کی راہ میں ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف کی بات تو بہت بڑی ہو جائے گی، صرف ان کا دیوان حدائق بخشش ہی انھیں امتیازی حیثیت دلانے کے لیے کافی ہے۔ یہاں مجھے اپنے برادر بجاں برابر سید محمد اشرف برکاتی کے چار مصرعے پیش کرنے کی اجازت دی جائے جو انھوں نے اعلیٰ حضرت کے مخالفین کے سامنے ایک چیلنج کی صورت میں رکھے ہیں: وہ کہتے ہیں:-

منارِ قصرِ رضا تو بلند کافی ہے

تم اس کے ایک ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو

فتاوائے رضویہ تو اک کرامت ہے

ذرا حدائقِ بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

دنیا کے تمام بڑے شعراء نے محبوب کے زلف و رخسار؛ حسن و ادا، سراپا (نکھ شکھ)، شباب، خوبی گفتار، جادوئے رفتار غرض ہر ہر ادا کی تعریف میں قلم اٹھایا ہے۔ انگریزی میں شیلی، ٹینیسن، بارن، براؤنگ نے بہاریہ نظمیں لکھیں۔ ان میں سے کچھ نظمیں تو اتنی عریاں ہیں کہ انگریزی ادب کی بہت آگے کی کلاسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ہندی میں بہاری ست سٹی کے سات سو دو ہوں میں سے کئی ایک دو ہے ایسے ہیں جو منظر عام پر پڑھے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اردو ادب میں کئی شاعروں نے ایسے کلام لکھے ہیں جن میں محبوب کے سراپا کا ذکر ایسے بے باکانہ اور عریاں انداز میں کیا گیا ہے کہ وہ ادب لطیف کی جگہ ادب غلیظ بن کر رہ گئے ہیں۔ نعت کے میدان میں اس طرح کی کوئی آزاد نہیں ہے۔ نعت کہنا یعنی بردم تیغ قدم رکھنا۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام سے اردو شاعری

کو ایک نیا وقار عطا کیا۔ ہمدانی صاحب نے لکھا ہے کہ مسلکی اختلاف رکھنے والوں کی گھنونی سازش سے حضرت رضا کو اردو ادب میں ایک شاعر کی حیثیت سے کوئی مقام نہیں دیا گیا۔ یہی ایک وجہ نہیں تھی، دراصل اردو والے، چاہے مسلکی ہوں یا غیر مسلکی (کیونسٹ)، سب کو یہی خوف تھا کہ اردو ادب کے آسمان پر نعت کا سورج چمکا تو دوسروں کے چراغ ٹٹمانے لگیں گے اور آخر میں بجھ ہی جائیں گے۔ رضا بریلوی اردو ادب کے ٹھکیداروں کے لیے ایک ہوا بن گیا۔ اس کے پاس اقبال سے کہیں زیادہ وسعت فکر تھی، غالب سے کہیں بڑھ کر رومانیت تھی، میر تقی میر سے کہیں زیادہ اونچی پرواز تخیل تھی، داغ دہلوی سے کہیں زیادہ زبان کی سلاست اور نشتریت تھی، جوش ملیح آبادی سے کئی گنا زیادہ ذخیرہ الفاظ تھا۔ جگر سے کہیں آگے کا تغزل تھا، فانی سے کئی گنا زیادہ مضمون کا تسلسل تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس اور بھی بہت کچھ تھا جو اوروں کے پاس نہ تھا۔ اس کے پاس قرآنی علوم کی گہرائی تھی، حدیث رسول کی گیرائی تھی، فقہ حنفی کی محتاط روی تھی، مشرب قدرت کی متانت اور سنجیدگی تھی، اور اپنے پیرخانے یعنی مسلک برکاتیت کی درویشیت تھی۔ اور ان سب سے بڑھ کر اس کے پاس عشق رسول کی دولت تھی۔ آل رسول کی محبت تھی۔ اپنے مقصود کو ایسے چاہنے والے ہزاروں میں ایک ہوئے ہیں۔

میرے دادا حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی نے حضرت رضا بریلوی کو اپنی بیعت و خلافت سے نوازا۔ اور اس کے بعد فرمایا: ایک عرصہ سے مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ کل محشر کے روز میرا رب مجھ سے پوچھے گا آل رسول ہمارے لیے کیا لایا؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ مگر بفضلہ تعالیٰ آج وہ فکر دور ہو گئی۔ اب محشر کے دن رب پوچھے گا آل رسول ہمارے لیے کیا لایا؟ تو میں عرض کروں گا: احمد رضا کو لایا۔ دنیائے ارادت میں غالباً اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ ہے جب ایک مرشد اپنے رب کے حضور تجھے کے طور پر اپنے ایک مرید کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کر رہا ہے۔ دراصل شاہ آل رسول احمدی کی آنکھیں



نوجوان احمد رضا کے اندر چھپے ہوئے اس مجدد کو دیکھ رہی تھیں جس کے قلم سے مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کی راہ میں بیش قیمت تصانیف نکلنے والی تھیں، جو اپنے وقت کا ایسا عظیم عاشق رسول ہوگا کہ دشمنان رسول اس کی جان کے درپے رہیں گے۔ اور وہ اپنے مخالفوں کی دشنام طرازیوں کو یہ کہہ کر قبول کرے گا: مجھے برا کہتے ہیں تو کہنے دو، جتنے وقت تک وہ مجھے برا کہتے ہیں اتنے وقت تک کم از کم وہ میرے آقا و مولیٰ کی شان میں گستاخی کرنے سے تو دور رہتے ہیں۔ شاہ آل رسول احمدی نے یقیناً حضرت رضا بریلوی کے اندر چھپے ہوئے نعت گو شاعر کا بھی مشاہدہ کر لیا تھا۔ ان کے ولی عہد قطب مارہرہ سیدنا ابوالحسین احمد نوری نے ہل جزاء الاحسان الا احسان کے بمصداق حضرت رضا بریلوی کو چشم و چراغ خاندان برکات کے لقب سے نواز کر دنیا کو یہ جتلا دیا کہ دیکھو ہم سیدزادے بخیل نہیں ہیں۔ احمد رضا نے ہمارے نانا جان کے عشق میں خود کو فنایت کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تو اب وہ اہل بیت میں سے ہو گیا۔ اب وہ ہمارے خاندان کا ایک فرد بن گیا۔ اب ہر اس جگہ اس کا نام لیا جائے گا جہاں ہمارے خاندان کا ذکر کیا جائے گا۔ ع خان زادہ سیدوں کا اعلیٰ حضرت بن گیا۔

علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب کی طبیعت میں بڑی ضد ہے۔ وہ بڑے ہٹیلے ہیں۔ آج تک دنیا میں تین طرح کی ہٹ مشہور ہیں: راج ہٹ، بال ہٹ اور تریا ہٹ۔ میرے خیال سے اس میں ایک اور ہٹ کا اضافہ کر دیا جائے اور وہ ہے ہمدانی ہٹ۔ بہت پہلے ہمدانی صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ایک کتاب اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ترتیب دے رہا ہوں اس پر تقریظ آپ کو لکھنی ہے۔ میں نے اپنی مصروفیت کا بالکل سچا عذر پیش کیا۔ مگر ان کے بات کرنے کا انداز اتنا مسحور کن ہے کہ سامنے والے کے پاس انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ مجھے کہنا ہی پڑا: ٹھیک ہے۔ وقت ملا تو انشاء اللہ ضرور تقریظ لکھ دوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم یوں ہوا کہ میرا تبادلہ شیلانگ جیسے دور دراز علاقے میں ہو گیا۔ میں نے سوچا چلو

اس طرح ہمدانی صاحب کی گرفت سے بچنے کا موقع ہاتھ آیا۔ مگر ہمدانی صاحب جسے پکڑتے ہیں اسے چھوڑتے نہیں۔ میرے ساتھ ان کا معاملہ بہت قریب کا ہے، ان کے اور میرے معاملات اور روابط میرے جد کریم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اس فارمولے پر مبنی ہیں: ان کا دوست میرا دوست اور ان کا دشمن میرا دشمن۔ ہمدانی صاحب جن دنوں زنداں میں تھے، ایک بار میں ان سے ملنے گیا تھا۔ اس وقت انھوں نے اپنی کچھ تصانیف کے مسودے مجھے دکھائے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے میں تعجب میں پڑ گیا تھا کہ یہ شخص کس مٹی کا بنا ہے؟ اس کی پیشانی پر زنداں کی گھٹن کے آثار نہیں ہیں بلکہ زندگی کا نور ہے۔ اور وہ اس لیے کہ یہ کفار کی سرکار کی قید میں رہ کر دونوں عالم کے مختار، طیبہ کے تاجدار کے مشن کے فروغ کے لیے کام کر رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا: میں تو یہی دعا کر رہا ہوں کہ آپ یہیں رہیں، یہاں رہ کر آپ دین کی جتنی خدمت کر رہے ہیں وہ باہر رہ کر ممکن نہیں ہے۔ ان کے بچے جب بھی مجھ سے ان کی رہائی کے لیے تعویذ طلب کرتے اور میں تعویذ لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا تو اللہ تعالیٰ کا حکم کچھ ایسا ہوتا کہ یا تو بسم اللہ شریف لکھنے میں ہی کوئی غلطی ہو جاتی یا تکسیر میں۔ اس طرح کئی دنوں تک ان کے لیے اپنے گھر کا بڑا تعویذ نہ لکھ سکا۔ مگر جب دوسری بار ان سے ملنے زنداں گیا تو ان کی صحت کی خرابی دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور ممبئی واپسی پر میں تعویذ لکھنے بیٹھ گیا اور اس بار اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجھے کامیابی ملی۔ ہمدانی صاحب باہر آ گئے اور ہم لوگوں کی عید ہو گئی۔

زیر نظر کتاب کے پیش لفظ میں ہمدانی صاحب نے میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ صنعت مبالغہ کے تحت آتا ہے۔ میں خود کو ان کا چھوٹا بھائی سمجھتا ہوں کیونکہ وہ عمر اور علم میں مجھ سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔ ان کا تجربہ بھی مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ تو ان کی منکسر المزاجی ہے کہ وہ مجھے اتنی عزت سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی یہ کتاب میں نے سطر سطر پڑھی ہے۔ اس کی وجہ بھی جان لیجیے۔ ہوا یوں کہ مجھے ای میل سے کتاب موصول ہوئی۔ جب

میں نے ڈاک بکس کھولا تو میری نظر پہلے صفحے پر لکھی ایک سرخی پر پڑی جو اس طرح تھی:  
**”اس کی پوری تصحیح ہو چکی ہے۔“** مجھے پہلی ہی نظر میں بہت خراب لگا۔ گویا یہ سطر مجھے یہ  
 جتانے کے لیے لکھی گئی ہے کہ میں اس کتاب کے مشتملات میں قلم نہ لگاؤں اور صرف تقریظ  
 لکھ کر روانہ کر دوں۔ میں نے اپنا غصہ پی لیا اور کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔ یا اللہ!  
 تقریباً ہر صفحے پر املا و انشاء کی ایسی فاش غلطیاں کہ خود اردو کو بھی شرم آ جائے۔ یہ محض پروف  
 ریڈر کی لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔ میں نے تصحیح شروع کی۔ اور تین دن کی لگا تار محنت کے بعد  
 تین سو سے زیادہ اغلاط کی نشاندہی کر پایا۔ کچھ چھوٹی موٹی غلطیاں ابھی باقی ہوں گی اس کا  
 مجھے اعتراف ہے۔ چونکہ ہمدانی صاحب نے یہ کتاب بڑی محنت سے لکھی ہے اور موضوع  
 کے اعتبار سے یہ ایک معرکہ آرا تصنیف ثابت ہوگی، اس لیے میں نے اس کی تصحیح میں اتنا  
 وقت صرف کیا۔

حضرت رضا بریلوی کی شاعری کا شاید ہی کوئی پہلو ہمدانی صاحب نے چھوڑا ہو۔ اس  
 کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہمدانی صاحب نے کلام رضا اور اردو کے  
 نام نہاد صف اول کے شعراء کے کلام کے درمیان جو تقابلی موازنہ کیا ہے وہ اردو ادب میں  
 اپنی نوعیت کا منفرد کارنامہ ہے۔ کسی شاعر کے دیوان میں سے زلف، رخسار، چشم محبوب،  
 بہار، گلشن، وغیرہ وغیرہ موضوعات پر کہے گئے اشعار ڈھونڈ نکالنا بہت آسان ہے۔ مگر  
 عروض کی کس صنف میں کس صنعت کے تحت کون سا شعر کہا گیا ہے اس کی تلاش ایسی ہی  
 ہے جیسے بھوسے میں سوئی تلاش کرنا۔ ہمدانی صاحب کو تحقیق کا شوق جنون کی حد تک ہے۔  
 یہاں بھی وہی جنون کا فرما ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد آپ خود جان جائیں گے کہ تقابلی  
 موازنہ میں انھوں نے کتنی محنت اٹھائی ہے۔ کہاں کہاں سے اتنی باریکیاں اکٹھی کر کے  
 لائے ہیں کہ بے اختیار منہ سے واہ واہ نکل جاتا ہے۔

ایک بات ضرور کہوں گا: کہیں کہیں ہمدانی صاحب نے بہت ہی مشکل زبان استعمال

کی ہے۔ کہیں کہیں ان کے جملے کافی طویل ہو گئے ہیں۔ ایک جملہ شروع کر کے آگے بڑھتے بڑھتے ڈر سا محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ جملہ کہاں ختم ہوگا۔ زبان کو سہل بنایا جاسکتا تھا۔ مگر شاید ہمدانی صاحب نے ادق زبان کا استعمال اپنے موضوع کی مناسبت سے روارکھا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ یہ کتاب نہ صرف رضویات میں ایک بیش بہا اضافہ ہے بلکہ پورے اردو ادب میں بھی ایک ایسا نیا باب ہے جو آگے آنے والی نسل کو یہ سمجھنے کی صلاحیت عطا کرے گا کہ نعت گوئی بھی ایک مستقل فن ہے اور اس دریا کی غواصی عشق مجازی کے کنویں میں غوطے لگانے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد سوچتا ہوں کہ ہمدانی صاحب کی ضد پوری کر پایا یا نہیں؟ انھیں نظمیں کے قلم سے نکلی تقریظ درکار تھی۔ معلوم نہیں کہ نظمیں ہمدانی صاحب کے حسن ظن کے معیار پر پورا اترایا نہیں؟

فیضیاب کلک رضا

سید آل رسول حسنین میاں نظمیں مارہروی

سجادہ نشین، مارہرہ مطہرہ

شیلانگ، ۱۶ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

## تقریظ جلیل

از: شہزادہ احسن العلماء گل گلزار خاندان برکات حضرت شرف ملت  
قبلہ اشرف میاں صاحب مارہروی دامت برکاتہ

### ہمدان مصروف ہمدانی اور حسان الہند

مولانا عبدالستار ہمدانی مصروف کو میں نے کئی رنگوں میں دیکھا ہے۔ ایک کامیاب تاجر کی صورت میں بھی دیکھا اور ایک ہمہ جہت عالم و مناظر کی حیثیت میں بھی۔ سب سے پہلے ان کا نام والد محترم حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ رضواں کی زبانی سنا۔ ان کے بارے میں ان کا جو ریمارک تھا اس کا مفہوم یہ تھا کہ ”مولانا ہمدانی کو ”اعلیٰ حضرتیات“ سے بہت دلچسپی ہے اور اس موضوع پر ان کی بہت معلومات ہیں نیت میں خلوص ہے اور دل میں محنت و جستجو کا جذبہ ہے۔ یہ جماعت کے لیے بہت کام کے عالم ہیں“ والد گرامی خود ماہر رضویات بلکہ شارح رضویات کے منصب پر فائز تھے اس لیے انہیں مولانا ہمدانی کی اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضواں کے کارناموں سے متعلق دلچسپی، خلوص اور محنت بہت بھاتی۔ حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ بھی جب امام اہلسنت کے علمی و ادبی کارناموں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کارناموں کی باز آفرینی میں مولانا ہمدانی کے حصے کا بڑی فراخ دلی سے ذکر کرتے ہیں۔ ذاتی طور سے میں نے مولانا ہمدانی کی پہلی تحریر وہ دیکھی جو انہوں نے



والد محترم علیہ رحمت و رضواں کے وصال کے بعد ایک طویل مضمون کی شکل میں قلم بند کی تھی۔ حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ و رضواں کی ذات سے مولا ہمدانی نے جو فیض اٹھایا اس کا ذکر وہ کئی بار تحریراً و تقریراً کر چکے ہیں اس لئے میرا اپنے قلم سے اس ضمن خاص میں لکھنا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

”رضائے برکات“ کے گلشن عشق و محبت سے جاری فیضان عقیدت سے سرشار مولا نانا عبدالستار ہمدانی مصروف نے رفتہ رفتہ علمی و ادبی سطح پر اپنی پہچان بنانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ مولا نانا عبدالستار ہمدانی صوبہ گجرات کے سورا شتر علاقے کے معروف مقام پور بندر کے رہنے والے ہیں۔ پور بندر ساحل سمندر پر واقع ایک بڑا خوبصورت شہر ہے۔ پور بندر تاریخی اعتبار سے زمانہ قدیم سے ہی مشہور ہے۔ دینی اعتبار سے یہاں کے افراد متصلب راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ آج بھی اس علاقے میں خوش عقیدہ مسلمانوں کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے جن میں تھلب ف الدین بدرجہ اتم موجود ہے۔

علامہ ہمدانی گجرات کے باشندے ہیں جو قدیم و جدید علوم کا ادراک رکھتے ہیں۔ پٹھے کے اعتبار سے تاجر ہیں۔ لیکن اہل سنت کی معتقداتی قدروں کے تحفظ کا پاس اتنا ہے کہ ہمہ دم اس کے لئے مضطرب اور سرگرم عمل رہتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے انھیں گہری عقیدت ہے اور ان کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اب تک اچھی خاصی تعداد میں ان کی کتابیں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے منظر عام پر آچکی ہیں اس قدر مصروف زندگی رکھتے ہوئے انھوں نے اپنی تصانیف و تراجم کی سنجری (Century) پوری کر لی ہے۔

علامہ ہمدانی کی کئی کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی تمام کتابیں ان کے ذوق تحقیق، جذبہ جستجو، مشقت اور جانفشانی کی آئینہ دار ہیں۔ قدرت کی جانب سے انھیں لکھنے پڑھنے کا ایک خاص رنگ عطا ہوا ہے، جستجو کا ایک انوکھا

جذبہ پایا ہے۔ جب تک وہ (اپنے اعتبار سے) موضوع سے انصاف نہیں کر لیتے انہیں چین نہیں آتا۔ اس کتاب کا ورق ورق اس بات کا شاہد ہے کہ انہوں نے ایک ایک صنعت کے تقابلی مطالعے میں نامور شعراء کے کئی کئی مجموعے ہائے کلام کھنگال ڈالا ہے۔ قدیم محققین کا طرز تحقیق یہی رہا ہے۔ اب ایسے علمی حوصلے والے افراد کم دیکھنے کو ملتے ہیں یہ ذوق بلند اسی کو نصیب ہوتا ہے جسے اپنے مقصد سے جنون کی حد تک وابستگی ہوتی ہے۔ ہمدانی صاحب کی طبیعت میں جولانی بھی غضب کی ہے۔ وہ مضامین کے نئے نئے گوشے ڈھونڈ ڈھونڈ کے لاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں کئی ایک انوکھے گوشے موجود ہیں۔

در اصل ایمان اور عقیدے کا بے لوج ہونا اعتقادات کے لوازم میں سے ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ جنت کا حق دار۔ ایمان میں پختگی کا ثمرہ محبت ہے اور یہ کیفیت بھی بہت ہی عجیب ہے۔ حکماء کا کہنا ہے کہ عشق جو محبت کی آخری کیفیت ہے وہ بتدریج انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی ارتقائی منازل مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ لگاؤ
- ۲۔ جھکاؤ
- ۳۔ چاہت
- ۴۔ محبت
- ۵۔ عشق

کیفیت عشق حقیقی بھی ہے اور مجازی بھی۔ یہ لگاؤ کائنات، یا مخلوق کائنات سے ہو تو عشق مجازی کہلاتی ہے لیکن جب عقیدت اور توجہ کی تمام جہتیں خالق کائنات کی جانب متوجہ ہوں تو اسے عشق حقیقی کہتے ہیں۔ مختصر لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسی عقیدت جو کسی مفاد یا مادیت پر مبنی ہو وہ عشق حقیقی نہیں ہے۔ عشق حقیقی میں نیبِ خیر، خلوص اور روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ امن و سلامتی اپنے جلو میں ایک خاص جمالیات کی کیفیت رکھتے ہیں۔ جمالیات سے نہ کسی کو فرار ہے اور نہ انکار بس پسند اپنے اپنے ذوق کے مطابق ہے۔ اسلام فطری جبلتوں کو نہ تو سرے سے ختم کر دینے کا قائل ہے اور نہ بے لگام اس کو چھوڑ دینے کا قائل ہے۔ بلکہ عدل کی بالادستی کو ہر حال میں قائم رکھنے کے باوجود اسلام عفو و درگزر کا بھی سبق دیتا ہے۔ صاف اور صریح بات تو یہ ہے کہ اعتدال دین اسلام کا حسن ہے اور اس کی پابندی ہر مومن کے لیے لازم۔ کیونکہ کائنات ایک نظم کے تحت جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بے کار اور بے فائدہ نہیں پیدا کیا ہے۔ سب کی ضرورت ہے اور سب کی افادیت ہے۔

کلام انسان کی فطری خوبی ہے اور یہ ایک نظام اور قواعد و ضوابط کا پابند بھی ہے۔ مافی الضمیر کے اظہار کا اس سے بڑھ کر کوئی اور وسیلہ نہیں ہے۔ مافی الضمیر کے اظہار کا یہ ملکہ قدرت نے انسان کو احسن انداز میں عطا فرمایا ہے۔ مگر وہ لوگ جو اس میں ایک خصوصی کمال رکھتے ہیں انھیں ”قادر الکلام“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

نثر و نظم کے حوالے سے قادر الکلام ادباء اور شعراء کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اس خصوصیات کے حامل افراد دنیا میں رائج لسانیات کے ہر خطے میں پائے جاتے ہیں۔ جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ یہاں فرداً فرداً سب کا ذکر ممکن نہیں۔ ان حضرات کی شہرت عام ہے اور اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ بات تو میں نے شروع کی تھی عقیدت و محبت اور عشق سے اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ اظہار عشق کے ذرائع میں غزل، نظم، گیت، قصیدے کے علاوہ حمد و نعت و منقبت بھی شامل ہیں۔ لفظیات کی اصطلاح بس مجاز و حقیقت کے اعتبار سے بدل جاتی ہیں مگر جذبہ عشق کائنات کے ہر فرد میں پایا جاتا ہے۔ عشق کی فرماں روائی بڑی مستحکم، محیط اور عام ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

مزاج و کیفیت کے اعتبار سے عاشق صادق، حسن محبوب کے جلوہ جمال

سے دائمی لذت وصال کے حصول کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے اور جدوجہد کی یہ منزل عاشق صادق کو اپنے ہم عصروں میں ایک ایسا ممتاز مقام عطا کر دیتی ہے جو اس کی اپنی ذاتی شناخت بن جاتی ہے۔ ماضی قریب کے ایک قادر الکلام شاعر اور ممتاز عالم دین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شناخت اپنے زمانے میں ایک عالم، عاشق، مداح رسول کی حیثیت سے ہے۔ ان کی اس شناخت کا اعتراف ان کے متعلقین و محبین کے علاوہ مخالفین کو بھی ہے۔ یہ بات صرف اعتراف زمانہ کے پس منظر میں کہی گئی ہے ورنہ بات تو یہاں جہت و عقیدت اور فیضان محبت کی چل رہی ہے اور اس ضمن میں منافرت کا ذکر ہی مناسب نہیں کیوں کہ خود فاضل بریلوی کا بھی کہنا ہے ع

طیبہ نہ سہی افضل ، مکہ ہی بڑا زاہد

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اپنے دور کے تبحر عالم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں جسمانی اعتبار سے بریلی اور قلب و روح کے اعتبار سے خانقاہ عالیہ مارہرہ مطہرہ (ایضہ) سے متعلق تھے۔ بے شک فاضل بریلوی نے فیضان محبت رسالت تو شریعت مطہرہ کے مقتدر علماء کرام سے حاصل کیا۔ مگر عرفان محبت رسالت کو عطا کرنے کے لیے ہندوستان کی معروف قادری خانقاہ مارہرہ مقدسہ کی معروف زمانہ بزرگ ہستی، واقف اسرار شریعت و طریقت، جبل استقامت، راز دار علم اہل بیت رسالت، شیخ طریقت کے فیضان کرم نے فاضل بریلوی کو علم و ادب کے علاوہ روحانیت کے اس مقام پر فائز کیا جس پر ان کے ہم عصروں نے رشک کیا۔ حمد و ثنا، نعت و منقبت کے میدان میں فاضل بریلوی نے اپنی ایک شناخت بنائی اور یہ امتیاز میں سمجھتا ہوں، کہ فاضل بریلوی کو قدرت کی جانب سے ہی عطا کیا گیا۔

اردو شاعری کا آغاز حضرت امیر خسرو سے ہوتا ہے اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز م ۸۲۶ھ محمد قلی قطب شاہ م ۹۸۸ سے ہوتا ہوا میر و سودا،

غالب و داغ اور امیر و اقبال تک پہنچتا ہے جہاں اس کا قد خاصا نمایاں، واضح اور بلند ہو جاتا ہے اور جب اس کنیوس کو نعت پاک کی مقدس فضا میں لے جاتے ہیں تو اس پر خواجہ میر درد، امیر مینائی، محسن کا کوروی، کافی مراد آبادی کے جلو میں حضرت رضا بریلوی کا نعتیہ رنگ بھی بڑا ممتاز نظر آتا ہے۔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، اردو نعتیہ شاعری کا سرنامہ کہی جاسکتی ہے۔

مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے اپنی کتاب ”فن شاعری اور حسان الہند“ میں اردو نعتیہ شاعری کے اسی سرنامے کو بہت واضح اور آسان انداز میں اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے فیض کا بادل فاضل بریلوی کی ذات گرامی پر ٹوٹ کے برسا۔ عشق رسول کی برکت ہے کہ آپ کے تذکرے بحر و برکی و سعوتوں میں پھیل گئے۔ حاسدین اور مخالفین نے آپ کی جگ پھیلتی شہرت پر لاکھ بند باندھے لیکن آپ کے ذکر کا سیل رواں کسی سے نہ رک سکا۔ علامہ ہمدانی علوم رضا کی تعداد ۲۱۵ شمار کرتے ہیں دینی اور دنیاوی علوم کے اس عبقری امام نے اپنی ساری علمی توانائیاں اپنے محبوب کی یاد، ان کے محبت بھرے تذکرے، ان کے دین کے فروغ اور ان کے ارشادات کی اشاعت کے لیے وقف کر دیں۔ ان کی پوری زندگی سیرت نبوی کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

علامہ ہمدانی کی یہ کتاب امام احمد رضا کے نعمات محبت اور سرود عشق کا وضاحتی بیان ہے امام احمد رضا کو جب یاد محبوب بے کل کرتی تو شعروں کی ٹھنڈک سے دل کو ذرا تسلی دے لیتے ہیں خود فرماتے ہیں:

”جب سرور عالم ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں۔ ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی شاداب نعتوں میں صرف عشق کے تقاضے ہی نہیں پورے کئے بلکہ احتیاط و ادب کے دامن کو بھی مضبوطی سے تھام رکھا ہے حضرت عرفی شیرازی کا شعر ہمہ دم آپ کے پیش نظر رہا ہے.....



عرفی مشابہ این رہ نعت است نہ صحرا

آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

آپ نے صراط نعت کو بہت تیز گامی، سبک خرامی اور خوش انجامی کے ساتھ طے کیا ہے۔ آپ کے نعتیہ مجموعہ کلام کا ہر شعر اس بیان کی صداقت کا آئینہ دار ہے۔ یہی سبب ہے کہ معاندین نے خاصی شورشیں برپا کیں، بہتان تراشے، طوفان اٹھائے، کج بحثیاں کیں، غبار اڑائے لیکن آپ کے جذبہ عشق کو رسوا نہ کر سکے، بلکہ ایک دنیا نے آپ سے محبتوں کے آداب سیکھے ہیں، آپ کے عشق رسول کی جوت سے دلوں کے چراغ روشن ہوئے ہیں، اور زبان و قلم کے لب و لہجے سنبھلے ہیں۔ آپ کا قصیدہ سلامیہ، مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے۔ آپ کا قصیدہ معراجیہ اردو شاعری کا جھومر ہے، آپ کی چہار لسانی نعت“لم یات نظیرک فی نظر“ یہ دنیا کا ہر کہ مہ سردھنتا ہے۔ آپ کا قصیدہ درودیہ“کعبہ کے بدرالدجی تم یہ کڑوروں درود“، سن کر آج بھی دل تڑپ اٹھتے ہیں، آپ کے قصیدہ نوریہ“صبح طیبہ میں ہوئی بٹا ہے باڑا نور کا“ کی بہاریہ ترنگ دلوں میں کیف عشق کی برسات لے آتی ہے۔ یہ مقبولیت، یہ کیف یہ والہانہ پن، درد مندی، یہ کسک لفظوں میں یونہی نہیں پیدا ہوتی۔ ہر چہ از دل خیزد بردل ریزد“ کی کرشمہ سازی اور خون جگر کی آمیزش نہ ہو۔

شاعری دلوں کی آواز ہوتی ہے جو جذبوں کے ساز اور فکری مضرب کے تال میل سے برآمد ہوتی ہے۔ اس میں جب تخیل کی پرواز اور فکر کی بلندی کے حاشیے شامل ہوتے ہیں تو اسے شعریت کی سند دیجاتی ہے۔ وزن و بحر شاعری کے تلازمے ہیں اجزاء نہیں۔ اچھوتا خیال، نادر فکر، تخیل، سنجیدہ فلسفے جب دلکش پیرائے میں اوزان کے اسٹیج پر آتے ہیں تو شعر کا روپ دھار لیتے ہیں۔ معانی و بیان اور بدیع کی صنعتیں اطلس و کنوایاں کی قبائیں ہیں جو اس پیکر شعری کو اور دیدہ زیبی اور رعنائی عطا کرتی ہیں۔ شعر و سخن کے یہ سبھی زاویے امام احمد رضا کے حریری

شعروں میں موجود ملتے ہیں اور وہ بھی بہت اعلیٰ پیمانے پر۔ اسی خصوصی نکتے کو اس کتاب میں کافی آسان وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور اس پیشکش کا خصوص یہ ہے کہ اس میں تقابلی انداز میں اردو ادب کے اساطین کے کلام کو کلام امام احمد رضا کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ اور اس پس منظر میں معلوماتی گفتگو کی گئی ہے۔

افکار و خیال کی ترسیل میں فاضل بریلوی سے بعض اہل علم ممکن ہے کہ اختلاف کرتے ہوں مگر ان کی قادر الکلامی پر کوئی انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی ہے۔ فاضل بریلوی نے بارگاہ رسالت میں اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لیے نعت کو وسیلہ بنایا اور انھوں نے عربی، فارسی اور اردو زبان میں خوب نعت کہی۔ ان کا نعتیہ کلام ”حدائق بخشش“ کے نام سے ان کی حیات میں شائع ہوا جو ان کے کلام کا مستند مجموعہ ہے۔ فاضل بریلوی کے اس دیوان کو ہر فکر کے ادباء و شعراء و دانش ور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

لسانیاتی تاریخ کی مطالعے سے یہ بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ زبان و ادب ہر دور اور ہر زمانے میں مختلف افکار و نظریات اور تحریک سے متاثر ہوتے رہے ہیں بد قسمتی سے کلیسا کے طرز عمل سے تنگ آ کر اس دور کے دانشوران قوم نے مذہب کو ہی اپنی ترقی کا سب سے بڑا دشمن تصور کر لیا۔ اور پھر اپنے افکار و نظریات کی ترسیل میں لاندہ بیت کو بنیادی نکتہ قرار دے کر اپنے خیالات کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ لاندہ ہی دور کا پس منظر ابھی تک پورا ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ”اشتراکیت“ نے مذہب کو اپنا مد مقابل سمجھا۔ مادیت کو روحانیت پر غالب کرنے کے لئے ہر ممکن منظم کوشش کی گئی۔ ادبیات سے مذہبی ادب کو خارج کرنے کا جو سلسلہ چلا اس کا اثر اردو زبان و ادب پر بھی پڑا۔ پھر داخلی طور پر بہت سے مکاتب فکر کا اپنا وجود بھی مسلکی عصبیت کا باعث بنا۔ اس طرح خاص طور سے نعت کی صنف کو اہل سنت و الجماعت کے دانشوروں کے علاوہ دیگر ادباء شعراء نے وہ مقام نہیں دیا جو اس صنف کو ملنا چاہئے تھا یا جو قصیدہ اور مرثیہ کو ملایا

ایک باضابطہ کوشش اور تحریک سے مرثیہ کو باضابطہ ادبی اصناف میں شامل کیا گیا۔ ادھر حالیہ چند برسوں میں نعت پر کام ہوا ہے۔ خوش فکر دانشوروں نے اس صنف پر کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ بعض جامعات نے اس موضوع پر تحقیقی کام کرائے ہیں اور Ph.D کی ڈگریاں بھی تفویض کی ہیں۔

ہندوستان و پاکستان میں نعت پاک کا کام شروع ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ لیکن کام کی رفتار سے اہل فکر و نظر کو خوشی حاصل ہوئی ہے۔ نعت گوئی اور نعت خوانی کے مختلف دبستان بھی پاکستان میں قائم ہوئے ہیں۔ بلکہ کراچی، لاہور، بمبئی وغیرہ کے علاوہ دیار یورپ میں بھی نعت اکیڈمی قائم ہونے کی اطلاع موصول ہو رہی ہے۔ ان حالات سے خوش فکر حضرات کا متاثر ہونا لازمی امر ہے۔ مولانا عبدالستار ہمدانی ایک عالم دین ایک خوش عقیدہ شاعر اور ایک فراخ دل تاجر ہیں۔ لکھنا پڑھنا ان کی ضرورت بھی ہے اور عادت بھی۔ غالباً اپنی مشغولیت کے پیش نظر انھوں نے اپنا تخلص مصروف رکھا ہے اب یہ واقعی مصروف ہیں۔ لیکن ان کی مصروفیت کا مرکز فاضل بریلوی کی ذات گرامی ہے جو ان کے نزدیک بہت توجہ کی مستحق ہے۔ وقتاً فوقتاً فاضل بریلوی کے حوالے سے قلمی جہاد کا میدان سر کرتے رہتے ہیں۔ حسان الہند کے نام سے پیش نظر ضخیم کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ فاضل بریلوی کے شاعری کی خصوصیات کے تعلق سے یہ کتاب قابل توجہ اور لائق مطالعہ ہے۔ ہمدانی صاحب نے ۱۴ عنوانات کو خاص طور سے اپنا موضوع سخن بنایا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ آغاز سخن
- ۲۔ حسن مطلع
- ۳۔ وزن اور بحر
- ۴۔ تقطیع
- ۵۔ اقسام
- ۶۔ حمد اور نعت

- ۷۔ حضرت رضا اور نعتیہ شاعری
- ۸۔ صفات فن شاعری
- ۹۔ حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت
- ۱۰۔ ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج، تجارت شاہی دربار کے طور طریقے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلام رضا میں تذکرہ
- ۱۱۔ حضرت رضا نے فن شاعری کس طرح سیکھا
- ۱۲۔ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہ دی گئی
- ۱۳۔ حضرت رضا بریلوی کے ایک شعر پر اعتراض
- ۱۴۔ ۱۱۴ علوم و فنون میں حضرت رضا کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال
- ۱۵۔ اتنی عرضِ آخری سن لو ذرا!
- ۱۶۔ کلک رضا کی برق بار جولانیاں
- ۱۷۔ ایک نظر ادھر بھی!
- زیر نظر کتاب درج ذیل عناوین پر مشتمل ہے۔ لوازمات شعر حسن مطلع۔ وزن اور بحر تقطیع۔ اقسام شعر۔ حمد اور نعت۔ حضرت رضا اور نعتیہ شاعری۔ صناعات فن شاعری۔ صنعت استعارہ۔ صنعت تشبیہ۔ صنعت مبالغہ۔ صنعت اقتباس۔ صنعت تضاد۔ صنعت تلمیح۔ صنعت حسن تعلیل۔ صنعت مراعاة النظر۔ صنعت تضمین۔ صنعت تشبیہ۔ صنعت مرصعہ۔ صنعت تنسیق الصفات۔ صنعت اتصال ترتیبی۔ صنعت مقلوب مستوی۔ صنعت مسط۔ صنعت حسن طلب۔ صنعت ترجیع بند۔ صنعت مسط۔ صنعت غزل الشفتین۔ صنعت ابہام۔ خد تو ام۔ صنعت اشتقاق۔ صنعت شبہ اشتقاق۔ صنعت سیاق الاعداد۔ حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت۔ ہندوستانی رسوم وغیرہ کا کلام رضا میں تذکرہ۔ حضرت

رضانے فن شاعری کس طرح سیکھی۔ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہیں دی گئی۔ حضرت رضا کے ایک شعر پر اعتراض۔ ۱۱۴ علوم فنون میں حضرت رضا کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال۔ اتنی عرض آخری سن لو ذرا۔ کلک رضا کی برق جولانیاں۔ ایک نظر ادھر بھی۔

عناوین کی اس دراز فہرست پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی موضوع کی وسعت اور اس کا احاطہ، تنوع و جستجو و تحقیق جیسے اوصاف نمایاں ہو جاتے ہیں ان تمام عناوین پر مصنف نے سیر حاصل داد تحقیق دی ہے اور ترتیب کے انتشار سے ذرا ہٹ کر دیکھا جائے تو موضوع کی ایک جامع ترتیب سامنے آتی ہے۔ ابتدا ہوتی ہے شاعری اور نعتیہ شاعری کے تعارف سے پھر احادیث کریمہ کی روشنی میں شعر حسن اور شعر قبح کی امتیازی دائرے کھینچے جاتے ہیں۔ اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو نعتیہ شاعری کا نقطہ آغاز اور اہم اساطین پیش ہوتے ہیں۔ پھر لوازمات اور دیگر ضروریات شاعری کی اصطلاحی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد حسن مطلع سے لے کر اخیر عنوانات شاعری تک استاذ شعراء کے کلام سے کلام رضا کا تقابل پیش کرتے ہیں اور اس فن میں امام احمد رضا کی برتری مدلل انداز سے ثابت کرتے ہیں جن شعراء کے کلام سے کلام رضا کا تقابل پیش کیا گیا ہے ان میں غالب، فانی، اصغر، جگر اور فیض جیسے جید شاعر موجود ہیں۔

ان تمام موضوعات کو ہمدانی صاحب نے خوش اسلوبی کے ساتھ سمیٹا ہے۔ انداز بیان دلکش اور عبارتیں رواں ہیں۔ وضاحت میں کمال کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کی وضاحت سے دقیق مضامین اتنے پانی ہو جاتے ہیں کہ ایک عامی بھی سمجھ لے۔ ذہن نکتہ سنج اور نکتہ رس پایا ہے۔ اس لئے اخذ مفاہیم میں ندرت فکر کے حامل ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر کئے جانے والے بے بنیاد اعتراضات کا جو جوابات آپ نے رقم کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اس کے مطالعے سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ مفاہیم کو ذہنوں سے قریب کرنے میں انہیں کس قدر ملکہ حاصل ہے اور اس کتاب کی سب سے بڑی

خوبی یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کلام کو اس کے مفہوم سمیت عام ذہنوں تک پہنچا دیتی ہے اور اپنی اسی خوبی کے سبب ان شاء اللہ تعالیٰ عمومی سطح پر یہ محنت جلد مقبولیت حاصل کر لے گی۔

مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنے مقدمے میں بات بہت پھیلا کر کی ہے۔ بہت سارے مقامات پر تفصیل سے کام لیا ہے۔ تفصیل اور وضاحت کے ضمن میں بہت ساری مثالیں دے کر بات کہنے کی کوشش کی ہے جیسے حضور نے ایک صحابی کے ایک شعر کی اصلاح کس طرح کی اس کو مولانا ہمدانی کی لفظوں میں ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

”بارگاہ رسالت کے ایک شاعر تھے جن کا نام حضرت اعمش بن مازن بن عمرو بن تمیم تھا۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ایک شعر بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا جس میں عورتوں کی شکایت تھی۔ اس شعر میں ایک مصرعہ یہ تھا۔

”زهن شر غالب لمن غالب“

حضور اقدس ﷺ نے اس مصرعہ کی اصلاح فرماتے ہوئے اس کو اس

طرح بدل دیا کہ:

”امن شر غالب لمن غالب“ (مدارج النبوة، اردو جلد ۲ ص ۱۰۱۷)

نعت لکھنے یا پڑھنے والے صحابہ کرام کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا طرز

عمل کیا تھا۔ اس کے متعلق مولانا ہمدانی لکھتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے

مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس

ﷺ کی مدحت بیان کریں اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”إن اللہ یوید

حسننا بروح القدس ما دام یناقح عن رسول اللہ ﷺ“

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے۔“



جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دشمنوں کی ہجو کرتے ہیں  
 “(مدارج النبوة)

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر  
 تیر کے آنے اور اس کے چبھنے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا کہ حق  
 تبارک و تعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت و قدرت  
 بخشے، اسے چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور آپ کے دشمنوں  
 کی ہجو اور مذمت میں کوتاہی نہ کرے۔

ایک مرتبہ بنی تمیم کا وفد بارگاہ رسالت میں آیا اور وہ لوگ حضور کی  
 شان میں گستاخی کرنے لگے۔ بنی تمیم کا وفد اشعار پڑھ کر گستاخی کر رہا  
 تھا۔ حضرت حسان بن ثابت نے اسی وقت قصیدہ مرتب کیا اور بنی تمیم  
 کے وفد کو ایسا دندان شکن جواب مرحمت فرمایا کہ بنی تمیم کو اپنے بجز کا  
 اقرار و اعتراف کر کے کہنا پڑا کہ محمد (ﷺ) کے شاعر ہمارے شاعر  
 اور خطیب سے بہتر ہیں۔ نیز حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ حسان  
 مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت و نشانی ہیں۔ منافق ان  
 کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان ان سے دشمنی و عداوت نہیں  
 رکھتا۔ (مدارج النبوة)

حضرت قیس بن عبد اللہ بن عمرو المعروف ”تابعہ جعدی“ نے بارگاہ  
 رسالت میں حاضر ہو کر حضور اقدس ﷺ کی شان میں ایک طویل  
 قصیدہ مرتب فرمایا۔ اس قصیدہ میں وہ عرض کرتے ہیں کہ:-

”آیت رسول اللہ اذا جاء بالهدی ÷ ویقلوا کتابا کالمخبر سرآ  
 حضرت تابعہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ کو دعادی گئی کہ ”لا یفیض  
 فاک“ یعنی اللہ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔ حضور اقدس کی مبارک دعا  
 ہوا کہ حضرت تابعہ جعدی کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی ہوئی لیکن ان کے منہ

میں تمام دانت بہترین اور تمام لوگوں سے زیادہ سخت ترین تھے۔“  
 صحابہ کرام بارگاہ رسالت میں اپنی خوش عقیدگی کا اظہار اشعار کے پیکر میں  
 کن لفظوں میں کرتے تھے اس کی ایک مثال ملاحظہ کریں۔ مولانا ہدانی لکھتے ہیں:  
 ”حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ  
 کی مدوح و ثنا میں عرض کیا کہ:-

”لو لم یکن فیہ آیات مبینة ۛ کانت بدیہة بینک بالخیر“  
 عہد رسالت میں نعت گوئی کے ارتقاء کے متعلق مولانا ہدانی لکھتے ہیں:

عہد رسالت میں ملک عرب میں عربی شاعری کا جادو پھیلا ہوا تھا۔  
 ”بڑے بڑے نامور شعراء نے فصیح و بلیغ عربی میں شاعری کر کے  
 اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے  
 سامنے ان کی شاعری ماند پڑ گئی اور عرب کے بڑے بڑے فصحا نے  
 حضور اقدس ﷺ کے سامنے عاجز ازانوے ادب تہہ کئے۔ قرآن  
 مجید اور حضور اقدس ﷺ کے دربار کے تعلیم یافتہ شعراء نے اپنے  
 ارفع و اعلیٰ کلام سے مبہوت اور ساکت کر دیا اور نعت گوئی کا ایک  
 سلسلہ قائم ہوا۔ ہر دور میں عربی شعراء نے عشق رسول کے جذبے کو  
 اپنی شاعری سے اجاگر کیا۔ اور نعت گوئی کے آسمان کے درخشاں  
 سیارے کی طرح جگمگائے۔ حضرت شیخ محمد بن احمد جمال الدین یحییٰ  
 ☆ ابو محمد عبداللہ ☆ ابو زید عبدالرحمن بن سعید ☆ جمال الدین بن نباتہ  
 ☆ علامہ بوسیری ☆ امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ نے عربی شاعری کے  
 حسن کو دو چند کرنے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا پرچم بھی بلند فرمایا۔  
 خصوصاً علامہ بوسیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ”قصیدہ بردہ شریف“ اتنا  
 رائج اور مقبول ہوا کہ وہ اہل دل اور اہل عشق کے دل کی دھڑکن بن  
 گیا۔ مذکورہ شعراء نے اپنی سحر بیانی سے عربی شاعری کی زینت کو

چار چاند لگا دیئے اور ان کا کلام ہر مکان اور ہر محلے کی رونق بن گیا۔  
عالم اسلام کو عشق رسول کی سچی تڑپ اور طلب صادق کا احساس  
انہوں نے کرا دیا۔“

عہد رسالت کے چند نعت گو شعراء کے اسماء گرامی کی ایک مختصر فہرست قارئین کے  
سامنے پیش کرتے ہوئے مولانا ہمدانی لکھتے ہیں۔  
”بارگاہ رسالت ﷺ کے شعراء کرام کی فہرست بہت طویل ہے۔  
چند شعراء کرام کے اسماء گرامی اس طرح ہیں۔

- |   |  |
|---|--|
| ☆ حضرت حسان بن ثابت                         | ☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ                      |
| ☆ حضرت عامر بن اکوع                         | ☆ حضرت ابوسفیان بن الحارث                    |
| ☆ حضرت زبیر بن صرد جشمی                     | ☆ کعب بن مالک                                |
| ☆ حضرت عباس بن مرداس سلمی                   | ☆ حضرت عدی بن حاتم                           |
| ☆ حضرت حمید بن نور البلال                   | ☆ حضرت ابوالطفیل بن عامر بن وائلہ لیشی کتانی |
| ☆ حضرت ایمن بن خزیمہ اسدی                   | ☆ حضرت اعشی بن مازن عمرو بن تمیم             |
| ☆ حضرت ابو عبداللہ اسود بن سربج ساعدی تمیمی | ☆ حضرت لبید بن ربیعہ عامری                   |
| ☆ حضرت قیس بن عبداللہ عمرو بن عدی بن        | ☆ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین          |
| ☆ ربیعہ بن جعد المعروف ”نابغہ جعدی“         | ☆ وارضاء ہم عننا                             |

اسلام کی نشر و اشاعت عرب کے حدود تک محدود نہ ہو کر جب دنیا کے  
گوٹھے گوٹھے میں ہونے لگی تو پھر مختلف زبان و ادب میں نعت کہی جانے لگی۔  
نعتیہ ادب سے فارسی اور اردو زبانیں بہت مالا مال ہیں۔ فارسی نعت گو شعراء کے  
متعلق مولانا ہمدانی لکھتے ہیں:

”نعتیہ شاعری عربی زبان اور ملک عرب تک محدود نہ رہتے  
ہوئے ملک عرب کی سرحدوں کو عبور کر کے ایران کی سر زمین میں  
داخل ہوئی۔ اور ایران میں فارسی زبان میں نعتیہ شاعری کے عہد کا

آغاز ہوا۔ فارسی زبان کی شاعری نے نئی زینت و آرائش اختیار کی اور ادب کے نئے نئے زیورات زیب تن کئے۔ تعین لغت، قوانین صرف و نحو، الفاظ بندی، مرکبات نظم و نثر، جملہ بندی، سخن سازی، ربط و روانی، سخن طرازی، فصاحت و بلاغت، سخن پروری، سخن بیان، سخن آرائی، جوامع الکلم، سخن وری وغیرہ کے قوانین و ضوابط نافذ کئے گئے اور ان قوانین کے تحت ایک عاشق کے تخیلات، تصورات، مدعا، منشاء، تفکرات، جذبات دل، جوش و ولولہ، فکر رساں، فریفتگی، تاثر، غور و خوض، حالت قلب، سوختہ دلی، آزر دگی، تفتہ دلی، اضطراب، جذبہ عشق، جوش ایثار، ناکامی، مایوسی، یاس، امید، سرور، لگن، التفات، ارادت اور کیفِ دل کو حسن اسلوبی سے اشعار میں اظہار کرنے کا طرز اختیار کیا گیا۔ اور اس کے ضمن میں شاعری کا ایک مستقل فن متعین کر کے کئی صناعات ایجاد کی گئیں۔

فارسی نعتیہ شاعری میں ☆ حکیم سنائی غزنوی ☆ نظامی گنجوی ☆ حضرت سعدی شیرازی ☆ عطار نیشاپوری ☆ علامہ جلال الدین رومی ☆ حافظ شیرازی ☆ سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ☆ حضرت بوعلی شاہ قلندر ☆ حضرت علامہ عبدالرحمن جامی ☆ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی ☆ حضرت امیر خسرو طوطی ہند وغیرہ جیسے شہرہ آفاق ادباء اور جلیل القدر اولیائے ملت اسلامیہ نے حمد، نعت، منقبت وغیرہ میں اور فارسی نعتیہ شاعری کی شان و شوکت کو دوام بخشا۔ ان معزز اور معظم حضرات کے علاوہ ☆ میر درد ☆ عزت بخاری ☆ مرزا غالب ☆ اختر ایوان ☆ اقبال ☆ مظہر ☆ عرفی ☆ قدسی ☆ تطیری ☆ ظہوری وغیرہ جیسے قادر الکلام شعراء نے فارسی شاعری کو عروج کی منزلت میں پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

نعتیہ ادب کے فروغ میں فارسی کے بعد اردو کا مقام بہت بلند ہے اردو میں نعت کہنے والوں میں دو طرح کے شعراء پائے جاتے ہیں۔

۱۔ کل وقتی نعت گو شعراء: اس عنوان کے تحت آنے والے وہ شعراء ہیں جنہوں نے سوائے حمد و نعت اور منقبت کے نظم کے اور صنف سے غرض نہیں رکھی جیسے علامہ کافی مراد آبادی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ جزوقتی نعت گو شعراء: اس ضمن میں وہ شعراء شامل ہیں جنہوں نے زبان و ادب کے دیگر اصناف کے ساتھ پاکیزہ نعت کہنے کی بھی طرح ڈالی اور وقتاً فوقتاً حمد، نعت اور منقبت کے اشعار بھی کہتے رہے۔

اردو شاعری دو طرح کے شعراء کے کلام سے اپنے دامن کو پر کئے ہوئے ہے۔ اردو شاعری کے متعلق مولانا ہمدانی کا اپنا خیال ہے کہ

”فارسی نعتیہ شاعری کے بعد اردو نعتیہ شاعری کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (المتوفی ۸۲۶ھ)، فخر الدین نظام (المتوفی ۸۲۵ھ) اور محمد قلی قطب شاہ (المتوفی ۹۸۸ھ) کے کلام میں نعتیہ شاعری کے ویدار ہوتے ہیں۔

اردو شاعری میں عشق حقیقی کے علاوہ عشق مجازی کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ فارسی اور عربی شاعری میں اکثر و بیشتر اولیاء، ائمہ، علماء، صوفیاء، صلحاء وغیرہ مذہبی ذہنیت رکھنے والے حضرات کا تسلط رہا، لہذا عربی اور فارسی شاعری میں زیادہ تر کلام عشق حقیقی کے تحت حمد، نعت، منقبت، تصوف پر مشتمل ہے لیکن اردو شاعری میں اولیاء و علماء کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں نے قلم کاری کی ہے۔ یہاں تک کہ اردو شاعری میں بہت سارے پیشہ ور شعراء بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے اردو شاعری میں عشق مجازی کا بازار گرم کر دیا۔ اردو شاعری نے مایوس اور اندوہ گیس لوگوں کو رنگینی سخن سے سکون و قرار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے میدان میں

راجا سے لے کر رعیت کے ہر طبقے، ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملت، اور ہر قسم کے شعراء جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علماء اور دیگر مذہبی شعراء کے علاوہ دنیا دار شعراء نکل پڑے۔ نتیجہ عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق نمایاں طور پر عیاں ہو گیا۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی کی الگ الگ راہوں پر گامزن ہو کر شہرت حاصل کرنے والے اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے اسماء اس طرح ہیں:-

☆ فراق بیچا پوری	☆ محشر	☆ علامہ اقبال	ولی دکنی
☆ مرزا اسد اللہ خاں غالب	☆ حسن بریلوی	☆ میر عبدالحق دہلوی	سودا
☆ جگر مراد آبادی	☆ جلیل	☆ داغ دہلوی	میر تقی میر
☆ رگھوپتی سہائے فراق گورکھ پوری	☆ آتش	☆ دانش	اکبر الہ آبادی
☆ الطاف حسین حالی	☆ حفیظ جالندھری	☆ ریاض خیر آبادی	امیر مینائی
☆ انشاء اللہ خاں انشاء	☆ نشتر	☆ وصل	محسن کاکوری
☆ میر بہر علی انیس لکھنوی	☆ بیدل	☆ عرشِ ملسانی	عمر خیام
☆ محمد ابراہیم ذوق دہلوی	☆ کرشن پرشاد	☆ میر درد	تاباں
☆ شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی	☆ نظیر	☆ جرات	اثر لکھنوی
☆ حضرت رضا بریلوی	☆ ہادی	☆ ظفر	سراج
☆ سیما ب اکبر آبادی	☆ کافی مراد آبادی	☆ شکیل بدایونی	امجد
☆ کنور مہندہ سنگھ بیدی سحر	☆ فیض احمد فیض	☆ منور	ہتھی مار ہروی
☆ جوش لیلچ آبادی	☆ اصغر گوٹھوی	☆ بیدم وارثی	بہزاد لکھنوی
☆ مومن خاں مومن	☆ ساحر لدھیانوی	☆ فانی بدایونی	جاں نثار اختر
☆ خمار بارہ بنکوی	☆ آرزو لکھنوی	☆ قنیل شفائی	حسرت موہانی

وغیرہ وغیرہ





مولانا ہمدانی نے اس فہرست کو زمانی قید کا پابند نہیں رکھا ہے۔

اردو شاعری کے اجزاء ترکیبی:-

ان تمام تفصیلات کے علاوہ مولانا ہمدانی نے اردو شاعری کے اجزاء

ترکیبی پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے۔

”اس وقت ہم صرف عشق حقیقی کے جذبے کے تحت مرقوم کی گئی شاعری کے تعلق سے ہی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے قبل کچھ ضروری اور لازمی وضاحت بھی کر دینا چاہتے ہیں کہ اردو شاعری کے لئے ہم بالکل سلیس زبان میں شاعری کے لوازمات قوافی، اقسام تخلیق، صفات وغیرہ پر گفتگو کریں گے تاکہ اردو زبان کا ابجد خواں بھی اردو شاعری کی حقیقت سے قدرے واقفیت حاصل کر سکے۔ حرف، لفظ، جملہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اقسام یعنی غزل، نعت قصیدہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کر کے صنعتوں کا تذکرہ بھی کریں گے اور ان تمام امور کی تفہیم کے لیے موقع سے مناسب مثال پیش کریں گے۔ علاوہ ازیں ان تمام کے انگریزی نام بھی درج کریں گے۔

اردو شاعری کے لوازمات اقسام اور صنعتوں کو تین اقسام میں تقسیم

کر کے پہلے ان کا اجمالی ذکر کیا جائے گا، بعدہ اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

لوازمات:- یعنی کسی شاعر کو شعر کہنے کے لیے ان لوازمات کی معلومات، ان کے استعمال پر عبور اور ملکہ ہونا چاہیے اور شاعر ان لوازمات کی رعایت و پابندی کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے۔

☆ حرف	☆ لفظ	☆ اعراب	☆ کلمہ	☆ مصرعہ
☆ شعر	☆ بیت	☆ بند	☆ ردیف	☆ قافیہ
☆ مطلع	☆ حسن مطلع	☆ مقطع	☆ مقفص	☆ مشجع
☆ ٹیپ	☆ بحر	☆ تقطیع	☆ وزن	☆ ربط

## ☆ سکتہ ☆ تخلص

شاعری کی مختلف اصناف ہیں۔ مولانا ہمدانی نے اس پر تفصیل سے بمع مثال لکھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ شاعری کے اقسام کے متعلق لکھتے ہیں۔  
 ”شعر کی زمین، طرح، مضمون، انداز شعر گوئی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعر کی تخلیق کو ایک مخصوص قسم قرار دیتے ہوئے اس تخلیق کو ایک منفرد نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

☆ نظم ☆ لوری ☆ گیت ☆ سرود ☆ غزل  
 ☆ حمد ☆ نعت ☆ مثنوی ☆ قصیدہ ☆ مرثیہ  
 ☆ قطعہ ☆ مثلث ☆ رباعی ☆ مخمس ☆ منقبت  
 ☆ مسدس ☆ مستزاد ☆ وغیرہ۔

یہاں ہیئت اور موضوع سے متعلق اصناف کی درجہ بندی کا ذکر ہو جاتا تو بہت مناسب تھا۔

## صنعات:-

مضامین و خیال کے اعتبار سے شاعری کے صنعات کی تعداد بھی بہت ہے۔ مولانا ہمدانی نے پہلے ان کی ایک فہرست مرتب کی بعد میں ان تمام صنعات کی تعریف مثال کے ساتھ لکھ کر قارئین کو سمجھائی ہے۔ صنعات کی فہرست ملاحظہ کریں۔  
 شاعر اپنی علمی اور ادبی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا حسن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فن شاعری کی متعین صنعات کا استعمال کر کے، اپنے اشعار کو مزین کر کے، ان کی انفرادی حیثیت قائم کرتا ہے۔ وہ صنعات ذیل میں اجمالاً مذکور ہیں:-

☆ استعارہ ☆ تشبیہ ☆ مبالغہ ☆ اقتباس  
 ☆ تضاد ☆ تلمیح ☆ تلمیح ☆ تجاہل عارفانہ  
 ☆ تجنیس کامل ☆ تجنیس ناقص ☆ مقابلہ ☆ مراعاة النظر

- ☆ مستزاد ☆ لف و نشر ☆ تضمین ☆ تشبیب ☆
- ☆ تنسیق الصفات ☆ خط توام ☆ گریز ☆ حسن تعلیل ☆
- ☆ اتصال ترتیبی ☆ قصیدہ مرصعہ ☆ ترصیع ☆ ترجیح بند ☆
- ☆ حسن طلب ☆ مقلوب مستوی ☆ مقوب کل ☆ مسط ☆
- ☆ غزل الشفتین ☆ ایہام ☆ اشتقاق ☆ شبہ اشتقاق ☆
- ☆ صیاق الاعداد ☆ وغیرہ وغیرہ ☆

وزن اور غزل :-

علاوہ ازیں مولانا ہمدانی نے شاعری کے اوزان بحور پر بھی سیر حاصل گفتگو کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔ کہاں تک تفصیل سے لکھا جائے۔ یہ تو قارئین ہی مطالعہ کے بعد اس کا اندازہ لگائیں گے۔ مولانا ہمدانی نے اعلیٰ حضرت کی نعت کی فنی اور ادبی خصوصیات سے اپنے قارئین کو روشناس کرانے کے لیے کس قدر محنت کی ہے اور کتنی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کا نچوڑ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ وزن اور بحر کا ایک پورا نقشہ بنا کر انہوں نے قارئین کے لئے سہولت فراہم کر دی ہے ملاحظہ کریں۔

”شعر کے وزن سے مراد یہ ہے کہ شعر کو تولنے کے لئے جو پیمانے مقرر کئے گئے ہیں انہیں بحر کہا جاتا ہے۔ ان بحور میں سے کسی ایک بحر کے مطابق شعر کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جو کلام کسی بھی بحر کے وزن پر نہیں ہوتا وہ شعر نہیں ہو سکتا۔ اسے نثر (Prose) کہا جائے گا۔ شعر کے وزن کرنے کا جو فن ہے وہ ”علم عروض“ کہلاتا ہے۔ اس فن کے ذریعہ اشعار کا وزن یا ان کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فن عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کی ترازو میں تولنے کا نام وزن ہے۔ جس کو تقطیع کرنا بھی کہتے ہیں۔ اس فن کا موجد بصرے کا ایک مشہور عالم خلیل بن احمد ہے۔ جو ۱۰۳ھ مطابق ۷۲۱ء میں پیدا ہوا

اور ۷۱ھ مطابق ۷۸۷ء میں وفات پائی۔ خلیل بن احمد نے شعر کے لئے پندرہ (۱۵) وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا۔ خلیل بن احمد کی مقرر کردہ بحور کے بعد ابوالحسن انخفش، برزجمہر، مولوی یوسف نیشاپوری اور ایک کسی نامعلوم شخص نے ایک ایک بحر ایجاد کی اور فن شاعری کے لیے کل انیس (۱۹) بحریں مقرر ہوئیں۔ پھر ان ۱۹ بحور کو الگ الگ بحروں میں تقسیم کیا گیا اور کل چہتر (۷۶) بحریں تعیین کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں لہذا ناظرین کی خاطر طبع فن شاعری کی سالم انیس (۱۹) بحور کا نقشہ مع اس کے اقسام و اوزان کے پیش خدمت ہے۔“

## نقشہ بحور مع کیفیت، اقسام و اوزان

نمبر بحر کا نام	کیفیت	کل اقسام	اس بحر سالم کا وزن
۱	ہزج مفرد	۱۱	مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۲	رجز //	۵	مستفعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۳	رمل //	۷	فاعلاتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۴	متقارب //	۶	فعولن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۵	کامل //	۱	متفاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۶	وافر //	۱	مفاعلتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۷	متدارک //	۷	فاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۸	منسوخ مرکب	۵	مستفعلن مفعولات - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۹	مضارع //	۷	مفاعیلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں

۱۰	سریع	//	۶	مستفعلن مستعلن مفعولات - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۱	خفیف	//	۳	فاعلاتن مستفعلن فاعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۲	محبت	//	۳	مستفعلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۳	مقتضب	//	۳	مفعولات مستفعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۴	طویل	//	۱	فعولن مفاعیلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۵	مدید	//	۱	فاعلاتن فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۶	بسیط	//	۱	مستفعلق فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۷	جدید	//	۱	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۸	قریب	//	۴	مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۹	مشاکل	//	۱	فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں

### میزان: ۷۴

مذکورہ بحر میں سے سات (۷) بحریں مفرد (Solitary) ہیں اور بارہ (۱۲) بحریں مرکب (Combined) ہیں۔ کل انیس (۱۹) بحریں اصل ہیں اور یہ انیس بحریں منقسم ہو کر کل ۷۴ بحریں ہو گئیں۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا نقشہ کے معائنہ سے ہو جائے گا۔ اردو ادب میں جو بھی شاعری لکھی جاتی ہے، وہ ان مذکورہ ۷۴ بحر میں سے کسی ایک وزن پر ہوتی ہے۔ کسی شعر کے لئے یہ طے کرنا کہ یہ کس بحر کے وزن پر ہے یہ ایک مستقل فن ہے اور اس فن کو علم عروض کہا جاتا

ہے لیکن علم عروض کا پورا دار و مدار تقطیع پر ہے۔

کلام رضا کی فنی خصوصیت :-

مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنی اس تحریر میں کلام رضا کی تین خوبیوں کی طرف کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے وہ خوبیاں ہیں۔

۱۔ حسن مطلع

۲۔ قریب المتر وک بحر کوئی زندگی

۳۔ کلام رضا میں سنسکرت اور ہندی زبان کا استعمال

اس کی پوری تفصیل مولانا ہمدانی کے لفظوں میں ملاحظہ کریں

## حسن مطلع

جس غزل یا قصیدے کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں اس کو حسن مطلع کہا جاتا ہے عموماً ہر شاعر اپنی غزل یا قصیدے کے مطلع یعنی پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کرتا ہے کیونکہ فن و ادب کے اعتبار سے وہ ضروری امر ہے مطلع کے بعد دیگر اشعار میں وہ صرف مصرعہ ثانی میں ردیف و قافیہ کا التزام کرتا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کرنا ضروری نہیں لیکن پھر بھی کبھی کبھی شاعر مطلع کے بعد کے شعر میں اس امر کی طرف التفات کر کے دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کر لیتا ہے۔ اور اس کا شمار شاعر کی فن کی خوبی میں ہوتا ہے اور شاعر کی اس خوبی فن کو سراہنے کے لئے ایسے شعر کو حسن مطلع سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کے نامور شعراء کے کلاموں میں حسن مطلع کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً:-

(۱) مرزا غالب :-

آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں  
ہے گریباں نگ پیرا، ہن جو دامن میں نہیں (مطلع)



ضعف ہائے گر یہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں  
 رنگ ہو کر اڑ گیا جوخوں کہ دامن میں نہیں (حسن مطلع)  
 مرزا غالب کے پورے دیوان میں صرف بارہ (۱۲) اشعار حسن مطلع کے  
 پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک غزل میں صرف ایک ہی حسن مطلع ہے۔  
 مرزا غالب کی صرف گیارہ غزلوں میں حسن مطلع کا ایک شعر ہے اور قطعات میں  
 صرف ایک قطعہ نمبر ۶ ”مسی آلودہ سر انگشت حنا لکھئے“ میں ایک شعر حسن مطلع کا ہے۔  
 (۲) فانی بدایونی:-

ابتدائے عشق ہے لطف شباب آنے کو ہے  
 صبر رخصت ہو رہا ہے اضطراب آنے کو ہے (مطلع)  
 قبر پر کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے  
 آفتاب صبح محشر ہم رکاب آنے کو ہے (حسن مطلع)  
 فانی بدایونی کے دیوان کلیات فانی میں کل انسٹھ (۵۹) اشعار حسن مطلع  
 کے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی غزل میں ایک کسی میں دو یا تین۔  
 جس غزل میں سب سے زیادہ حسن مطلع کے اشعار ہیں وہ غزل ”زبان مدعا آشنا  
 چاہتا ہوں۔ دل اب زندگی سے خفا چاہتا ہوں“ والی غزل ہے۔ اس غزل میں  
 حسن مطلع کے پانچ اشعار ہیں۔  
 (۳) اصغر گوٹھوی:-

مستی میں فروغ رخ جاناں نہیں دیکھا  
 سنتے ہیں بہار آئی گلستاں نہیں دیکھا (مطلع)  
 زاہد نے مرا حاصل ایماں نہیں دیکھا  
 رخ پہ تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا (حسن مطلع)  
 اصغر گوٹھوی کے کلام کے مجموعے ”نشاط زندگی“ اور ”سرور  
 زندگی“ میں حسن مطلع کے کل اڑتالیس (۴۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور ایک

غزل میں زیادہ سے زیادہ تین اشعار ہیں ایسی صرف دو غزلیں ہیں۔ ☆ ”رخ رنگیں پہ موجیں ہیں تبسم ہائے پہاں کی“ اور ☆ ”شاید کہ پیام آیا پھر وادی سینا سے“ ان دونوں غزلوں میں حسن مطلع کے تین اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۴) کلیل بدایونی:-

ہوں دل میں عشرت غم جاں لئے ہوئے

سحر ہے رنگ و بوئے گلستاں لئے ہوئے (مطلع)

ذوق گناہ عزم پشیمان لئے ہوئے

کیا کیا ہنر ہیں حضرت انساں لئے ہوئے (حسن مطلع)

کلیل بدایونی کے کلام کے مجموعے ☆ ”رعنائیاں“ ☆ ”صنم و حرم“

☆ ”شبستاں“ ☆ ”رنگینیاں“ میں کل ایک سو چوٹھ (۱۶۴) اشعار حسن مطلع کے

پائے جاتے ہیں۔ کل ایک سو چھیالیس (۱۴۶) غزلوں میں حسن مطلع کے اشعار

پائے جاتے ہیں لیکن بجز ایک غزل کے کسی بھی غزل میں حسن مطلع کے دو سے زائد

اشعار نہیں صرف ایک غزل ”دانستہ سامنے سے جو وہ بے خبر گئے ÷ دل پر ہزار طرح

کے عالم گزر گئے“ میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں۔ سولہ (۱۶) غزلوں میں

حسن مطلع کے دو دو اشعار ہیں اور ایک سو ستائیس (۱۲۷) غزلوں میں حسن مطلع کے

صرف ایک ایک شعر ہی ہے۔

(۵) فیض احمد فیض:-

شاخ پر خون گل رواں ہے وہی

شونجی رنگ گلستاں ہے وہی (مطلع)

سروہی ہے ، تو آستاں ہے وہی

جاں وہی ہے ، تو جانِ جاں ہے وہی (حسن مطلع)

فیض احمد فیض کے کلام کے مجموعے ☆ ”دستِ صبا“ ☆ ”نقشِ فریادی“

☆ ”زنداں نامہ“ ☆ ”دستِ تہہ سنگ“ اور ☆ ”سروادی سینا“ کی صرف تیرہ (۱۳)

غزلوں میں سب ملا کر صرف سولہ (۱۶) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک غزل کے علاوہ بقیہ بارہ (۱۲) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک ہی شعر پایا جاتا ہے۔ صرف ایک ہی غزل میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں اور وہ غزل ”طوفان بہ دل ہے ہر کوئی دلداردیکھنا بگل ہونہ جائے مشعل رخسار دیکھنا“ ہے۔  
(۶) جگر مراد آبادی:-

نظر ملتے ہی دل کو وقت تسلیم و رضا کر دے  
جہاں سے ابتداء کی ہے وہیں پر انتہا کر دے (مطلع)  
وفا کو دل کو صدقے، جان کو نذر جفا کر دے  
محبت میں یہ لازم ہے کہ، جو کچھ ہونفا کر دے (حسن مطلع)  
علی سکندر جگر مراد آبادی کے کلام کے مجموعے ”شعلہ طور“  
☆ ”جذبات جگر“ ☆ ”آتش گل“ ☆ ”لمعات طور“ ☆ ”تخیلات جگر“ کی کل  
دوسو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں کل چار سو پچپن (۲۵۵) اشعار حسن مطلع کے پائے  
جاتے ہیں۔ مذکورہ دو سوسولہ (۲۱۶) غزلوں میں سے صرف ایک غزل ہی ایسی  
ہے کہ جس میں حسن مطلع کے سب سے زیادہ آٹھ (۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔  
اور وہ غزل کلیات جگر مراد آبادی صفحہ ۷۲ پر ہے۔ غزل کا مطلع ہے ”اک لفظ  
محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے ÷ سمٹے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے“۔

اردو ادب کے مذکورہ نامور شعراء کے کلام میں حسن مطلع کے اشعار کا  
جو اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ شعراء میں سے صرف  
جگر مراد آبادی کے کلام میں ایک غزل میں سب سے زیادہ یعنی حسن مطلع کے  
آٹھ اشعار پائے جاتے ہیں لیکن جگر صاحب کو بھی جگر تھا منا پڑے ایسی مثال  
امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔  
”حدائق بخشش“ حصہ دوم میں ایک قصیدہ حضرت رضا بریلوی نے غزل کے انداز  
میں مرقوم فرمایا ہے۔ اس قصیدہ کا نام قصیدہ ”نور“ ہے۔ اس قصیدے میں حضرت

رضا بریلوی نے حسن مطلع کے چھیالیس (۴۶) اشعار ارقام فرمائے ہیں۔ اردو ادب کے کسی بھی شاعر نے ایک غزل میں اتنے اشعار حسن مطلع کے نہیں کہے بلکہ دس (۱۰) اشعار کی تعداد تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ جب کہ حضرت رضا بریلوی نے ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ اور یہ ریکارڈ غیر مکسر (Unbeaten) رہے گا۔ قصیدہ نور کا پہلا شعر ”صبح طیبہ میں ہوئی بٹا ہے باڑا نور کا ÷ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا“ مطلع کے بعد حسن مطلع ہے ”باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا ÷ مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا“ تک کل چھیالیس (۴۶) اشعار حسن مطلع کے آپ نے قلمبند فرمائے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنے قصیدہ نور میں کثرت سے قافیوں کا استعمال فرما کر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے اور اپنی شان فصاحت و بلاغت کو اُجاگر فرمایا ہے۔ حالانکہ جگر صاحب نے حسن مطلع کے صرف آٹھ اشعار ہی کہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی انھوں نے قافیوں کی قلت محسوس کی ہوگی ایسا لگتا ہے کیونکہ ان کے اشعار میں ایک قافیہ چار چار مرتبہ مکرر آیا ہے۔ اس کے برعکس امام الکلام حضرت رضا بریلوی کے کلام میں قافیوں کی بہتات و وسعت نظر آتی ہے۔ جگر مراد آبادی نے اپنی ایک غزل میں، جن آٹھ مطلع ہائے حسن کا استعمال کیا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

- ۱ اک لفظ محبت کا ادنیٰ ' یہ فسانہ ہے مطلع
- سمٹے تو دل عاشق ، پھیلے تو زمانہ ہے
- ۲ یہ کس کا تصور ہے ، یہ کس کا فسانہ ہے حسن مطلع نمبر ۱
- جو اشک ہے آنکھوں میں ، تسبیح کا دانہ ہے
- ۳ دل سنگ ملامت کا ہر چند نشانہ ہے حسن مطلع نمبر ۲
- دل پھر بھی مرادل ہے ، دل ہی تو زمانا ہے
- ۴ ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانہ ہے حسن مطلع نمبر ۳

- رونے کو نہیں کوئی ، ہنسنے کو زمانا ہے
- ۵ وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے حسن مطلع نمبر ۴
- سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے
- ۶ شارع ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانہ ہے حسن مطلع نمبر ۵
- فطرت مرا آئینہ ، قدرت مرا شانا ہے
- ۷ جوان پر گزرتی ہی ، کس نے اسے جانا ہے حسن مطلع نمبر ۶
- اپنی ہی مصیبت ہے ، اپنا ہی فسانا ہے
- ۸ کیا حسن نے سمجھا ہے ، کیا عشق نے جانا ہے حسن مطلع نمبر ۷
- ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے
- ۹ آغاز محبت ہے ، آتا ہے نہ جانا ہے حسن مطلع نمبر ۸
- اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانہ ہے

مذکورہ حسن مطلع کے آٹھ اشعار کے لئے سولہ (۱۶) قافیوں کی ضرورت تھی لیکن جگر صاحب صرف آٹھ قافیوں پر اکتفا کرتے ہوئے سبکدوش ہو گئے۔

(۱) فسانا - ۳ / مرتبہ (۲) زمانہ - ۵ / مرتبہ (۳) دانہ - ۱ / مرتبہ (۴) نشانہ - ۱ / مرتبہ (۵) مانا - ۱ / مرتبہ (۶) بہانا - ۱ / مرتبہ (۷) شانا - ۱ / مرتبہ (۸) جانا - ۳ / مرتبہ استعمال کر کے قافیوں کی قلت (Shortage) کا اظہار فرمایا ہے۔

لیکن حضرت رضا بریلوی نے اپ نے قصیدہ نور کے حسن مطلع کے ۳۶ اشعار کے لئے ۹۲ قافیوں کے لئے (۸۷) الفاظ کا استعمال فرما کر دنیائے ادب پر اپنی سخن شاہی کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ حضرت رضا نے ۸۷ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے۔ وہ اس طرح ہیں: (۱) پھولا (۲) کلمہ دو مرتبہ (۳) سجدہ دو مرتبہ (۴) ستارہ - دو مرتبہ (۵) کمرہ (۶) پودا (۷) والا (۸) اعلیٰ (۹) بدلا - بمعنی تغیر (۱۰) بدلا - بمعنی عوض قصاص (۱۱) سہرا (۱۲) پیالہ (۱۳) صدقہ (۱۴) کعبہ (۱۵) شملہ (۱۶) صحیفہ (۱۷) عمامہ - دو مرتبہ (۱۸) بالا (۱۹) بلہ (۲۰) پھریرا

(۲۱) شفیعہ (۲۲) قبالہ (۲۳) پسینہ (۲۴) سونا (۲۵) ..... (۲۶) شعاع  
 (۲۷) گچھا (۲۸) زجاجہ (۲۹) ..... (۳۰) پتلا (۳۱) کرتا (۳۲) ماتھا (۳۳)  
 سیمہ (۳۴) ٹکڑا (۳۵) سایہ (۳۶) دولہا (۳۷) شہانہ (۳۸) دو بالہ (۳۹) ایکا  
 (۴۰) ترانہ (۴۱) لہرا (۴۲) آبیہ (۴۳) معنی - دو مرتبہ (۴۴) بھالا (۴۵)  
 دکھایا (۴۶) مژدہ (۴۷) دھڑکا (۴۸) دریا (۴۹) اہلا (۵۰) رہا تھا (۵۱)  
 کلیجا (۵۲) بٹھایا (۵۳) علاقہ (۵۴) توڑا - روپیوں کی تھیلی (۵۵) توڑا بمعنی  
 خسارہ (۵۶) کاسہ (۵۷) مہینہ (۵۸) دعویٰ (۵۹) مچکا (۶۰) تمغا (۶۱) ٹیکا  
 (۶۲) اس با (۶۰) اندھا (۶۱) گنینہ (۶۲) تڑکا (۶۳) دھندکا  
 (۶۴) بڑھتا (۶۵) ذرا سا (۶۶) معلیٰ (۶۷) قبہ (۶۸) پہرا (۶۹) پرندہ  
 (۸۰) شیدا (۸۱) دو پتا (۸۲) کشتہ (۸۳) چھینا (۸۴) جملہ (۸۵) سچا  
 (۸۶) آتا (۸۷) استعارہ -

جگر مراد آبادی کے حسن مطلع کے مذکورہ اشعار میں کوئی علمی، تاریخی، یا  
 مذہبی بات نہیں کہی گئی اور صرف ”حسن“ و ”عشق“ کے چکر میں پھنس کر معشوقہ  
 کے عشق میں تڑپنے اور آنسوؤں کے بہانے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ان  
 آٹھ اشعار میں عوامی سطح اور اصطلاح کے الفاظ کا ہی استعمال کیا گیا ہے اور محبت  
 کا فسانے کا رونا رو یا گیا ہے۔ کوئی معنی خیز الفاظ یا فن شاعری کی کسی صنعت پر  
 دست آزمائی نظر نہیں آتی جب کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے اشعار کا  
 ایک ایک لفظ علم و عرفان کا گوہر نایاب معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب کی  
 کئی صنعتیں مثلاً صنعت تشبیہ، تضاد، اقتباس، استعارہ، تلمیح، مقابلہ، تجنیس کامل  
 وغیرہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہر شعر کی تشریح میں کئی سو صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔  
 الفاظ کی بندش، روانی اور ربط کا حسن بھی اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ نکھرا ہوا  
 نظر آتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ قصیدہ نور کے علاوہ وہ دیگر



چالیس (۴۰) نعتوں، منقبتوں وغیرہ میں وہی حسنِ مطلع کا استعمال فرمایا ہے اور حسنِ مطلع کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔

”واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا“۔ نعت میں تین (۳) حسنِ مطلع ہیں۔

”ماہ سیمما ہے احمد نوری“۔ منقبت میں سات (۷) حسنِ مطلع ہیں۔

”اے امام الہدیٰ محبت رسول“۔ منقبت میں دس (۱۰) حسنِ مطلع ہیں۔

## ”قریب الفناء متروک بحر کوئی زندگی“

حضرت رضا بریلوی نے اپنی مشہور زمانہ نعت ”زمین وزماں تمھارے لئے“ جس بحر میں کہی ہے وہ ”بحر وافر سالم“ صرف عربی زبان میں ہی رائج ہے یہ بحر عربی سے مخصوص ہے اور اردو میں رائج نہیں“ (حوالہ: ”فن شاعری“ از اخلاق حسین دہلوی، صفحہ ۱۰۷)۔ اس بحر میں اردو یا فارسی زبان میں شاید ہی کسی شاعر کی کوئی غزل ملے گی۔ بلکہ اس بحر کو فارسی اور اردو کے قریب قریب تمام شعراء نے بہت ہی مشکل اور کٹھن بحر محسوس کر کے بالکل متروک کر دیا تھا اور دنیائے ادب سے یہ بحر غیر مانوس ہو کر قریب الفناء ہو گئی تھی لیکن حضرت رضا بریلوی کے قلم حیات بخش نے اس بحر کوئی زندگی بخشی۔ صرف نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ نیا جو بن اور شباب بخشا اور اس بحر کی سنگلاخ زمین میں عشق رسول کے مہکتے پھولوں کی شکل میں فصیح اور بلیغ الفاظ کا استعمال فرما کر اس بحر کو شباب کے ساتھ ساتھ حسن و زینت سے آراستہ کیا۔ جس بحر کو فارسی اور اردو کے شعراء نے اس کی سنگلاخی سے مایوس ہو کر فراموش کر دیا تھا، اس بحر کو حضرت رضا بریلوی نے بزم ابھار کی شمع درخشاں بنا دیا۔ بلکہ آنے والی نسل کے شعراء کے لئے اس بحر کی راہ دشوار کو سہل بنا کر اس بحر میں شعر گوئی کی ترغیب دی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس دشوار بحر میں پوری حسن ترتیب سے اشعار کی صنعت بندی فرما کر روانی پیدا کی ہے اسے دیکھ کر اہل علم و ادب عیش عیش پکاراٹھے ہیں۔ حضرت رضا

بریلوی نے اپنی نگاہ التفات سے اُس متغائر اور متروک بحر کو وہ حُسن بخشا کہ حضرت رضا بریلوی کے بعد بہت سے شعرائے اردو ادب اس بحر پر وارفتہ ہو گئے اور اس بحر میں غزلیں کہی ہیں۔ جس بحر کو فارسی و اردو کے شعراء تلخ اور ترش سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے تھے، اس بحر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ شیرینی اور چاشنی پیدا کر دی کہ ہر شاعر کے لیے وہ بحر مرغوب طبع ہو گئی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس بحر میں جو نعت ارشاد فرمائی ہے اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ آپ نے شعر کے ہر رکن کو پورا جملہ دینے کے بجائے ہر رکن کو قافیہ کا حسن عطا کیا ہے۔ اور ان ارکان شعر میں وہ ربط و روانی پیدا کر دی ہے کہ شعر پڑھنے یا سننے والا اگر شعر کے مطلب سے واقف نہیں بھی ہے، پھر بھی وہ الفاظ و قافیہ کی موزونیت اور نظم سخن کی کیف میں جھوم اٹھے گا۔ مندرجہ ذیل اشعار ہمارے اس دعوے کی دلیل و برہان ہیں:-

تمھاری چمک، تمھاری دمک، تمھاری جھلک، تمھاری مہک  
 زمین و فک، سماک و سمک، ہیں سکھ نشان تمھارے لئے  
 کلیم و نجی، مسیح و صفی، قلیل و رضی، رسول و نبی  
 عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمھارے لئے  
 عطائے ارب، جلائے کرب، فیوض عجب، بغیر طلب  
 یہ رحمت رب، ہے کس کے سبب، برب جہاں تمھارے لئے  
 جنان میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھمن، پھمن میں دلہن  
 سزائے محن، پہ ایسے منن، یہ امن و اماں تمھارے لئے  
 اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر دیا  
 گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و تواں تمھارے لئے  
 صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے، کہ دن ہوں بھلے  
 لواء کے تلے ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمھارے لئے

اس نعت پاک کے ہر شعر میں الفاظ کی ندرت اور روانی کی شیریں مقالی اتنی پر کیف ہے کہ نعت پڑھنے والے کے ذہن میں شہد نایاب گھل جاتا ہے، گویا کہ حضرت رضانے بحر و افرسام کی پتھر ملی راہ کو ہموار کر کے اس کو مخملی بنا دیا ہے۔

۳۔ کلام رضا میں سنسکرت اور ہندی زبان کا استعمال :-

حدا لبق بخشش حصہ اول :- (شائع کردہ :- رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۷ء)

نمبر	صفحہ	شعر	شعر میں مستعمل لفظ اور اس کے معنی	کنسی زبان	حوالہ
۱	۱	۲	تارے کھلتے ہیں سخا کے	سنسکرت	فیروز اللغات ص ۷۸۳
۲	۲	۳	جوت پڑتی ہے تیری نور	ہندی	ص ۷۸۳
۳	۶	۱	جون سے جگ یہ پہنچا نہیں	ہندی	ص ۵۳۰
۴	۱۰	۳	برسا نہیں جھالا تیرا	ہندی	ص ۴۹۰
۵	۱۳	۲	بل بی او منکر بے باک یہ زہرا تیرا	سنسکرت	ص ۲۰۱
۶	۲۱	۴	تورے چندن چندر پرو کنڈل	سنسکرت	ص ۵۳۷
۷	۷	۷	چندر = چاند، ماہتاب	سنسکرت	ص ۵۳۷
۸	۸	۷	کنڈل = دائرہ، چکر، ہالہ	سنسکرت	ص ۱۰۳۵
۹	۲۲	۲	پت اپنی پت میں کا سے کہوں	ہندی	ص ۱۷۷
۱۰	۱۰۱	۴	دیس کا جنگلا سنانے والے	ہندی	ص ۴۷۵
۱۱	۱۱۷	۲	قاتل ڈائن شوہر کش	ہندی	ص ۶۷۷
۱۲	۱۱۳	۸	اندھیرا پا کھا آتا ہے یہ دودن	سنسکرت	ص ۲۶۵

۲۶۵ ص	سنسکرت	پون = ہوا، باد، سانس	ڈر سمجھائے کوئی پون ہے	۴	۱۱۶	۱۳
۳۲۲ ص	ہندی	پی = پریم، معشوق، پیارا	جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کتور کی ہے	۲	۱۳۳	۱۴
۸۲۳ ص	ہندی	سہاگن = وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو	" " "	"	"	۱۵
۱۰۳۷ ص	ہندی	کتورہ = شہزادہ	" " "	"	"	۱۶
۷۷۵ ص	سنسکرت	سہ مبارک، مسعود	برسوں کہ یہ سٹھ گھڑی پھری	۸	۱۳۸	۱۷
۶۳ ص	ہندی	اُرن = پینے ہوئے پرانے کپڑے	جنھوں نیدولہا کی پائی اُرن	۲	۱۳۹	۱۸
۷۰۴ ص	ہندی	رت = موسم، سماں، فصل	کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی	۳	"	۱۹
۳۶۶ ص	سنسکرت	= پانی سے بھری ہوئی زمین	گمرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل	۸	"	۲۰
۱۱۹ ص	ہندی	گھاٹ = دریا سے اترنے کا مقام	کے ملے گھاٹ کا کنارہ	۱	۱۵۳	۲۱

ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر حدائق بخشش حصہ اول سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ حصہ اول، دوم اور سوم میں سنسکرت اور ہندی کے اتنے الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور جن اشعار میں سنسکرت اور ہندی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ ان اشعار کے چند الفاظ ذیل میں پیش ہیں۔

☆ حضرت رضا کے اشعار میں سنسکرت اور ہندی الفاظ :-

☆ بن کٹر بھیا نک ☆ دھارم ☆ پتم ☆ باڑا ☆ مت ☆ چرن ☆

☆ نکسال ☆ سنسان ☆ پاٹ ☆ پتا ☆ چھالا ☆ موا ☆ دھون ☆ ماتھا ☆ بھنور ☆  
 ☆ جنم ☆ داتا ☆ باٹ ☆ پتنگ ☆ کوپل ☆ ٹھگ ☆ کوڑی ☆ پت ☆ مد ☆ مدھ ☆  
 ☆ جزاؤ ☆ گھپتا ☆ پھانس ☆ کنول ☆ دھیان ☆ پتلا ☆ گھری ☆ سہاگ ☆  
 ☆ بھوکا ☆ لاج ☆ گھسی ☆ ماتا ☆ پل ☆ جگنو ☆ بدرا ☆ چینٹ ☆ گانٹھ ☆  
 ☆ مہاراجہ ☆ کھ ☆ جگ ☆ راج ☆ بین ☆ سس ☆ چھوٹ ☆ دک ☆ گودی ☆  
 ☆ سکھیں ☆ گھٹا ☆ دیو ☆ پنا ☆ رس ☆ بوٹی ☆ ان ☆ داتا ☆ چنر یا ☆ دھان ☆  
 ☆ نین ☆ مالا ☆ ادھار ☆ کرپا ☆ نیر ☆ بھرن ☆ کتھا ☆ برہا ☆ آنجل ☆ برکھا ☆  
 ☆ درشن ☆ نیا ☆ جیوں ☆ لہنا ☆ کلس ☆ چھاگل ☆ ناگنی - وغیرہ

مذکورہ الفاظ کے علاوہ سنسکرت اور ہندی زبان کے بہت سارے الفاظ  
 ، محاورے اور کہادت کو حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے اشعار میں ایسے  
 حسن اسلوب سے استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت  
 وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبان دیگر ہونے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ شعر  
 کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا ہے بلکہ شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔“  
 آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ گجرات و سوراشر دستان اردو کے کسی بھی  
 مکتب سے براہ راست وابستہ نہیں رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس علاقے میں  
 اردو زبان و ادب کا فروغ مسرت آمیز اور حیرت انگیز ہے۔ اس اطراف و  
 جوانب کے علماء اور ادباء کی تصنیفی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

چند سال پہلے میرا خیال تھا کہ اچھا شعر کسی تنقید کا محتاج نہیں ہوتا۔ لیکن  
 عمر کے ساتھ ساتھ میرا خیال بدلتا گیا۔ یہ صحیح ہے کہ اچھا شعر خود اپنی کیفیت کا بڑی  
 حد تک اظہار کر دیتا ہے۔ پڑھنے والا شعر پڑھ کر خود سمجھ جاتا ہے کہ اس پر کیا  
 کیفیت طاری ہوئی۔ لیکن سچی تنقید ہمیں یہ بتاتی ہے کہ شعر میں وہ کیفیت ”کیوں  
 “ پیدا ہوئی نتیجتاً شعر پڑھنے والا، سننے والا جب اس شعر کی سچی تنقید پڑھتا ہے تو  
 وہ یہ تو جان جاتا ہے کہ اس پر کیا کیفیت طاری ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی

جان لیتا ہے کہ وہ کیفیت ”کیوں“ طاری ہوئی۔ جب وہ کیوں پر غور کرتا ہے اور تقابلی مطالعہ کرتا ہے تو اسے یہ بھی علم ہو جاتا ہے کہ فلاں صنعت کے استعمال سے ایک شاعر کے یہاں تو یہ کیفیت ہے اور دوسرے شاعر کی یہاں وہ کیفیت ہے۔ یہ موازنہ نہ صرف یہ کہ لطف دیتا ہے بلکہ پڑھنے والے کو قدر شناسی کے قریب تر کر دیتا ہے۔ علامہ ہمدانی کی اس کتاب سے یہی لطف و خبر حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے روزن اور درتے کھل گئے ہیں اور ان کی شفاف روشنی میں امام احمد رضا کے چمکتے ہوئے اشعار اور بھی زیادہ جگمگا اٹھتے ہیں۔ یہی اس کتاب کا حاصل ہے۔ کتاب پڑھتے وقت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری کی روح تک رسائی ہونے کی امید بندھ جاتی ہے یہی مولانا ہمدانی کا کمال ہے۔

علامہ ہمدانی نے کتاب کے آخر میں جن تین عنوانات پر گفتگو کی ہے وہ حضرت رضا کی شاعری کا محاکمہ کرنے کے بعد ضروری تھی کہ اردو تنقید کی اس نا انصافی کا بھانڈا پھوٹ سکے جو حضرت امام اہلسنت کے ساتھ روا رکھی گئی۔ کتاب کو پڑھکر جو فوری تاثر پیدا ہوتا ہے اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ علامہ ہمدانی پور بندر کے باشندے ہیں اور گجرات کلاسیکل اردو کے کسی مرکز سے باضابطہ وابستہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے علمی زبان کو سلاست اور روانی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

تحقیقی کتاب عموماً غیر جانب دراہو کر لکھی جاتی ہے۔ اس کتاب کے متن کے وہ حصے جو تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہیں غیر جانب داری کے وصف سے مملو ہیں لیکن بعض مقامات پر علامہ ہمدانی اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں اور ایسے ہر مقام پر اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضوان سے ان کی محبت بولتی ہوئی نہیں بلکہ چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

۳۔ جستجو اور تفحص کو علامہ ہمدانی نے اپنی کتاب کی اساس بنایا ہے۔ موازنے کے لیے جن شعراء کے اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ انتخاب علامہ کی جستجو کا



آئینہ دار ہے۔

۴۔ کتاب کلیتاً تنقیدی ہے نہ مکمل طور سے تحقیقی۔ اور ایسا علامہ ہمدانی کے عجز بیان کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب کے مضمولات تنقید اور تحقیق کا ایسا حسین امتزاج ہیں کہ مجھے ایک نئی اصطلاح اختراع کرنے کی ضرورت پیش آگئی کہ یہ کتاب اپنے متن کے مضمولات کے باوصف نہ تو صرف ناقدانہ ہے اور نہ ہی صرف تحقیقانہ۔ بلکہ بیچ پوچھے تو ”مُحَقِّدَانَهُ“ ہے جس میں تنقید کی روشنی کے علاوہ تحقیق کا نور بھی سمویا ہوا ہے۔

۵۔ کلام رضا میں خوبیاں تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن اچھے طعام کو خوب صورت دسترخوان پر خوش نما انداز سے سجا دینا ایک الگ ہنر ہے جس سے علامہ ہمدانی سرخ رو عہدہ برا ہوئے ہیں۔

۶۔ مومن کی فراست اور محبت کرنے والی نگاہ دونوں بہت تیز ہوتی ہیں۔ علامہ ہمدانی کو قدرت کی طرف سے یہ دونوں نعمتیں خوب خوب ملی ہیں۔ ان کی نگاہ سے اعلیٰ حضرت کے کلام کے ان حصوں کی خوبیاں بھی بیچ نہیں سکی ہیں جنہیں عام طور پر سرسری انداز میں پڑھ کر لوگ گزر جاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء علیہ رحمت ورضوان کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو محبت اور شہینگی تھی اور ان کی شعری اور نثری کارناموں پر جو نظر اور مہارت تھی وہ اب تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ ایک بار ایک بڑے عالم دین نے اعلیٰ حضرت کا شعر پڑھا جس کا مصرع یوں تھا۔

رب سلم کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو

حضور احسن العلماء علیہ رحمت ورضوان نے ان عالم کو بلا کر بتایا کہ اعلیٰ حضرت کا نعت کے میدان میں وہ پاس ادب ہے کہ وہ اقاے دو عالم ﷺ کو غم کا مارا ہوا (غم زدہ) نہیں کہہ سکتے۔ اصل میں ترکیب ہے ”غم زدہ“ یعنی غم سے پاک و صاف۔ بعد میں جب حدائق بخشش کا اصل مسودہ دیکھا گیا تو یہی بات صحیح نکلی۔

کلام رضا کے سلسلے میں ایسی ہی بہت سی باتوں پر عوام کی حد تک نگاہوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ”حسان الہند“ کے مشمولات کی قینچی نے ان پردوں کو کتر کر پھنک دیا ہے۔

۷۔ اس کتاب کو پڑھ کر عام قاری بھی سمجھ لے گا کہ کلام رضا کے معنوی جوہر یعنی عشق رسول کے بعد کسی شعر کی جو خوبی ہے وہ کس صنعت یا کس التزام کے باعث ہے۔

۸۔ یہ کتاب حدائق بخشش کی کلید نہیں بلکہ شوکیس (SHOWCASE)

ہے۔ اسے پڑھئے اور پھر جس شعری صنعت کی مثال میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضوان کا شعر جاننا چاہیں آسانی کے ساتھ مل جائے گا۔

یہ کتاب قاری کو اردو کے قریب لاتی ہے، نعت کے قریب لاتی ہے اور شاعری کی روح تک رسائی دیتی ہے اور اپنے موضوع کی مناسبت سے اس عاشقِ محبوبِ خدا کے شعری ذہن کی کیفیات کا آئینہ دکھاتی ہے جس سے بہتر کم از کم زبانِ اردو میں کسی نے نعت نہیں کہی۔

ربِ جلیل سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب سرکارِ دو عالم ﷺ کے طفیل میں علامہ ہمدانی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انھیں دارین میں اس کی جزاء دے اور قارئین پر اس کتاب کا فیض ارزاں فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین ﷺ۔

خیر اندیش

**سید محمد اشرف برکاتی**

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ۔ مارہرہ مقدسہ  
انکم ٹیکس کمیشنر۔ علیگڑھ

# پیش لفظ

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

ریڈر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو  
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

یہ شعر امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ اس کے مصرع ثانی میں حضرت حسان سے مراد شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ یہ حضرت حسان وہی ہیں جن کی مومنانہ شاعری کی عظمت و سر بلندی کے لئے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہم آیدہ بروح القدس کے ذریعہ دعا فرمائی وہ دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہوئی جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت حسان بن ثابت پوری دنیا میں شعر و سخن کا ملکہ رکھنے والے نعت گو شعرائے کرام کے امام بن گئے۔ دنیائے نعت نگاری میں ان کی امامت و سیادت کا جو سکہ ابتدائے اسلام میں جاری ہوا وہ تادم تحریر جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔

نعت گو شعرائے کرام نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سے کس قدر استفادہ کیا ہے اس کا اندازہ تو ان نعت گو شعراء کی نگارشات کے مطالعہ کے بعد لگایا جاسکتا ہے۔ البتہ بیسویں صدی کی عظیم نعت گو شخصیت حضرت مولانا احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان جنہیں دنیائے شعر و سخن میں ”حضرت رضا بریلوی“ سے جانا جاتا ہے انہوں نے نعت نگاری میں نہ صرف قرآن و احادیث کے مضامین

باندھے بلکہ دنیائے نعت میں حضرت حسان کو اپنا قائد و رہنما بنا کر نعت نگاری کی عظمت کو دوبالا کر دیا۔

حضرت رضا بریلوی کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے اپنے اور بے گانے سبھی جانتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کچھ لوگ انہیں پڑھ کے جانتے ہیں اور کچھ لوگ صرف سن کر ہی ان کی عظمت کے معترف ہیں۔ یہاں ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کر کے ان کا علمی قد بلند کرنا مقصود نہیں بات صرف اتنی سی ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا آشیانہ علم و فضل کی جس بلندی پر ہے اس تک رسائی بیسویں صدی میں بہت ہی کم ارباب فضل و کمال کو ہوئی۔ جن اصحاب فکر و نظر نے ان کی شخصیت کا مطالعہ براہ راست ان کی تصانیف سے کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بیسویں صدی میں جو سربراہ آوردہ شخصیتیں گذری ہیں، ان میں کسی کو ایک تو کسی کو دوسرے فن میں کمال تھا۔ مگر قربان جائیے حضرت رضا بریلوی کی علمی عبقریت پر ان کی نظر تمام علوم و فنون پر یکساں تھی۔ وہ بیک وقت کئی فنون اور مضامین پر نہ صرف درک رکھتے تھے بلکہ انہوں نے ہر فن میں اپنی قلمی نگارشات بھی چھوڑی ہیں۔ متعدد فنون میں چھوٹی بڑی ایک ہزار تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ اس تعلق سے تفصیلی معلومات کتب سوانح میں دیکھی جاسکتی ہے۔

راقم کی معلومات کے مطابق ہندوستان کا یہ واحد عالم اور ادیب و شاعر ہے جس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ و تحقیقی سرگرمیاں پورے عالم اسلام میں جاری ہیں اور خود برصغیر میں بیسویں صدی کے ربع آخر سے جس تیزی سے کام ہوا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے اور عہد حاضر میں متعدد تحقیقی و اشاعتی اداروں نے ان کی شخصیت کے اہم مخفی گوشوں کی تلاش اور اس کی اشاعت سے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔

جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تہا رضا کا ہے

شعرو سخن ایک خداداد ملکہ ہے اس کا حصول ریاضت و مجاہدہ سے ممکن نہیں۔ حضرت

رضا بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت اور صلاحیت سے بھرپور نوازا تھا اور اس کی توفیق بھی بخشی تھی کہ وہ اپنی صلاحیت کا استعمال اس شخصیت کی تعریف و توصیف میں استعمال کریں جس کی شان اقدس میں اللہ رب العزت نے پورا قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی شاعرانہ صلاحیت کو گل و بلبل، حسن و عشق، زلف و گیسو، شراب و کباب، سوز و درد کی داستان کی نذر کر سکتے تھے۔ مگر نہیں جس طرح انہوں نے اپنی دیگر صلاحیتیں مذہب حق کی نشر و اشاعت میں صرف کیں اسی طرح اپنی شاعرانہ صلاحیت کو بھی حمد خدا، نعت مصطفیٰ اور منقبت اولیاء میں استعمال کیا۔ جس کے طفیل ان کی شاعرانہ عظمت بلند سے بلند تر ہو گئی۔ اردو ادب کے دامن میں اگر صنف نعت کو کوئی جگہ ملتی تو بلاشبہ نعت گو شعراء میں حسان الہند حضرت رضا بریلوی سرفہرست ہوتے۔ اردو ادب کا دامن صنف نعت جیسی مقدس شاعری سے خالی ہے۔ اس میں کیا حکمت و مصلحت کا فرما ہے اس سلسلہ میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا مسلم ہے کہ ان اردو کے مسیحاؤں میں اگر کوئی عاشق رسول ہوتا تو اردو کا دامن نعت جیسی مقدس صنف سے خالی نہیں رہتا۔ اردو ادب کے نصاب میں نعتیہ شاعری کی شمولیت کے سلسلہ میں نعت اکیڈمی الہ آباد، رضا اکیڈمی، بمبئی کے علاوہ انفرادی طور پر بھی کچھ کوششیں ہو رہی ہیں۔ خدا کرے ان حضرات کی کوششیں بار آور ہوں اور نعتیہ شاعری کو عالمی ادب کے تناظر میں دیکھنے اور پرکھنے کا موقع فراہم ہو۔

حضرت رضا بریلوی وہ واحد شاعر ہیں جن کا نعتیہ سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ اور چہارلسانی نعت ”لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا“ برصغیر میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں اردو خواں حضرات ہیں بڑی دلچسپی سے سنا اور پڑھا جاتا ہے۔

دینی مزاج رکھنے والے شعراء میں مدحت رسول کا مضمون باندھنے والے شاعروں

کی کمی نہیں مگر جو عشق رسالت کی تڑپ اور محبت رسول کی جھلک حضرت رضا بریلوی کی شاعری میں ملتی ہے وہ دوسرے شعراء کے یہاں مفقود ہے۔ اگر کہیں ملتی بھی ہے تو صرف بعض اشعار میں مگر اس کے برخلاف جب رضا بریلوی کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان۔ ”ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر“۔ کا اہتمام کرتے ہوئے مدحت رسول میں مسلسل عطر بیزی کرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ ایک دو شعر یا ایک دو نعت نہیں بلکہ پورا دیوان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ یہی وہ قدر مشترک ہے جو عرب نژاد شاعر حضرت حسان بن ثابت اور ہند نژاد شاعر حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ اس بنیاد پر اگر رضا بریلوی کو حسان الہند کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہندوستان کے ماہر رضویات مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی جو صرف شعر پسند ہی نہیں بلکہ بذات خود نعت گو شاعر بھی ہیں۔ اور دنیا کے شعر و سخن میں انہیں ”مصروف“ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے ”فن شاعری اور حسان الہند“ لکھ کر دنیا کے رضویات میں ایک گراں بہا اضافہ کیا ہے۔ کثرت مشاغل اور مسلسل اسفار کے باعث کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہ کر سکا البتہ جتہ جتہ جس قدر بھی دیکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے فن شاعری کو رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کے آئینے میں دیکھنے اور رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو فن شاعری کی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔

حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب گجرات کے نامور عالم دین ہیں ان کی قلمی و علمی نگارشات متعدد موضوعات پر آئے دن زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم و صاحب قلم حضرات کے مطالعہ میز کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں



موضوع کا حق ادا کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتے ہیں زیر نظر کتاب اس دعویٰ کی دلیل میں پیش کی جاسکتی ہے، مصنف نے فن شاعری کے جس بحث کو بھی عنوان قلم بنایا ہے معاصر اردو ادب کے نامور شعراء سے مثالیں دے کر حضرت رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو خراج پیش کیا ہے۔ زبان صاف اور شستہ استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کتاب پر اس مقصد سے ایک طائرانہ نظر اور ڈال لی جائے تو زیر نظر کتاب سے عوام و خواص یکساں مستفید ہو سکیں گے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کتاب و صاحب کتاب دونوں کو قبولیت اور سر بلندی سے سرفراز فرمائے اور قارئین حضرات کو حضرت رضا بریلوی کے طفیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور دلہانہ محبت کرنے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین)

غلام یحییٰ انجم

نکیم مارچ ۲۰۰۲ء

جامعہ ہمدرد

دہلی

# ”آغاز سخن“

پیار، محبت، چاہ، اُلفت، وِلا، حُب، وارثگی، نثار، رغبت، پریم، مہر، اُنس، وغیرہ ”عشق“ کے الگ الگ نام ہیں اور اُس عشق کے نتیجے میں فراق، ہجر، وصل، فرحت، شادمانی، رنج، الم، غم، کلفت، درد، آہ، بکا، گریہ، خندہ، خوشی، غمی، زاری، بیقراری، بے چینی، سکون، راحت، اضطراب، فُغاں، انبساط، تعریف، توصیف، مدح، ثناء، ستائش، ہجو، زخم، نشتر، وفا، جفا، وغیرہ کیفیت و حالت رونما ہوتی ہیں۔ اُن تمام کیفیات کا سیدھا اثر دل پر ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیات اُسے ہی میسر ہوتی ہیں جو عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ بقول حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ

محبت کرنا آساں ہے مگر مشکل ہے یہ سید  
کہ عمریں بیت جاتی ہیں محبت آزمانے میں

(سید مارہروی)

ایک عاشق کہ جس کو کسی کا عشق میسر ہوتا ہے وہ عشق کے نتیجے میں حاصل ہونے والی کیفیات سے اتنا موثر ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحہ و لحظہ اُن کیفیات کے زیر اثر رہتا ہے۔ پھر چاہے وہ کیفیات سُرور و انبساط ہوں یا پھر غم و اندوہ ہوں۔ کیفیت سُرور کے عالم میں اُس کا دل مچلتا ہے اور کیفیت غم کے وقت اس کا دل تڑپتا ہے۔ وہ غم و خوشی کو محسوس ضرور کرتا ہے لیکن اپنے احساسات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ بقول شاعر:-

☆ ”یہ وہ نازک حقیقت ہے، جو سمجھائی نہیں جاتی“

ایک عاشق کے دل میں جذبات عشق کی جب بہتات ہوتی ہے، تب وہ جذبات اُچھل اُچھل کر دیوارِ دل عبور کر کے باہر نکلنے کو مچلتے ہیں۔ اور دل کے وہ بیتاب جذبات

الفاظ کا لبادہ پہن کر مہذب انداز میں ایوانِ دل سے باہر تشریف لانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کو شاعری کہتے ہیں۔ حروف مرتب ہو کر الفاظ بنتے ہیں اور الفاظ کے موتی بشکل لڑی جملہ اور کلمہ بنتے ہیں یا یوں کہو کہ الفاظ کے شاداب پھول گلہستہ کی شکل میں بطور جملہ صفحہ قرطاس پر مہکتے ہیں۔ ہر شاعر کی شاعری اُس کے جذباتِ دل کی عکاسی ہوتی ہے۔  
بقول شاعر:-

❖ ”شاعری کیا ہے جذبہٴ دل کا اظہار ہے“

اس کے کلام سے اس کے دل کی کیفیت کا آسانی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کے پوشیدہ رازِ دل اُس کے اشعار سے عیاں و آشکار ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر:

❖ ”کھلا کسی پہ کیوں میرے دل کا معاملہ“

انسان کے عشق کو دو اقسام میں منقسم کیا گیا ہے (۱) عشقِ حقیقی اور (۲) عشقِ مجازی۔ لہذا اب یہ امتیاز کرنا پڑے گا کہ اُس عاشق کے دلی جذبات عشقِ حقیقی کے تحت ہیں یا عشقِ مجازی کے زیر اثر ہیں۔ عشقِ حقیقی مستحسن ہے بلکہ روحِ ایماں کی حیات ہے۔ عشقِ حقیقی کا اطلاق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ، اس کے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا دینِ اسلام اور اسلامی شخصیتوں کے ساتھ ”الْحُبُّ لِلَّهِ“ کے جذبہٴ صادق کے تحت کئے جانے والے عشق پر ہوتا ہے۔ عشقِ مجازی دنیا اور دنیا داروں کے ساتھ کئے جانے والے عشق کو کہتے ہیں اور اس عشق کو اگر شریعتِ مطہرہ کے دائرے میں محدود رکھا جائے تو وہ جائز اور روا ہے۔ شریعتِ مطہرہ کے قوانینِ قاہرہ کے حدود سے تجاوز کر کے فسق و فجور، شہوت و نفسانی خواہشات وغیرہ مذموم اطوار سے کیا جانے والا عشق لائقِ تنفر اور ملامت ہے۔ اور یہی حکم اُس عشق کے جذبے کے تحت کی جانے والی شاعری کا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۗ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۗ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۗ“ (پارہ ۱۹، سورہ

الشعراء، آیت ۲۲۵-۲۲۶)۔ ترجمہ: ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر زمانے میں سرگرداں پھرتے ہیں“۔ (کنز الایمان)۔ اس آیت کی شان نزول میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے، جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں، ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی اس آیت میں مذمت فرمائی گئی۔ نیز شعراء کفار ہر طرح کی باتیں بناتے ہیں اور ہر لغو باطل میں سخن آرائی کرتے ہیں۔ جھوٹی مدح کرتے ہیں۔ جھوٹی ہجو کرتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیپ سے بھر جائے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے کہ شعر سے پُر ہو۔“

لیکن شعراء اسلام کہ جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ سورہ شعراء کی مذکورہ آیات نمبر ۲۲۵ اور ۲۲۶ کے بعد فوراً آیت نمبر ۲۲۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا** ترجمہ: ”مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ اور بکثرت اللہ کی یاد کی۔“ (کنز الایمان)۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس میں شعراء اسلام کا استثنا فرمایا گیا ہے۔ وہ کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں، اسلام کی مدح لکھتے ہیں، پند و نصائح لکھتے ہیں، اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لیے منبر بچھایا جاتا تھا، وہ اُس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار و مشرکین کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **إِنَّ بَعْضَ**

الشِّعْرَ لِحِكْمَةٍ - یعنی ”بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ”شعر کلام ہے۔ بعض اچھا ہوتا ہے، بعض بُرا۔ اچھے کو لو اور بُرے کو چھوڑ دو۔“ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعر کہتے تھے اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔

ملک عرب میں شاعری بہت رائج تھی۔ لہذا جب قرآن مجید نازل ہوا، تو کفار مکہ نے یہ افترا کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک، وہ شعر ہے اور اس سے ان کفار کی مراد یہ تھی کہ معاذ اللہ یہ کلام کاذب ہے۔ اُن کے رد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا نَجْوٰى قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ“ (پارہ نمبر ۲۳، سورہ لیس، آیت ۶۹)۔ ترجمہ: ”اور ہم نے ان کو شعر کہنا سکھایا اور نہ وہ اُن کی شان کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن“ (کفر الایمان)۔ اس آیت میں کفار مکہ کا رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا۔ اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں کیونکہ کفار مکہ کی مراد شعر سے کلام کاذب تھی۔ الحاصل! قرآن مجید میں جن اشعار کی مذمت کی گئی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن اشعار کے صدور کی نفی کی گئی ہے، اُن اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں جو کذب بیانی اور لغویات پر مشتمل ہیں۔

۸۔ جب حنین (ہو ازن) کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بغلہ بیضاء پر سوار تھے اور کفار پر اپنی عظمت کا اظہار فرماتے ہوئے رجز ایہ شعر ارشاد فرما رہے تھے کہ:

”اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ ۖ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ“

☆ بارگاہ رسالت کے ایک شاعر تھے جن کا نام حضرت اعشیٰ بن مازن بن عمرو بن تمیم تھا۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایک شعر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا جس میں عورتوں کی شکایت تھی۔ اس شعر میں ایک مصرعہ یہ تھا کہ:-

”وَهُنَّ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَالِبٌ“

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مصرعہ کی اصلاح فرماتے ہوئے اس کو اس طرح بدل دیا کہ:-

”أَمَّنُ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَالِبٌ“ (مدارج العبوة، اردو، جلد ۲، ص ۱۰۱)

■ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعرائے کرام کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند شعرائے کرام کے اسماء گرامی اس طرح ہیں

- |  |  |
|--|--|
| ☆ حضرت حسان بن ثابت                          | ☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ                      |
| ☆ حضرت عامر بن اکوع                          | ☆ حضرت ابوسفیان بن الحارث                    |
| ☆ حضرت زبیر بن صدحشی                         | ☆ حضرت کعب بن مالک                           |
| ☆ حضرت عباس بن مرداس سلمی                    | ☆ حضرت عدی بن حاتم                           |
| ☆ حضرت حمید بن نور البلال                    | ☆ حضرت ابوالطفیل بن عامر بن واہلہ لیشی کتانی |
| ☆ حضرت ایمن بن خزیمہ اسدی                    | ☆ حضرت اعشیٰ بن مازن عمرو بن تمیم            |
| ☆ حضرت ابو عبداللہ اسود بن سربیع ساعدی تمیمی | ☆ حضرت لبید بن ربیعہ عامری                   |
| ☆ حضرت قیس بن عبداللہ عمرو بن عدی بن         | ☆ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و        |
| ☆ ربیعہ بن جعدہ المعروف ”نابغہ جعدی“         | ☆ ارضاء ہم عننا                              |

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس کی



مدحت بیان کریں اور حضور اکرم کے دشمنوں کی ہجو اور مذمت کریں۔ ان کی اس خدمت سے خوش ہو کر حضور اقدس نے فرمایا کہ "إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَنًا بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا دَامَ يُنَاقِحُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ"۔ ترجمہ: "بیشک اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے۔ جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دشمنوں کی ہجو کرتے ہیں"۔ (مدارج النبوة)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر تیر کے آنے اور اس کے چھینے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا کہ حق تبارک و تعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت و قدرت بخشے، اُسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت اور آپ کے دشمنوں کی ہجو اور مذمت میں کوتاہی نہ کرے۔

ایک مرتبہ بنی تمیم کا وفد بارگاہ رسالت میں آیا اور وہ لوگ حضور کی شان رفیع میں گستاخی کرنے لگے۔ بنی تمیم کا وفد اشعار پڑھ کر گستاخی کر رہا تھا۔ حضرت حسان بن ثابت نے اسی وقت قصیدہ مرتب کیا اور بنی تمیم کے وفد کو ایسا دندان شکن جواب مرحمت فرمایا کہ بنی تمیم کو اپنے عجز کا اقرار و اعتراف کر کے کہنا پڑا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے شاعر ہمارے شاعر اور خطیب سے بہتر ہیں۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسان مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت و نشانی ہیں۔ منافق ان کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان ان سے دشمنی و عداوت نہیں رکھتا۔ (مدارج النبوة)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں عرض کیا کہ:-

"لَوْلَمْ يَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ ÷ كَانَتْ بِدِيهِيَّةٍ بَيْنَكَ بِالْخَيْرِ"

حضرت قیس بن عبداللہ بن عمرو المعروف ”تابعہ جعدی“ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک طویل قصیدہ مرتب فرمایا۔ اس قصیدہ میں وہ عرض کرتے ہیں کہ:-

”أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ بِالْهُدَىٰ ÷ وَيَتْلُوا كِتَابًا كَالْمُخْبِرِ سِرًّا“  
 حضرت تابعہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت گوئی سے خوش ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی کہ ”لَا يَفِيضُ اللَّهُ فَانَكَ يَلْعَنُ اللَّهُ تِيرَةَ مَنْهُ كَوَسْلَامَتِ رَكْعَةٍ“ حضور اقدس کی مبارک دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت تابعہ جعدی کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی ہوئی لیکن ان کے منہ میں تمام دانت بہترین اور تمام لوگوں سے زیادہ سخت ترین تھے۔

عہد رسالت میں ملک عرب میں عربی شاعری کا جادو پھیلا ہوا تھا۔ بڑے بڑے نامور شعراء نے بزبان فصیح و بلیغ عربی شاعری کر کے اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ان کی شاعری ماند پڑ گئی اور عرب کے بڑے بڑے فصحاء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عاجز ازانوئے ادب تہہ کئے۔ قرآن مجید اور حضور اقدس کے دربار کے تعلیم یافتہ شعراء صحابہ کرام نے کفار عرب کے شعراء کو اپنے ارفع و اعلیٰ کلام سے مہبوت اور ساکت کر دیا اور نعت گوئی کا ایک سلسلہ قائم ہوا۔ ہر دور میں عربی شعراء نے عشق رسول کے جذبے کو اپنی شاعری سے اُجاگر کیا۔ اور نعت گوئی کے جہنم کے درخشاں سیارے کی طرح جگمگائے۔ حضرت شیخ محمد بن احمد جمال الدین یحییٰ ابو محمد عبداللہ ابو زید عبدالرحمن بن سعید جمال الدین بن نباتہ علامہ بوسیری امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ نے عربی شاعری کے حسن کو وہ چند کرنے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا پرچم بھی بلند فرمایا۔ خصوصاً

علامہ بوسیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ”قصیدہ بردہ شریف“ اتنا رائج اور مقبول ہوا کہ وہ اہل دل اور اہل عشق کے دل کی دھڑکن بن گیا۔ مذکورہ شعراء نے اپنی سحر بیانی سے عربی شاعروں کی زینت کو چار چاند لگا دیئے اور ان کا کلام ہر مکان اور ہر محلے کی رونق بن گیا۔ عالم اسلام کو عشق رسول کی سچی تڑپ اور طلب صادق کا احساس انہوں نے کرا دیا۔

نعتیہ شاعری صرف عربی زبان اور ملک عرب تک محدود نہ رہتے ہوئے ملک عرب کی سرحدوں کو عبور کر کے ایران کی سرزمین میں داخل ہوئی۔ ایران میں فارسی زبان میں نعتیہ شاعری کے عہد کا آغاز ہوا۔ فارسی زبان کی شاعری نے نئی زینت و آرائش اختیار کی اور ادب کے نئے نئے زیورات زیب تن کئے۔ تعین لغت، قوانین صرف و نحو، الفاظ بندی، مرکبات نظم و نثر، حمد بندی، سخن سازی، ربط و روانی، سخن طرازی، فصاحت و بلاغت، سخن پروری، حسن بیان، سخن آرائی، جوامع الکلم، سخن وری وغیرہ کے قوانین و ضوابط نافذ کئے گئے اور ان قوانین کے تحت ایک عاشق کے تخیلات، تصورات، مدعا، منشاء، تفکرات، جذبات دل، جوش و ولولہ، فکر رساں، فریفتگی، تاثر، غور و خوض، حالت قلب، سوختہ دلی، آزر دگی، تفتہ دلی، اضطرابی، آویزگی، جذبہ عشق، جوش ایثار، ناکامی، مایوسی، یاس، امید، سرور، لگن، التفات، ارادت اور کیفِ دل نہاد کو حسن اسلوبی سے اشعار میں اظہار کرنے کا طرز اختیار کیا گیا۔ اور اس کے ضمن میں شاعری کا ایک مستقل فن متعین کر کے کئی صناعات ایجاد کی گئیں۔

فارسی نعتیہ شاعری میں ✪ حکیم سنائی غزنوی ✪ نظامی گنجوی ✪ حضرت سعدی شیرازی ✪ عطار نیشاپوری ✪ علامہ جلال الدین رومی ✪ حافظ شیرازی ✪ سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ✪ منضرت خواجہ معین الدین چشتی ✪ حضرت

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ❖ حضرت بوعلی شاہ قلندر ❖ حضرت علامہ عبدالرحمن جامی ❖ حضرت نظام الدین اولیاء ❖ حضرت امیر خسرو وغیرہ جیسے شہرہ آفاق ادباء اور جلیل القدر اولیائے ملت اسلامیہ نے حمد، نعت، منقبت وغیرہ کہیں اور فارسی نعتیہ شاعری کی شان و شوکت کو دوام بخشا۔ ان معزز اور معظم حضرات کے علاوہ ❖ میر درد ❖ عزت بخاری ❖ مرزا غالب ❖ اختر ایوان ❖ اقبال ❖ مظہر ❖ قدسی ❖ عربی ❖ تطیری ❖ ظہوری وغیرہ جیسے قادر الکلام شعراء نے فارسی شاعری کو عروج کی منزل میں پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

فارسی نعتیہ شاعری کے بعد اردو نعتیہ شاعری کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (المتوفی ۸۲۶ھ)، فخر الدین نظامی (المتوفی ۸۲۵ھ) اور محمد قلی قطب شاہ (المتوفی ۹۸۸ھ) کے کلام میں اردو نعتیہ شاعری کے دیدار ہوتے ہیں۔

اردو شاعری میں عشق حقیقی کے علاوہ عشق مجازی کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ فارسی اور عربی شاعری میں اکثر و بیشتر اولیاء، ائمہ، علماء، صوفیاء، صلحاء وغیرہ مذہبی ذہنیت رکھنے والے حضرات کا تسلط رہا، لہذا عربی اور فارسی شاعری میں زیادہ تر کلام عشق حقیقی کے تحت حمد، نعت، منقبت، تصوف پر مشتمل ہے لیکن اردو شاعری میں اولیاء و علماء کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں نے قلم کاری کی ہے۔ یہاں تک کہ اردو شاعری میں بہت سارے پیشہ ور شعراء بھی پھوٹ نکلے اور اردو شاعری میں عشق مجازی کا بازار گرم کر دیا۔ اردو شاعری نے مایوس اور اندوہ گیس لوگوں کو رنگینی سخن سے سکون و قرار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے میدان میں راجا سے لے کر رعیت کے ہر طبقے، ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملت، اور ہر قسم کے شعراء جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علماء اور دیگر

مذہبی شعراء کے علاوہ دنیا دار، شرابی، کبابی، حسینوں کے دیوانے، دل پھینک عاشق بلکہ فٹ پاتھ چھاپ فحش شعراء بھی برساتی مینڈک کی طرح نکل پڑے۔ نتیجہ عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق نمایاں طور پر عیاں ہو گیا۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی کی الگ الگ راہوں پر گامزن ہو کر شہرت حاصل کرنے والے اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے اسماء اس طرح ہیں:-

ولی دکنی	☆ علامہ اقبال	☆ محشر	☆ فراق بیجاپوری
سودا	☆ میر عبدالحی دہلوی	☆ حسن بریلوی	☆ مرزا اسد اللہ خاں غالب
میر تقی میر	☆ داغ دہلوی	☆ جلیل	☆ جگر مراد آبادی
اکبر الہ آبادی	☆ دانش	☆ آتش	☆ رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری
امیر مینائی	☆ ریاض خیر آبادی	☆ حفیظ جالندھری	☆ الطاف حسین حالی
عسکری کاکوروی	☆ وصل	☆ نشتر	☆ انشاء اللہ خاں انشاء
میر خیرام	☆ عرشِ ملسیانی	☆ بیدل	☆ میر سیر علی انیس لکھنوی
تاباں	☆ میر درد	☆ کرشن پرساد شاد	☆ محمد ابرہیم ذوق دہلوی
آشرف لکھنوی	☆ جرات	☆ نظیر	☆ شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی
سراج	☆ ظفر	☆ ہادی	☆ حضرت رضا بریلوی
ہتھی مار ہروی	☆ شکیل بدایونی	☆ کافی مراد آبادی	☆ سیماب اکبر آبادی
امجد	☆ منور	☆ فیض احمد فیض	☆ کنور مہندر ناتھ بیدی سحر
بہزاد لکھنوی	☆ بیدم وارثی	☆ اصغر گونڈوی	☆ جوش ملیح آبادی
جاں نثار اختر	☆ فانی بدایونی	☆ ساحر لدھیانوی	☆ مؤمن خاں مؤمن
صرت موہانی	☆ قتیل شفائی	☆ آرزو لکھنوی	☆ خمار بارہ بنکوی

وغیرہ وغیرہ

مذکورہ شعراء کے علاوہ کئی نامی۔ انامی شعراء نے اردو ادب کے فن شاعری کے بحر ذخار میں غوطہ زنی کی۔ بہت سے ڈوب گئے اور بہت سے اس میں بہہ گئے۔ اس وقت ہم صرف عشق حقیقی کے جذبے کے تحت مرقوم کی گئی شاعری کے تعلق سے ہی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے قبل کچھ ضروری اور لازمی وضاحت بھی کر دینا چاہتے ہیں کہ اردو شاعری میں عشق حقیقی کے جذبے کے تحت وجود میں آنے والی تخلیق کو فن و ادب کے اعتبار سے سمجھنے کے لئے ہم بالکل سلیس زبان میں شاعری کے لوازمات قوانین، اقسام تخلیق، صفات وغیرہ پر گفتگو کریں گے تاکہ اردو زبان کا ابجد خواں بھی اردو شاعری کی حقیقت سے قدرے واقفیت حاصل کر سکے۔ حرف، لفظ، جملہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اقسام یعنی غزل، نعت، قصیدہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کر کے صناعات کا تذکرہ بھی کریں گے اور ان تمام امور کی تفہیم کے لئے موقع سے مناسب مثال پیش کریں گے۔ عداوہ ازیں ان تمام کے انگریزی نام بھی درج کریں گے۔

اردو شاعری کے لوازمات، اقسام اور صناعات کو تین اقسام میں تقسیم کر کے پہلے ان کا اجمالی ذکر کیا جائے گا، بعدہ اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

■ لوازمات:- یعنی کسی شاعر کو شعر کہنے کے لیے ان لوازمات کی معلومات، ان کے استعمال پر عبور اور ملکہ ہونا چاہئے اور شاعر ان لوازمات کی رعایت و پابندی کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے۔

☆ حرف	☆ لفظ	☆ اعراب	☆ کلمہ	☆ مصرعہ
☆ شعر	☆ بیت	☆ بند	☆ ردیف	☆ قافیہ
☆ مطلع	☆ حسن مطلع	☆ مقطع	☆ مقفی	☆ مستجع
☆ ٹیپ	☆ بحر	☆ تقطیع	☆ وزن	☆ ربط
☆ سکتہ	☆ تخلص	☆		



■ اقسام:- شعر کی زمین، طرح، مضمون، انداز شعر گوئی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعر کی تخلیق کو ایک مخصوص قسم قرار دیتے ہوئے اس تخلیق کو ایک منفرد نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

- ☆ نظم ☆ لوری ☆ گیت ☆ سرود ☆ غزل
- ☆ حمد ☆ نعت ☆ مثنوی ☆ قصیدہ ☆ مرثیہ
- ☆ قطعہ ☆ مثلث ☆ رباعی ☆ مخمس ☆ منقبت
- ☆ مسدس ☆ مستزاد ☆ وغیرہ۔

■ صنعات:- شاعر اپنی علمی اور ادبی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا حسن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فن شاعری کی متعین صنعات کا استعمال کر کے، اپنے اشعار کو مزین کر کے، ان کی انفرادی حیثیت قائم کرتا ہے۔ وہ صنعات ذیل میں اجمالاً مذکورہ ہیں:-

- ☆ استعارہ ☆ تشبیہ ☆ مبالغہ ☆ اقتباس
- ☆ تضاد ☆ تلمیح ☆ تلمیح ☆ تجاہل عارفانہ
- ☆ تجنیس کامل ☆ تجنیس ناقص ☆ مقابلہ ☆ مراعات النظر
- ☆ مستزاد ☆ لف و نشر ☆ تضمین ☆ تشبیب
- ☆ تسبیح الصفات ☆ خط توام ☆ گریز ☆ حسن تعلیل
- ☆ اتصال ترتیبی ☆ قصیدہ مرضعہ ☆ ترصیح ☆ ترجیع بند
- ☆ حسن طلب ☆ مقلوب مستوی ☆ مقلوب کل ☆ مستط
- ☆ عزل الشفتین ☆ ایہام ☆ اشتقاق ☆ شبہ اشتقاق
- ☆ صیاق الاعداد ☆ وغیرہ وغیرہ

اب مذکورہ لوازمات اقسام اور صفات کے ہر شعبے کو انفرادی طور پر دیکھیں۔

# (۱) لوازمات

☆ حرف: وہ کلمہ جس کے معنی دوسرے لفظ کے ساتھ ملے بغیر پورے سمجھ میں نہ آئیں۔

(فیروز اللغات صفحہ ۵۶۶) [ Alphabet ]

☆ لفظ: وہ بامعنی کلمہ جو منہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۵۸) [ Word ]

☆ اعراب: حروف کی حرکات ظاہر کرنے والی زیر، زبر، پیش کی علامتیں (فیروز اللغات،

ص ۱۰۱) [ Vowel ]

☆ کلمہ: وہ بامعنی لفظ جو آدمی کے منہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۰۲۲)

[ Part of speech ]

☆ مصرعہ: آدھا شعر، نصف بیت (فیروز اللغات، ص ۱۲۵۴)

[ Hemistich, Half poetic line ]

☆ شعر: موزوں مقفی کلام، سخن موزوں (فیروز اللغات صف ۸۴۲)

[ Distich, Poem containing two hemistich ]

☆ بیت: ایک وزن کے دو مصرعے۔ (فیروز، ص ۲۵۲) [ Couplet poetry ]

☆ بند: ٹیپ کا مصرعہ یا شعر (فیروز اللغات، ص ۳۱۷)

[ Verse of a song consisting of two or three couplets ]

☆ ٹیپ: اونچے سے نیچا سُر۔ اونچی سے اونچی الاپ۔ مسدس کا تیسرا شعر، مخمس یا

مثلث وغیرہ کا آخری شعر۔ بند۔ گرہ (فیروز اللغات، ص ۴۳۳)

☆ ردیف: وہ لفظ جو غزل یا قصیدہ وغیرہ کے مصرعوں یا بیتوں کے آخر میں قافیہ کے پیچھے

بار بار آئے۔ (فیروز اللغات، ص ۷۰۸) [ Rhyming word ]

☆ قافیہ: ردیف کے پہلے کا لفظ جو اپنے ہم وزن الفاظ میں متبدل ہوتا ہے۔

[ Rhyme ]

☆ مطلع: غزل یا قصیدے کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۵۹)

[ First couplet of ode in which rhyme in every hemistich is must ]

☆ حسن مطلع: غزل یا قصیدے کا دوسرا مطلع۔ یعنی وہ دوسرا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں۔ (فیروز اللغات، ص ۵۶۹)

[ Second couplet of ode. Rhyme in every hemistich is must ]

☆ مقطع: غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلص آتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[ Last verse of poem in which titular name of poet is must ]

☆ مقفی: قافیہ دار۔ قافیہ کیا گیا۔ مستحج۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[ Rhythmically composed ]

☆ منہج: وہ عبارت یا مضمون جس میں قافیہ کا اہتمام ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۳۵)

[ Harmonious ]

☆ بحر: شعر کا وزن (فیروز اللغات، ص ۱۸۴)

[ Metre in Prosody ]

☆ تقطیع: شعر کے اجزاء کو بحر کے اوزان پر وزن کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۶۹)۔

[ Dissection , The Ceasura or Pause in reading poetry ]

☆ وزن: علم عروض کی اصطلاح میں شعر کی بحر (فیروز اللغات، ص ۱۳۰۹)

[ Poetry a shekel ]

☆ ربط: بندش، تناسب، تعلق (فیروز اللغات، ص ۷۰۳)، یعنی ایک لفظ کا دوسرے

لفظ کے ساتھ موزوں ہو کر شعر کی بحر وغیرہ کو بالکل درست کرنا۔

[ Well measured verse ]

- ☆ سکتے: شعر کا وزن پورا نہ ہونا (فیروز اللغات، ص: ۸۰۲) [ Pause ]
- ☆ تخلص: شاعر کا وہ مختصر نام جو اشعار میں مستعمل ہو۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۵۰)۔ یہ نام شاعر اپنے لئے خود تجویز کرتا ہے۔

[ Titular name assumed by poet ]

مذکورہ لوازمات میں سے بحر، تقطیع اور وزن کی تفصیلی وضاحت کو مؤخر کرتے ہوئے پہلے ہم بقیہ لوازمات کی تفہیم حاصل کریں اور اس کو آسان طریقہ سے سمجھنے کے لئے اشعار کو مثل بنائیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ غزل (قصیدہ) کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

- صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا ÷ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
- باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا ÷ مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
- تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ÷ تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانہ نور کا
- چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں ÷ کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
- اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے ÷ ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مذکورہ اشعار میں ”صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا“ کا جملہ مصرعہ ہے۔ اس کے ساتھ ”صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا“ کے کلمہ سے بنا ہوا جملہ مصرعہ ثانی ہے۔ یہ دونوں مصرعے مل کر شعر بنے۔ اور یہ شعر غزل کا پہلا شعر ہونے کی وجہ سے شعر و ادب کی اصطلاح میں مطلع کہلائے گا۔ ہر شعر میں جو لفظ ”نور کا“ ہے وہ ردیف ہے۔ جو اپنی حالت پر رہتے ہوئے بلا کسی تبدیلی اور ترمیم کے بار بار یعنی مکرر سکر آئے گا۔ مذکورہ اشعار میں باڑا، تارا، پھولا، کلمہ، بچہ، گھرانہ، کھلونا، اور قصیدہ کے جو الفاظ ہیں وہ قافیہ ہیں۔ قافیہ کا ہر شعر کے مصرعہ ثانی میں ردیف سے پہلے ملحق ہو کر آنا ضروری ہے۔ قافیہ کا لفظ ہر شعر میں اپنے ہم وزن لفظ سے بدلتا رہے گا۔ مذکورہ اشعار میں قافیوں کا اہتمام کیا گیا ہے لہذا یہ اشعار

مقفی اور مستحج ہیں اور ان اشعار میں ایک دوسرے سے مناسبت رکھنے والے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے لہذا اشعار میں ربط قائم ہے کہیں بھی سکتے نہیں ہے۔ اس نعتیہ غزل کے دوسرے شعر ”باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا“ کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کیا گیا ہے لہذا غزل کا جو دوسرا شعر ہے وہ ”حسن مطلع“ ہے۔ کچھ سطور کے بعد حسن مطلع کے تعلق سے حضرت رضا بریلوی اور دیگر شعراء اردو ادب کے کلام کا تقابلی جائزہ لیں گے۔ مذکورہ اشعار کا جو آخری شعر ہے یعنی ”اے رضایہ احمد نوری کا فیض نور ہے“ یہ غزل کا آخری شعر ہونے کی وجہ سے مقطع کہلائے گا اور اس شعر میں جو لفظ ”رضا“ ہے وہ امام عشق و محبت حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تخلص ہے۔

## (۲) ”حُسْنِ مَطْلَعٍ“

جس غزل یا قصیدے کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں اس کو حسن مطلع کہا جاتا ہے۔ عموماً ہر شاعر اپنی غزل یا قصیدے کے مطلع یعنی پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ فن و ادب کے اعتبار سے وہ ضروری امر ہے۔ مطلع کے بعد دیگر اشعار میں وہ صرف مصرعہ ثانی میں ردیف اور قافیہ کا التزام کرتا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کرنا ضروری نہیں لیکن پھر بھی کبھی کبھی شاعر مطلع کے بعد کے شعر میں اس امر کی طرف التفات کر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کر لیتا ہے اور اس کا شمار شاعر کے فن کی خوبی میں ہوتا ہے اور شاعر کی اس خوبی فن کو سراہنے کے لئے ایسے شعر کو ”حسن مطلع“ سے مُلقب کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کے نامور شعرا کے کلاموں میں حسن مطلع کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:-

(۱) مرزا غالب:- آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں

ہے گریباں ننگ پیرا، ہن جو دامن میں نہیں (مطلع)

صغف ہائے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں

رنگ ہو کر اڑ گیا، جوخوں کہ دامن میں نہیں (حسن مطلع)

مرزا غالب کے پورے دیوان میں صرف بارہ (۱۲) اشعار حسن مطلع کے پائے

جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک غزل میں صرف ایک ہی حسن مطلع ہے۔ مرزا غالب

کی صرف گیارہ غزلوں میں حسن مطلع کا ایک شعر ہے اور قطعات میں سے صرف ایک قطعہ

نمبر ۶ ”مسی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھئے“ میں ایک شعر حسن مطلع کا ہے۔

### (۲) فانی بدایونی

ابتدائے عشق ہے لطف شباب آنے کو ہے

صبر رخصت ہو رہا ہے اضطراب آنے کو ہے (مطلع)

قبر پر کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے

آفتاب صبح محشر ہم رکاب آنے کو ہے (حسن مطلع)

فانی بدایونی کے دیوان ”کلیات فانی“ میں کل انسٹھ (۵۹) اشعار حسن مطلع کے پائے

جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی غزل میں ایک، کسی میں دو یا تین۔ جس غزل میں سب

سے زیادہ حسن مطلع کے اشعار ہیں، وہ غزل ”زبان مدعا آشنا چاہتا ہوں ÷ دل اب زندگی

سے خفا چاہتا ہوں“ والی غزل ہے۔ اس غزل میں حسن مطلع کے پانچ اشعار ہیں۔

(۳) اصغر گوٹھ وی:- مستی میں فروغ رخ جاناں نہیں دیکھا

سنتے ہیں بہار آئی گلستاں نہیں دیکھا (مطلع)

زاہد نے مرا حاصل ایماں نہیں دیکھا

رخ پہ تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا (حسن مطلع)

اصغر گوٹھ وی کے کلام کے مجموعے ”نشاط زندگی“ اور ”سرور زندگی“ میں حسن

مطلع کے کل اڑتالیس (۲۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور ایک غزل میں زیادہ سے زیادہ



تین اشعار ہیں ایسی صرف دو غزلیں ہیں۔ ❊ ”رخ رنگیں پہ موجیں ہیں تبسم ہائے پنہاں کی“ اور ❊ ”شاید کہ پیام آیا پھر وادی سینا سے“ ان دونوں غزلوں میں حسن مطلع کے تین۔ تین اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۴) حکلیل بدایونی:- ہوں دل میں عشرتِ غم جاناں لئے ہوئے

صحرا ہے رنگ و بوئے گلستاں لئے ہوئے (مطلع)

ذوق گناہ عزمِ پشیمان لئے ہوئے

کیا کیا ہنر ہیں حضرت انساں لئے ہوئے (حسن مطلع)

حکلیل بدایونی کے کلام کے مجموعے ❊ ”رعنائیاں“ ❊ ”صنم و حرم“ ❊ ”شبستاں“

❊ ”رنگینیاں“ میں کل ایک سو چوٹھ (۱۶۴) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ کل

ایک سو چھیالیس (۱۴۶) غزلوں میں حسن مطلع کے اشعار پائے جاتے ہیں لیکن بجز ایک

غزل کے کسی بھی غزل میں حسن مطلع کے دو سے زائد اشعار نہیں۔ صرف ایک غزل ”دانستہ

سامنے سے جو وہ بے خبر گئے ÷ دل پر ہزار طرح کے عالم گزر گئے“ میں حسن مطلع کے تین

(۳) اشعار ہیں۔ سولہ (۱۶) غزلوں میں حسن مطلع کے دو دو اشعار ہیں اور ایک سو ستائیس

(۱۲۷) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک شعر ہی ہے۔

(۵) فیض احمد فیض:- شاخ پر خونِ گل رواں ہے وہی

شونہی رنگِ گلستاں ہے وہی (مطلع)

سر وہی ہے، تو آستاں ہے وہی

جاں وہی ہے، تو جانِ جاں ہے وہی (حسن مطلع)

فیض احمد فیض کے کلام کے مجموعے ❊ ”دستِ صبا“ ❊ ”نقشِ فریادی“ ❊ ”زنداں

نامہ“ ❊ ”دستِ جہہ سنگ“ اور ❊ ”سروادی سینا“ کی صرف تیرہ (۱۳) غزلوں میں سب

ملا کر صرف سولہ (۱۶) اشعار حسنِ مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک غزل کے علاوہ بقیہ بارہ (۱۲) غزلوں میں حسنِ مطلع کا صرف ایک ایک ہی شعر پایا جاتا ہے۔ صرف ایک ہی غزل میں حسنِ مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں اور وہ غزل ”طوفان بہ دل ہے ہر کوئی دلدار دیکھنا بگل ہونہ جائے مشعلِ رخسار دیکھنا“ ہے۔

(۶) جگر مراد آبادی:- نظر ملتے ہی دل کو وقفِ تسلیم و رضا کر دے

جہاں سے ابتداء کی ہے، وہیں پر اتہا کر دے (مطلع)

وفا پر دل کو صدقے، جان کو نذرِ جفا کر دے

محبت میں یہ لازم ہے کہ، جو کچھ ہو فنا کر دے (حسنِ مطلع)

علی سکندر جگر مراد آبادی کے کلام کے مجموعے ”شعلہ طور“ ❊ ”جذبات جگر“ ❊ ”آتشِ گل“ ❊ ”لمعات طور“ ❊ ”تخیلات جگر“ ❊ کی کل دو سو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں کل چار سو پچپن (۳۵۵) اشعار حسنِ مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ مذکورہ دو سو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں سے صرف ایک غزل ہی ایسی ہے کہ جس میں حسنِ مطلع کے سب سے زیادہ آٹھ (۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور وہ غزل کلیات جگر مراد آبادی صفحہ ۷۲ پر ہے۔ غزل کا مطلع ہے ”اک لفظِ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے ÷ سٹے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے“۔

اردو ادب کے مذکورہ نامور شعراء کے کلام میں حسنِ مطلع کے اشعار کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ شعراء میں سے صرف جگر مراد آبادی کے کلام میں ایک غزل میں سب سے زیادہ یعنی حسنِ مطلع کے آٹھ اشعار پائے جاتے ہیں لیکن جگر صاحب کو بھی جگر تھا منا پڑے ایسی مثال امامِ عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ ”حدائقِ بخشش“ حصہ دوم میں ایک قصیدہ حضرت رضا بریلوی نے غزل کے انداز میں مرقوم فرمایا ہے۔ اس قصیدہ کا نام ”قصیدہ نور“ ہے۔ اس قصیدے میں حضرت رضا بریلوی نے حسنِ مطلع کے چھیالیس (۴۶) اشعار ارقام

فرمائے ہیں۔ اردو ادب کے کسی بھی شاعر نے ایک غزل میں اتنے اشعار حسن مطلع کے نہیں کہے بلکہ دس (۱۰) اشعار کی تعداد تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ جب کہ حضرت رضا بریلوی نے ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ اور یہ ریکارڈ غیر منکسر (Unbeaten) رہے گا۔ قصیدہ نور کا پہلا شعر مطلع ”صبح طیبہ میں ہوئی بنتا ہے پاڑا نور کا ÷ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا“ ہے۔ مطلع کے بعد کا شعر جو حسن مطلع ہے وہ ”باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا ÷ مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا“ سے شروع ہو کر ”یہ جو مہر دمہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا ÷ بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا“ تک کل چھیالیس (۴۶) اشعار حسن مطلع کے آپ نے قلمبند فرمائے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنے قصیدہ نور میں کثرت سے قافیوں کا استعمال فرما کر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے اور اپنی شانِ فصاحت و بلاغت کو اجاگر فرمایا ہے۔ جب کہ جناب سکندر میاں جگر مراد آبادی صاحب چند قافیوں میں ہی الجھے رہے۔ حالانکہ جگر صاحب نے حسن مطلع کے صرف آٹھ اشعار ہی کہے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے قافیوں کی قلت محسوس کی ہو ایسا لگتا ہے کیونکہ ان کے اشعار میں ایک قافیہ چار چار مرتبہ مکرر آیا ہے۔ اس کے برعکس امام الکلام حضرت رضا بریلوی کے کلام میں قافیوں کی بہتات و وسعت نظر آتی ہے۔

جگر مراد آبادی نے اپنی ایک غزل میں، جن آٹھ حسن مطلع کا استعمال کیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:-

- (۱) اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے - مطلع
- سٹے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے
- (۲) یہ کس کا تصور ہے، یہ کس کا فسانہ ہے - حسن مطلع نمبر ۱
- جو اشک ہے آنکھوں میں، تسبیح کا دانہ ہے

(۳) دل سنگِ ملامت کا ہر چند نشانہ ہے - حسنِ مطلع نمبر ۲

دل پھر بھی مراد دل ہے، دل ہی تو زمانا ہے

(۴) ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانا ہے - حسنِ مطلع نمبر ۳

رونے کو نہیں کوئی، ہنسنے کو زمانا ہے

(۵) وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے - حسنِ مطلع نمبر ۴

سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے

(۶) شاعر ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانا ہے - حسنِ مطلع نمبر ۵

فطرت مرا آئینہ، قدرت مرا شانا ہے

(۷) جو اُن پر گزرتی ہے، کس نے اسے جانا ہے - حسنِ مطلع نمبر ۶

اپنی ہی مصیبت ہے، اپنا ہی فسانا ہے

(۸) کیا حُسن نے سمجھا ہے، کیا عشق نے جانا ہے - حسنِ مطلع نمبر ۷

ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے

(۹) آغازِ محبت ہے، آنا ہے نہ جانا ہے - حسنِ مطلع نمبر ۸

اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانا ہے

مذکورہ حسنِ مطلع کے آٹھ اشعار کے لئے سولہ قافیوں کی ضرورت تھی لیکن جگر صاحب

صرف آٹھ قافیوں پر اکتفا کرتے ہوئے سبکدوش ہو گئے۔ (۱) فسانا۔ ۳/ مرتبہ (۲) زمانہ۔

۵/ مرتبہ (۳) دانہ۔ ۱/ مرتبہ (۴) نشانہ۔ ۱/ مرتبہ (۵) مانا۔ ۱/ مرتبہ (۶) بہانا۔ ۱/ مرتبہ

(۷) شانا۔ ۱/ مرتبہ اور (۸) جانا۔ ۳/ مرتبہ استعمال کر کے قافیوں کی قلت (Shortage) کا

اظہار فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے اپنے قصیدہ نور کے حسنِ مطلع کے ۳۶ اشعار

کے لئے ۹۲ قافیوں کے لیے کل ستاسی (۸۷) الفاظ کا استعمال فرما کر دنیائے ادب پر اپنی

سخن شاہی کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ حضرت رضا نے ۸۷ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے وہ اس

طرح ہیں: (۱) پھولا (۲) کلمہ۔ دو مرتبہ (۳) سجدہ۔ دو مرتبہ (۴) ستارہ۔ دو مرتبہ (۵) کمرہ (۶) پودا (۷) والا (۸) اعلیٰ (۹) بدلا۔ بمعنی تغیر (۱۰) بدلا۔ بمعنی عوض قصاص (۱۱) سہرا (۱۲) پیالہ (۱۳) صدقہ (۱۴) کعبہ (۱۵) شملہ (۱۶) صحیفہ (۱۷) عمامہ۔ دو مرتبہ (۱۸) بالا (۱۹) بُد (۲۰) پھر ریا (۲۱) شفیعہ (۲۲) قبالہ (۲۳) پسینہ (۲۴) سوتا (۲۵) لعدہ (۲۶) شعلہ (۲۷) گھٹا (۲۸) زجاجہ (۲۹) سورہ (۳۰) پُٹلا (۳۱) گرتا (۳۲) ماتھا (۳۳) سیما (۳۴) ٹکڑا (۳۵) سایہ (۳۶) دولہا (۳۷) شہانہ (۳۸) دو بالہ (۳۹) اِکا (۴۰) ترانہ (۴۱) لہرا (۴۲) آیہ (۴۳) معنی۔ دو مرتبہ (۴۴) بھالا (۴۵) دکھایا (۴۶) مژدہ (۴۷) دھڑکا (۴۸) دریا (۴۹) اہلا (۵۰) رہا تھا (۵۱) کلیچا (۵۲) بٹھایا (۵۳) علاقہ (۵۴) توڑا۔ روپیوں کی تھیلی (۵۵) توڑا۔ بمعنی خسارہ (۵۶) کاسہ (۵۷) مہینہ (۵۸) دعویٰ (۵۹) مچکا (۶۰) تمغا (۶۱) ٹیکا (۶۲) اس پا (۶۳) رشتہ (۶۴) طلقہ (۶۵) ہالہ (۶۶) بچہ (۶۷) گھراٹا (۶۸) دو شالہ (۶۹) جوڑا (۷۰) اندھا (۷۱) نگینہ (۷۲) تڑکا (۷۳) دھندکا (۷۴) بڑھتا (۷۵) ڈرانا (۷۶) مُعلیٰ (۷۷) قُبہ (۷۸) پہرا (۷۹) پرندہ (۸۰) شیدا (۸۱) دوپٹا (۸۲) گتہ (۸۳) چھینٹا (۸۴) جملہ (۸۵) سچا (۸۶) آتا (۸۷) استعارہ۔

جگر مراد آبادی کے حسن مطلع کے مذکورہ اشعار میں کوئی علمی، تاریخی، یا مذہبی بات نہیں کہی گئی اور صرف ”حسن“ و ”عشق“ کے چکر میں پھنس کر معشوقہ کے عشق میں تڑپنے اور آنسو بہانے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ان آٹھ اشعار میں عوامی سطح اور اصطلاح کے الفاظ کا ہی استعمال کیا گیا ہے اور محبت کے فسانے کا رونا رویا گیا ہے۔ کوئی ”خیر القائل“ یا فن شاعری کی کسی صنعت پر دست آزمائی نظر نہیں آتی۔ جب کہ حضرت رضا پریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار کا ایک ایک لفظ علم و عرفان کا گوہر نایاب معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب کی کئی صناعات مثلاً صنعت تشبیہ، تضاد، اقتباس، استعارہ، تلمیح، مقابلہ، تجنیس کامل



وغیرہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہر شعر کی تشریح میں کئی سو صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔ الفاظ کی بندش، روانی اور ربط کا حسن بھی اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ نکھرا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے مذکورہ قصیدہ نور کے علاوہ دیگر چالیس (۴۰)

نعتوں، منقبتوں وغیرہ میں بھی حسن مطلع کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔

■ ”واہ کیا جو دو کرم ہے شبہ بطحا تیرا“۔ نعت میں تین (۳) حسن مطلع ہیں۔

■ ”ماہ سیما ہے احمد نوری“۔ منقبت میں سات (۷) حسن مطلع ہیں۔

■ ”اے امام الہدیٰ محبت رسول“۔ منقبت میں دس (۱۰) حسن مطلع ہیں۔

## (۳) ”وزن اور بحر“

شعر کے وزن سے مراد یہ ہے کہ شعر کو تو لنے کے لئے جو پیمانے مقرر کئے گئے ہیں انہیں بحر کہا جاتا ہے۔ ان بحر میں سے کسی ایک بحر کے مطابق شعر کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جو کلام کسی بھی بحر کے وزن پر نہیں ہوتا وہ شعر نہیں ہو سکتا۔ اسے نثر (Prose) کہا جائے گا۔ شعر کے وزن کرنے کا جو فن ہے وہ ”علم عروض“ کہلاتا ہے۔ اس فن کے ذریعہ اشعار کا وزن یا ان کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فن عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کی ترازو میں تولنے کا نام وزن ہے۔ جس کو تقطیع کرنا بھی کہتے ہیں۔ اس فن کا موجد بصرے کا ایک مشہور عالم خلیل بن احمد ہے۔ جو ۱۰۳ھ مطابق ۷۲۱ء میں پیدا ہوا اور ۷۷۱ھ مطابق ۷۸۸ء میں وفات پائی۔ خلیل بن احمد نے شعر کے لئے پندرہ (۱۵) وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا۔ خلیل بن احمد کی مقرر کردہ بحر کے بعد ابوالحسن انفش، برزہ جمہر، مولوی یوسف نیشاپوری اور ایک کسی نامعلوم شخص نے ایک ایک بحر ایجاد کی اور فن شاعری کے لیے کل انیس (۱۹) بحر مقرر ہوئیں۔ پھر ان ۱۹ بحر کو الگ الگ بحروں میں تقسیم کیا گیا اور کل چہتر (۷۶) بحر متعین کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں



لہذا ناظرین کی خاطر طبع کیلئے فن شاعری کی سالم انیس (۱۹) بحور کا نقشہ مع ان کے اقسام و اوزان پیش خدمت ہے:-

### ”نقشہ بحور مع کیفیت . اقسام و اوزان“

نمبر	بحر کا نام	کیفیت	کل اقسام	اس بحر سالم کا وزن
۱	ہزج	مفرد	۱۱	مَفَاعِيلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۲	رجز	//	۵	مُسْتَفْعِلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۳	رمل	//	۷	فَاعِلَاتُنْ - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۴	مُتَقَارِبُ	//	۶	فَعُولُنْ - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۵	کامل	//	۱	مُتَفَاعِلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۶	وافر	//	۱	مُفَاعِلَتُنْ - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۷	مُتَدَارِكُ	//	۷	فَاعِلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۸	مُنْسَرَحُ	مرکب	۵	مُسْتَفْعِلُنْ مَفْعُولَاتُ - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۹	مُضَارِعُ	//	۷	مَفَاعِيلُنْ فَاعِلَاتُنْ - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۰	سریع	//	۶	مُسْتَفْعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ مَفْعُولَاتُ - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۱	خفیف	//	۳	فَاعِلَاتُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۲	محبتتہ	//	۳	مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلَاتُنْ - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۳	مقتضب	//	۳	مَفْعُولَاتُ مُسْتَفْعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں

۱۳	طویل	//	۱	فَعُولُنْ مَفَاعِيْلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۵	مدید	//	۱	فَاعِلَاتُنْ فَاعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۶	بسیط	//	۱	مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۷	جدید	//	۱	فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ مُسْتَفْعِلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۸	قریب	//	۴	مَفَاعِيْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَاعِلَاتُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۹	مشاکل	//	۱	فَاعِلَاتُنْ مَفَاعِيْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
	میزان:	← ۷۴		

مذکورہ بحور میں سے سات (۷) بحریں مفرد (Solitary) ہیں اور بارہ (۱۲) بحریں مرکب (Combined) ہیں۔ کل انیس (۱۹) بحریں اصل ہیں اور یہ انیس بحریں منقسم ہو کر کل ۷۴ بحریں ہو گئیں۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا نقشہ کے معائنہ سے آجائے گا۔ اردو ادب میں جو بھی شاعری لکھی جاتی ہے، وہ ان مذکورہ ۷۴ بحور میں سے کسی ایک بحر کے وزن پر ہوتی ہے۔ کسی شعر کے لئے یہ طے کرنا کہ یہ کس بحر کے وزن پر ہے یہ ایک مستقل فن ہے اور اس فن کو علم عروض کہا جاتا ہے لیکن علم عروض کا پورا دار و مدار تقطیع پر ہے۔

## (۴) "تَقْطِيعُ"

تقطیع ہی علم عروض کا اصل اصول ہے۔ اور تقطیع کا علم اور اس میں مہارت صرف علم عروض کے اصول اور قوانین کو یاد کر لینے سے نہیں آتا بلکہ مشق اور ممارست

(Experience) سے اس پر عبور حاصل ہوتا ہے۔ اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اصول کی روشنی میں تقطیع کی مسلسل مشق جاری رکھنی چاہئے۔ اس پر قابو پالینا علم و فن عروض پر حاوی ہونے کے مترادف ہے۔ یہ کام اگر آگیا تو گویا عروض آگیا۔ تقطیع کے لغوی معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ چوں کہ بحر کے ارکان سے ہم وزن کرنے کے لئے شعر کے الفاظ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے ہیں اس لئے اس فن کو تقطیع نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چونکہ شعر الفاظ کے مجموعہ سے بنتا ہے اور الفاظ حروف کے مرکب ہونے سے بنتے ہیں لہذا تقطیع میں حروف کو مد نظر رکھ کر وزن کیا جاتا ہے۔ حروف کی تین صورتیں متعین کی گئی ہیں۔

(۱) مکتوبی غیر ملفوظی یعنی وہ حروف جو لکھے جائیں لیکن بولنے اور پڑھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً ہائے محتفی، واؤ معدولہ، عربی کا الف وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (۲) ملفوظی و مکتوبی یعنی وہ حروف جو لکھنے میں بھی آئیں اور بولنے پڑھنے میں بھی آئیں۔ ان کا شمار تقطیع میں ہوتا ہے۔ (۳) ملفوظی غیر مکتوبی یعنی وہ حروف جو بولنے اور پڑھنے میں آئیں مگر لکھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً حروف مشدّد یعنی جب حرف پر تشدید کی علامت (و) ہو۔ اضافت یا ہائے باطنی، وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

تقطیع کی بہت ہی مختصر تشریح مندرجہ بالا کی گئی ہے حالانکہ تقطیع کے تعلق سے جو اصول و ضوابط ہیں وہ اتنے کثرت سے ہیں کہ جن کو بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔ قارئین کی فرح طبع کی خاطر ذیل میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کی تقطیع پیش ہے:-

شعر:

گنہ گاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے  
 مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے  
 یہ شعر بحر ہزج سالم کا ہے۔ جس کا وزن مفاعیلن۔ چار مرتبہ ایک مصرعہ میں ہے۔  
 تقطیع یہ ہوئی:-

مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
گنہ گاروں	نوید خوش	کوہاتف سے	مآلی ہے
مبارک ہو	لئے احمد	شفاعت کے	ساوالی ہے

■ امام الکلام حضرت رضا بریلوی نے تمام بحر میں اشعار کہے ہیں مثلاً:-

☆ وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں، بحر و افراسالم میں ہے  
☆ رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں، بحر مضارع مٹمن اخب مکفوف محذوف  
میں ہے۔

☆ وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں، بحر خفیف مسدس شعث مقصور میں ہے۔  
☆ سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے، بحر متقارب اثرم مقبوض محذوف  
میں ہے۔

☆ زمین وزماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے، بحر و افراسالم میں ہے۔

## ”تخریب الفناء، متروک بحر کونئی زندگی“

■ حضرت رضا بریلوی نے اپنی مشہور زمانہ نعت ”زمین وزماں تمہارے لئے“ جس بحر میں کہی ہے وہ ”بحر و افراسالم“ صرف عربی زبان میں ہی رائج ہے ”یہ بحر عربی سے مخصوص ہے اور اردو میں رائج نہیں“ (حوالہ: ”فن شاعری“ از اخلاق حسین دہلوی، صفحہ ۱۰۷)۔ اس بحر میں اردو یا فارسی زبان میں شاید ہی کسی شاعر کی کوئی غزل ملے گی۔ بلکہ اس بحر کو فارسی اور اردو کے قریب قریب تمام شعراء نے بہت ہی مشکل اور کٹھن بحر محسوس کر کے بالکل متروک کر دیا تھا اور دنیائے ادب سے یہ بحر غیر مانوس ہو کر قریب الفناء ہو گئی تھی لیکن حضرت رضا بریلوی کے قلم حیات بخش نے اس بحر کونئی زندگی بخشی۔ صرف نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ نیا جو بن اور شباب بخشا اور اس بحر کی سنگلاخ زمین میں عشق رسول کے مہکتے پھولوں کی شکل میں فصیح اور بلیغ الفاظ کا استعمال فرما کر اس بحر کو شباب کے ساتھ ساتھ حسن وزینت سے

آراستہ کیا۔ جس بحر کو فارسی اور اردو کے شعراء نے اس کی سنگلاخی سے مایوس ہو کر فراموش کر دیا تھا، اس بحر کو حضرت رضا بریلوی نے بزم ابصار کی شمع درخشاں بنا دیا۔ بلکہ آنے والی نسل کے شعراء کے لئے اس بحر کی راہ دشوار کو سہل بنا کر اس بحر میں شعر گوئی کی ترغیب دی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے اس دشوار بحر میں پورے حسن ترتیب سے الفاظ کی صف بندی فرما کر جو روانی پیدا کی ہے، اسے دیکھ کر اہل علم و ادب عیش و عشرت پکاراٹھے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنی نگاہ التفات سے اس محتفراز اور متروک بحر کو وہ حسن بخشا کہ حضرت رضا بریلوی کے بعد بہت سے شعراء نے اردو ادب اس بحر پر وارفتہ ہو گئے اور اس بحر میں غزلیں کہی ہیں۔ جس بحر کو فارسی و اردو کے شعراء تلخ اور ترش سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے تھے، اس بحر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ شیرینی اور چاشنی پیدا کر دی کہ ہر شاعر کے لیے وہ بحر مرغوب طبع ہو گئی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس بحر میں جو نعت ارشاد فرمائی ہے اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ آپ نے شعر کے ہر رکن کو پورا جملہ دینے کے بجائے ہر رکن کو قافیہ کا حسن عطا کیا ہے۔ اور ان ارکان شعر میں وہ ربط و روانی پیدا کر دی ہے کہ شعر پڑھنے یا سننے والا اگر شعر کے مطلب سے واقف نہیں بھی ہے، پھر بھی وہ الفاظ و قافیہ کی موزونیت اور نظم سنجی کے کیف میں جھوم اٹھے گا۔ مندرجہ ذیل اشعار ہمارے اس دعوے کی دلیل و برہان ہیں:-

- ⊛ تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
- زمین و فلک، سماک و سمک، میں سکہ نشاں تمہارے لئے
- ⊛ کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی
- عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمہارے لئے

- ☆ عطائے ارب، جلائے کرب، فیوض عجب، بغیر طلب
- ☆ یہ رحمت رب، ہے کس کے سبب، برت جہاں تمہارے لئے
- ☆ جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن
- ☆ سزائے سخن، پہ ایسے من، یہ امن واماں تمہارے لئے
- ☆ اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
- ☆ گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و تواں تمہارے لئے
- ☆ صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے، کہ دن ہوں بھلے
- ☆ لہوا کے تلے ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے

اس نعت پاک کے ہر شعر میں الفاظ کی ندرت اور روانی کی شیریں مقالی اتنی پر کیف ہے کہ نعت پڑھنے والے کے دہن میں شہد نایاب گھل جاتا ہے۔ گویا کہ حضرت رضآنے بخروا فرسالم کی پتھر ملی راہ کو، ہموار کر کے اس کو مخملی بنا دیا ہے۔

## (۵) "اقسام"

☆ نظم : لری، سلک، کلام، شعر (فیروز اللغات، ص ۱۳۶۶)

[ Well measured poetry, Stringing as pearls ]

☆ لوری : ہلکی آواز کے سُریلے گیت، جو عورتیں بچوں کو سلانے یا بہلانے کے لئے

آہستہ آہستہ گاتی ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۶۸)

☆ گیت : راگ، بھجن، سُرود (فیروز اللغات، ص ۱۱۳۶) [ Song ]

☆ سُرود : نغمہ، گیت، راگ، ایک قسم کا باجا۔ (فیروز اللغات، ص ۷۹۷)

[ Melody ]

☆ غزل : نظم کی ایک صفت جس میں عشق و محبت اور اخلاق و تصوف کا ذکر ہوتا ہے۔



غزل کا ہر شعر جداگانہ مضمون کا حامل ہوتا ہے۔ جس کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۹۱۳)

[ Ode, Amatory sonnet ]

☆ حمد : خدا کی تعریف (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)

[ Praise of Almighty Allah ]

☆ نعت : مدح، ثنا، تعریف، توصیف، رسول اللہ کی شان میں مدحیہ اشعار (فیروز اللغات، ص ۱۳۶۶)

[ Eulogy, Praise especially of Holy Prophet Hazrat Muhammad ]

☆ منقبت : تعریف، توصیف، انبیائے کرام کے علاوہ بزرگان دین کی مدح و ثنا کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۹۶)

[ Virtue, Praise of saint except Prophets ]

☆ مثنوی : نظم کی وہ قسم جس میں کوئی بات مسلسل بیان کی جائے اور اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ آئے اور ہر شعر کا قافیہ پہلے شعر کے علاوہ کوئی اور ہو۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۰۴)

[ Heroic verse ]

☆ قصیدہ : نظم کی وہ قسم جس میں کسی کی تعریف و تحسین یا بوجوہ ہو۔ اس کے پہلے دونوں مصرعوں میں اور بعد کے ہر شعر کے آخری مصرعہ میں قافیہ کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کی شکل غزل سے ملتی جلتی ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۹۵۸)

[ Pith of a long ode ]

☆ مرثیہ : وہ نظم جس میں مُردے کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں۔ وہ نظم جس میں شہدائے کربلا کے مصائب اور شہادت کا ذکر ہو۔ رونا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۲۵)

[ Elegy, Song of lamentation ]

☆ قطعہ : نظم کی وہ قسم جس میں کوئی آیت چیز بیان کی جاتی ہے۔ اس میں مطلع نہیں ہوتا۔ (فیروز اللغات، ص ۹۵۹)

[ The couplet poem ]

☆ مثلث : وہ نظم جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۰۲)

[ Triverses poetry ]

☆ رباعی : وہ چار مصرعے جو اوزانِ مخصوص پر ہوں۔ اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ چوتھا مصرعہ عجیب ہوتا ہے کہ سننے والا متحیر ہو جائے۔ رباعی کے چوبیس (۲۴) اوزان ہیں۔ (فیروز اللغات،

[ Quatrain, Astanza of four lines ] (ص ۷۰۳)

☆ مخمس : وہ نظم جس میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۱۷)

[ Pentagon, a king of verse containing five lines ]

☆ مسدس : نظم کی وہ قسم جس کے ہر بند میں چھ (۶) مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۲۵)

[ Poem consisting of six lines ]

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح تمام بحور میں اشعار نظم فرمائے ہیں اسی طرح آپ نے قریب قریب شاعری کی تمام اقسام میں اشعار فرمائے ہیں اور فن ادب کو اس انداز سے نکھارا ہے کہ رہتی دنیا تک فن اور اہل فن حضرت رضا بریلوی کے مرہونِ منت رہیں گے۔ اقسام شاعری کے عنوان کے تحت کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔ جن کے مطالعہ سے حضرت رضا بریلوی کے تبحر علم اور قادر کلامی کا تھوڑا بہت اندازہ آجائے گا۔ حضرت رضا بریلوی نے شاعری کی ہر قسم میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ نے حمد، نعت، منقبت، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، قطعہ، مثلث، رباعی، مخمس، مسدس وغیرہ میں اشعار ارشاد فرمائے ہیں۔ جن کا ذکر صناعات کی تفصیل میں ضمناً آئے گا لہذا انفرادی طور پر اس پر بحث نہ کرتے ہوئے کچھ ضروری امور کی طرف قارئین کرام کی توجہات ملتفت کرنا چاہتے ہیں۔

## (۶) ”حمد اور نعت“

اردو زبان ہو یا اور کوئی زبان ہو، اس زبان کی شاعری کی اصناف میں حمد اور نعت کی بہت ہی اہمیت ہے۔ حمد اور نعت میں حمد آسان ہے جبکہ نعت بہت ہی مشکل فن ہے۔ حمد میں خدائے تعالیٰ کی عظمت و بزرگی بیان کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف میں جتنا بھی بڑھا جائے روا ہے۔ حمد میں تعریف کی سمت میں کوئی حد ہی نہیں کہ خدا کی تعریف اس حد تک کی جائے اس سے آگے نہ بڑھا جائے بلکہ تعریف کرنے والے کو روا ہے کہ وہ خدا کی حمد و ثنا میں اپنے قلبی تاثرات کا جتنا زیادہ اظہار کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ حمد میں صرف ایک امر کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ خدائے قدوس کی شان میں کوئی ایسی بات یا لفظ نہ کہی جائے کہ جس کی وجہ سے شان الوہیت میں توہین و تنقیص ہو جائے۔ جب کہ نعت میں دو حدیں مقرر ہیں۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ آپ کو بشریت سے خارج کر کے الوہیت سے ملحق کر دیا جائے اور ایسا کرنے پر شرک کا الزام عائد ہوگا۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک محدود حد تک ہی بڑھنا روا ہے۔ اس حد سے تجاوز کرنا روا نہیں۔ دوسری حد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ کا قطعاً استعمال نہ کیا جائے جو آپ کی شایان شان نہ ہوں اور ان الفاظ میں توہین و گستاخی کا پہلو نکلتا ہو۔ اور ایسا کرنے پر شان رسالت میں گستاخی کرنے کا کفر لازم آئے گا۔ مختصر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں اتنا نہ بڑھنا چاہئے کہ شرک لازم آئے اور نہ ہی اتنا گھٹانا چاہئے کہ کفر کا جرم عائد ہو۔ ان دونوں سرحدوں کے درمیان رہ کر نعت گو نعت کہتا ہے اور یہ ایک دشوار منزل ہے۔

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی اس معاملہ میں فرماتے ہیں کہ:-

”حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل فن ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد بندی نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“

(حوالہ:- المملفوظ، حصہ ۲، مرتب حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ)

نعت رسول لکھنے کے لئے پہلی شرط شاعر کا قلب عشق رسول کی لازوال دولت کے گوہر شاداب سے معمور ہونا ہے اور ساتھ میں اس جذبہ صادق، عشق خالص اور بے پناہ عقیدت کو اعتدال و توازن کے ساتھ حدود شناسی کے ساتھ ظاہر کرنا ہے۔ شاعر کا عشق اس درجہ تک رسا ہونا چاہئے کہ اس کے دل کی ہر دھڑکن سے ”یا حبیبی یا رسول اللہ“ کی صدا آتی ہو۔ اور سنت رسول کی پیروی اس کا مقصد حیات بن جائے۔ جب یہ جذبہ شدت کی حالت اختیار کرتا ہے، تو اس کی زبان و قلم سے سوائے محبوب کی یاد اور نعت کے اور کچھ ادا نہیں ہوتا۔ اس کی زبان و قلم سے عشق رسول کے بے بہا موتی جھڑتے ہیں اور نعت کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

## (۷) ”حضرت رضا اور نعتیہ شاعری“

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک دنیائے اردو شاعری مجازی محبوب کی زلفوں کی اسیر تھی۔ شعراء ہمہ وقت اپنی محبوبہ کے حسن و جمال کی تعریف میں کھوئے رہتے تھے۔ کوئی اپنی محبوبہ کی زلفوں کی درازی میں طویل غزلیں لکھ رہا ہے۔ کوئی محبوبہ کی مخموری آنکھوں کے نشے میں جھوم رہا ہے۔ تو کوئی رخسار، لب، کمر، نزاکت موزونیت کی شان کے اظہار میں مصروف ہے۔ کوئی انگور کی بیٹی کے کڑوے گھونٹ کی

شیرینی محسوس کر رہا ہے۔ غرض دنیا اور دنیا کے مجازی محبوبوں کے عشق مجازی کا ایسا غلبہ اور تسلط تھا کہ شعراء اردو ادب کی اکثریت اسی کے دام فریب میں گرفتار تھی اور مجازی محبوب کے سراپا کا عاشقانہ بیان اور اس کی سو قیانہ تشریح ان کا طرہ امتیاز تھا۔ خلاف شریعت اقوال و افعال کی ترغیب و تشویق گویا کہ شاعری کا معیار فن بن چکا تھا۔ اردو کے کچھ شرابی اور کبابی شاعروں نے کیفِ خمر کے زیر اثر ایسے ایسے ناروا اشعار کہے کہ اردو شاعری کی روح بھی شرمندہ تھی۔ نجل و ندامت سے اس کی جبین احساس خم ہو گئی تھی اور ایسے شعراء اردو ادب و فن شاعری کے لیے عار و وبال بن گئے تھے۔ ان تنگ ادب شاعروں نے اپنے قلم کی سیاہی سے صفحہ قرطاس ہی نہیں بلکہ اردو شاعری کا دامن بھی داغ دار کر ڈالا تھا۔ ان کم ظرف و کم نظر شعراء کا یہ غلط نظریہ تھا کہ اردو شاعری میں جدت اور رنگت کی چاشنی گھولنے کے لئے عاشقانہ اور شرابیانہ طرز اختیار کرنا ضروری ہے، ورنہ اردو شاعری خشک اور تلخ رہ جائے گی۔ شراب و شباب کی رنگینی کا تذکرہ ہی اردو شاعری میں رنگ جما سکتا ہے۔ نوجوان اور عاشق طبقے کو اردو شاعری کی طرف مائل کرنے اور ان کو رغبت دلانے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ اور اسی سے اردو شاعری کے حسن کا نکھار ہے۔ مذہبی شاعری کی طرف بہت کم شعراء ملتفت ہوئے تھے کیونکہ شعراء اردو ادب نے ماحول ایسا پرانگندہ کر دیا تھا کہ عشق حقیقی میں کی جانے والی شاعری کو پرانی وضع قطع کی ذہنیت کی تخلیق اور خشک عنوانی پر مشتمل شاعری سمجھا جاتا تھا۔ مذہبی شعراء کی مقبولیت اور شہرت ایک مخصوص طبقے اور حلقے تک ہی محدود تھی، جب کہ عشق فسق سے لبریز کلام والے فساق شعراء عام شہرت اور مقبولیت کے ٹھیکیدار بنے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی کا اردو شاعری پر احسان ہے کہ آپ نے اس غلط نظریہ کی عملی تردید فرمادی اور اپنے حسن کلام سے اردو شاعری کو زینت و زیبائش عطا کرنے کے ساتھ ساتھ مذہبی شاعری میں بھی اپنی رنگینی سخن سے رنگ و رس پیدا کر دیا اور جس مذہب، عنوان کو خشک اور بے رنگ گردان کر اس کی طرف شعراء نظر التفات سے گریز کرتے تھے، اس

عنوان کو اتنا رنگین و حسین بنا دیا کہ اس عنوان کے شعر گو لو بلند منصب اور اعلیٰ معیار حاصل ہونے لگا۔ اردو شاعری کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں ایسا رنگا کہ اردو شاعری کے چہرے کی زردی کو سرخ روئی میں بدل دیا اور ثابت کر دیا کہ اردو شاعری کا حسن و نکھار عشق مجازی میں شعر گوئی سے نہیں بلکہ عشق حقیقی میں طبع آزمائی سے آتا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ:-

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن آئے کیوں

لا سے پیش جلوۂ زمزمہ رضا کہ یوں

حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام بلاغت نظام سے اردو شاعری کو زینت بخشنے کے

ساتھ ساتھ ایک عاشق صادق کے جذبات دل کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام

رعنائیوں کے ساتھ اظہار کرنے کا سلیقہ بھی تعلیم فرمایا۔ آپ کی شاعری حقیقت اور صداقت

پر مبنی ہے۔ تصنع، بے جا غلو، روایاتی تکلف، کذب گوئی، دروغ بیانی، جذبات کے سیلاب

میں بہنا وغیرہ قباحتوں سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ آپ کی شاعری وہی تھی، خالق کائنات

نے حضرت رضا کو موزونیت و معنویت کی وہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں کہ عشق رسول کی

پاکیزگی کے ساتھ ساتھ فن و ادب کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی

شاعری میں صرف آمد آمد کی آمد بہار ہے۔ آورد کی کھینچا تانی کی خزاں کا نام و نشان نہیں۔

آپ دیگر شعراء کی طرح صبح سے شام تک اشعار بندی میں منہمک نہیں رہتے تھے بلکہ عشق

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ سمندر کی طغیانی کی طرح ابھرتا اور یاد محبوب میں آپ بے

چین و بے قرار ہو جاتے، تو عشق رسول کا وہ جذبہ سوز خود بخود و بشکل اشعار زبان سے نکلتا

اور وہ اشعار آپ کے سوزش عشق کا سامان بن کر آپ کے بیقرار دل کو سکون بخشتے۔ خود

حضرت رضا فرماتے ہیں کہ:-

”جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے



قراردل کو تسلیم دیتا ہوں، ورنہ شعر و سخن میرا بہ ابق طبع نہیں۔ (حوالہ: ”سوانح اعلیٰ

حضرت، از حضرت علامہ بدرالدین احمد، ص ۲۸۳)

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری برائے شاعری نہیں بلکہ شاعری بطور

عبادت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا ہی مقصدِ اصلی تھا۔ اور اس

مقصد میں صرف خلوص کا جذبہ ہی کارگر تھا۔ اس کا پتہ حسب ذیل واقعہ سے آئے گا:

”ایک مرتبہ کوئی ایک شاعر ایک نعت لکھ کر حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں بغرض

اصلاح حاضر ہوا۔ حضرت رضانا نے جب اس نعت کو ملاحظہ فرمایا تو اس نعت کے اشعار میں

ایسا تذکرہ تھا کہ یا رسول اللہ! آپ کی یاد اور آپ کے فراق میں میرا یہ حال ہے کہ نہ راتوں

کو نیند آتی ہے، نہ دن کو چین حاصل ہوتا ہے۔ آپ کے غم ہجر میں کھانا، پینا، سونا وغیرہ ترک

ہو گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے ان شاعر صاحب

سے فرمایا کہ واقعی اگر آپ کی وہی حالت ہے جو آپ نے اپنے اشعار میں بیان کی ہے، تو

آپ کی یہ حالت قابلِ صد تحسین ہے اور اگر آپ کی حالت حقیقتہً وہ نہیں ہے جو آپ نے

بیان کی ہے بلکہ شعر کو حسنِ اسلوبی سے آراستہ کرنے کے لئے محض شاعرانہ تکلفات کے تحت

ہی آپ نے تصنع کرتے ہوئے اپنی حالت بیان کی ہے اور آپ کا حال اپنے بیان کے

مطابق نہیں بلکہ آپ کھاتے، پیتے اور آرام سے سوتے بھی ہیں، تو یہ ایک جھوٹ ہوا۔ ذرا

سوچو! جھوٹ اور وہ بھی اتنی عظیم بارگاہ میں؟ لہذا آپ اپنے اشعار میں اپنی وہی کیفیت

بیان کیجئے جو واقعی آپ محسوس کر رہے ہیں۔ یعنی اپنے اشعار کو صداقت پر ہی محمول کریں اور

کذب بیانی و تصنع سے احتراز کریں۔

مذکورہ واقعہ حضرت رضا بریلوی کی شاعری میں صداقت کے عناصر کی نشاندہی کرتا

ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے اپنے نعتیہ اشعار میں صرف وہی لکھا

ہے، جو آپ نے واقعی محسوس کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رضا کے اشعار میں صدق

وخلوص کی گہرائیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کی شاعری میں عشق رسول کے حقیقی جذبات جلوہ نکلن ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری رومی اور روایتی نہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہے۔ اردو شاعری میں رومی شاعری کی بدی گھر کئے ہوئے تھی۔ مثال کے طور پر مرزا اسد اللہ غالب آزاد طبیعت کے آدمی تھے۔ شراب نوشی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جو (Gambling) کے وہ ایسے دلدادہ تھے کہ اُس لٹ کے طفیل کئی مرتبہ حوالا ت کی ہوا کھا چکے تھے۔ مرزا غالب کے احوال زندگی کو اور تصوف کو دور کا واسطہ بھی نہ تھا لیکن پھر بھی غالب صاحب نے تصوف میں بہت اشعار کہے ہیں۔ غالب کے صوفیانہ اشعار صرف رومی اور روایتی تھے، حقیقت سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن حضرت رضا کا جملہ کلام رسم و روایت سے مبرا و منزہ ہے۔ آپ کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور آپ کا سراپا حب رسول میں غرق تھا۔ آپ کے کلام میں عشق رسول کی جو مہک ہے، وہ ذاتی مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہے۔ آپ نے اسی صداقت و خلوص کے جذبے کے تحت ہی اشعار نظم فرمائے ہیں اور شعراءِ اردو ادب کو نعتیہ شاعری میں راہِ خلوص اختیار کرنے کی ہدایت و تلقین فرمائی ہے۔

فن شاعری میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی استاذ نہ تھا اور نہ ہی آپ کسی سے اپنے اشعار کی اصلاح کراتے تھے۔ علاوہ ازیں شعر گوئی آپ کا مشغلہ بھی نہ تھا اور نہ ہی آپ کو اتنی فرصت تھی کہ آپ شاعری کی طرف مٹفت ہوں کیونکہ آپ تجدیدی خدمات میں ہمہ وقت منہمک تھے۔ کثرت تصنیف میں آپ ایسے مصروف تھے کہ آپ شاعری کی طرف اپنی توجہات مرکوز ہی نہ کر سکے تھے کیونکہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے تقریباً ۱۸ یا ۲۰ گھنٹے آپ تصنیفی خدمت میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کی شاعری وہی تھی۔ فن شاعری میں عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا رہنما تھا۔ قرآن مجید آپ کی شاعری کا ماخذ و مرجع تھا۔ احکام شریعت آپ کے پاس دار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعتیہ شاعری احکام شریعت سے سُرِ مُؤْتَجَاوِز نہیں۔ حالانکہ نعت گوئی کے میدان میں کئی مشکل

مراحل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ نعت گو شاعر عموماً مضامین کے محدود دائرے میں جولانی کرتا ہے۔ وہ ایک مضمون کو کئی طریقوں سے بیان کرنے کے لئے نئے نئے الفاظ کی تلاش و جستجو میں رہتا ہے۔ اور جہتِ الفاظ کی ندرت جتانے کے شوق میں وہ کبھی ناروا لفظ کا بھی دامن تھام لیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مضمون کی تلاش میں شاعر اپنی بساط سے اونچی پرواز کرنے کی کوشش کرتا ہے اور الجھ جاتا ہے۔ یا تو احکام شریعت کی خلاف ورزی کر بیٹھتا ہے یا اپنے کلام کو مہمل بنا ڈالتا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کلام ان تمام امور سے منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے۔ آپ کی شاعری میں جو احتیاط پائی جاتی ہے وہ دیگر شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ آپ نے جس مضبوطی سے ادب و احترام کے دامن کو تھاما ہے، اس کی مثال دیگر شعراء کے کلام میں بہت ہی قلت سے پائی جاتی ہے۔ حضرت رضا کے کلام کی عمدگی کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ نے نعت گوئی کے لئے قرآن مجید کو مشعلِ راہ بنایا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صفات و اعجاز، مناقب و مراتب اور بے مثل و مثال صفات کو قرآن مجید کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کیا۔ قرآن سے آپ نے نعت گوئی سیکھی اور نعت گوئی کے منازل کو اس کی تمام تر رعنائیوں سے طے کرنے کے لئے مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے واقفِ راہ عشق کو حاضرِ راہ بنایا اور ان کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ خود فرماتے ہیں کہ:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ ÷ بیجا ہے للہ المنت محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ÷ یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت رضا بریلوی نعت گوئی کی راہ میں ایسے ایسے نازک مراحل سے گزرے ہیں کہ تھوڑی سی بے احتیاطی بھی ارتکابِ جرمِ عظیم کی زنجیروں میں جکڑ دینے کے لئے کافی تھی۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے بڑی احتیاط سے ان مضامین کو نبھایا، نعت گوئی کے احترام و تقدس کو ملحوظ رکھا اور شعر کوفن کے زیورات سے

آراستہ کر کے شاعری کے حسن کو بھی دو بالا لیا ہے۔ ان مراحل کو آسانی طے کرنے کے لئے آپ نے جو طریقہ اپنایا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حسان بس ہے

حضرت رضا بریلوی نے شاعری کے تمام اصناف میں شعر گوئی کی ہے لیکن آپ کے کلام میں زیادہ تر تغزل کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ نے غزل کے انداز میں نعت، منقبت، قصیدہ وغیرہ نظم فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں حمد، مثنوی، قطعات، رباعیات وغیرہ میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ نے فن شاعری کو حیاتِ نوبختی ہے اور فن شاعری کی صناعات میں آپ نے اپنی قادر الکلامی کا سکہ بٹھاتے ہوئے جو کمال دکھایا ہے، اس کو دیکھ کر دنیائے اردو ادب کے بڑے بڑے شعراء اور ماہرینِ انگشت بدندان ہیں۔ اس وقت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شاعری پر مزید کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صناعاتِ فن شاعری پر کچھ گفتگو کریں اور اختتامِ مقالہ میں حضرت رضا کی شاعری کے محاسن پر کچھ تفصیل سے تبصرہ کریں گے۔

## (۸) صناعاتِ فن شاعری

فن شاعری میں کچھ صناعاتِ حقیقین کی گئی ہیں۔ اور ہر صنعت کے قواعد و ضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔ شاعر اپنے کلام کے حسن کو نکھارنے کے لئے ان صناعات کا اپنے اشعار میں استعمال کر کے اہل علم سے داد حاصل کرتا ہے۔ اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء اپنے کلام میں ان صناعات کو استعمال میں کوشاں رہے اور اپنی حسب استطاعت ان صناعات کا استعمال کیا۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں ان صناعات کا بھرپور استعمال فرمایا اور اردو ادب میں ایک مثال قائم کر دی کہ نعتیہ شاعری میں ان صناعات کا حسین انداز میں استعمال

کیا جاسکتا ہے اور فن و ادب کو اُجاگر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت رضّانے اپنے نعتیہ اشعار میں ان صنعات کو اتنے حسین پیرائے میں نظم فرمایا ہے کہ اہل ذوق کو مجبور ہو کر اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضرت رضّا کا مقام فن و ادب کے اعتبار سے بھی تمام شعرائے اردو سے بلند و اعلیٰ ہے۔ اب ہم صنعات کا ذکر کرتے ہیں اور ہر صنعت میں حضرت رضّا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مہارت، ندرت، قدرت، اور فوقیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اُس صنعت میں حضرت رضّا کے اشعار پیش کرتے ہیں۔

## (۹) "صَنَعَتِ اسْتِعَارَهُ"

اُس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے اس کو مجازی معنی میں استعمال کرتا ہے اور ان حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۴۱) [ Metaphorical ]

فکلیل بدایونی کا شعر ہے کہ:- (۱) اے میرے ماہ کامل پھر آشکار ہو جا  
اکتا گنی طبیعت تاروں کی روشنی سے  
اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے لئے حقیقی معنی ترک کر کے "ماہ کامل" کے مجازی معنی کا استعمال کیا ہے یعنی ماہ کامل سے مراد اپنی محبوبہ ہے۔

حضرت رضّا فرماتے ہیں:- (۱) آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب

سچے سورج وہ دل آرا ہے اُجالا تیرا  
(۲) نعمتیں بانٹا جس سمت وہ ذی شان گیا  
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا  
(۳) واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ  
مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے ذلہن پھول

(۴) اٹھا دو پردہ، دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے

زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

(۵) کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں شعر نمبر ۱ میں ☉ سچے سورج، شعر نمبر ۲ میں ☉ منشی رحمت، شعر نمبر ۳

میں ☉ گل، شعر نمبر ۴ میں ☉ نور باری اور ☉ مہر، شعر نمبر ۵ میں ☉ بدر الدجی اور ☉ شمس

الضحیٰ سے مراد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذاتِ گرامی ہے۔ ایسے تو کئی اشعار ”حدا لئ بختش“ میں دستیاب ہیں۔

## (۱۰) ”صَنَعَتِ تَشْبِيْهٍ“

ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند ٹھہرانا یا اس کی صفت میں شریک قرار دینا۔ (فیروز

اللغات، ص ۳۶۱) [Allegory]

☉ میر تقی میر کا شعر ہے کہ:- نازکی اُن کے لب کی کیا کہئے

پنگھڑی اک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے ہونٹ کو گلاب کی پنگھڑی سے مثال دی اور اپنی

محبوبہ کے لب کو گلاب کی پنگھڑی کی مانند ٹھہرایا۔

☉ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:- پتی پتی گلِ قدس کی پتیاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضا اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک اور نازک

ہونٹوں کو ان کی نزاکت کی بنا پر ”گلِ قدس کی پتیوں“ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔



○ ماہر چاند پوری کا شعر ہے:- چاند سے چہرے پہ بکھری ہے وہ زلف عنبریں

رات کیوں ہے آج اتنی دل ربا معلوم ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے چہرے کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- دل کرو ٹھنڈا مرا، وہ کف پا چاند سا

سینہ پہ رکھ دو ذرا، تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

”کف پا“ یعنی ٹکوں کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- ریش خوش معتدل مرہم ریش دل

ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک یعنی

ڈاڑھی شریف کو ہالہ ماہ یعنی کہ چاند کے ارد گرد جو کنڈل ہوتا ہے اس سے تشبیہ دی ہے۔

## (۱۱) ”صَنَعَتِ مُبَالِغَةٍ“

کسی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ حد سے زیادہ تعریف و بڑائی کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۹۳) اس کو غلو بھی کہتے ہیں۔ یعنی حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔ اردو ادب کے شعراء نے اس صنعت میں بہت ہی گل کھلائے ہیں۔ مثلاً امیر مینائی کا شعر ہے:-  
”ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی ÷ بال کھولے تو گھٹالوٹ آئی“

لیکن حضرت رضا کی نعتیہ شاعری میں مبالغہ یا غلو مصوّر ہی نہیں۔ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو کچھ بھی کہا اور لکھا ہے وہ حقیقت ہے اور حقیقت حال پر ہی محمول ہے۔ جس ذاتِ پاک کی تعریف کا جو حق ہے وہ حق ہی کما حقہ جب ادا نہیں ہو سکتا تو پھر مبالغہ اور غلو کی صورت ہی پیدا نہیں ہو سکتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف میں مبالغہ اور غلو کا سدّ باب زور و شور سے فرماتے ہوئے حضرت رضا رقمطراز ہیں کہ:-

■ ”اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضورؐ تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی“ جب تعریف و مدحت کا جو حق ہے وہی ہم سے ادا ہونا ممکن نہیں تو پھر مبالغہ یا غلو کو دخل ہی نہیں ہے اور حضور اقدس کی تعریف کا کما حقہ حق ادا کرنے سے اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے حضرت رضا فرماتے ہیں کہ:-

■ ”لیکن رضائے ختم سخن اس پہ کر دیا؎ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے“

مختصر یہ کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں مبالغہ یا غلو کا امکان ہی نہیں۔ آپ نے جو بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا ہے، وہ ناقابل انکار حقیقت ہی ہے، غلو نہیں۔

## (۱۲) ”صَنَعَتِ اِقْتِبَاسُ“

چٹا ہوا کلام (فیروز اللغات، ص ۱۰۵) یعنی شاعر اپنے شعر میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کی عبارت کا ٹکڑا لے۔ اور اس عبارت کو عربی زبان میں ہی شعر میں نقل کرے۔

[ Quotation ]

صنعتِ اقتباس کی مثالیں اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہیں بلکہ یوں کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ان شعراء کے کلام میں یہ صنعت برائے نام ہی پائی جاتی ہے، بجز ڈاکٹر اقبال صاحب۔ ڈاکٹر اقبال کے کلام میں صنعتِ اقتباس ضرور پائی جاتی ہے لیکن محدود تعداد میں:-

پہلے ہم اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے کلام سے کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

☆ مرزا اسد اللہ غالب کا شعر ہے کہ:- دھوپ کی تابش آگ کی گرمی

وَقِنَارٌ بِنَا عَذَابِ النَّارِ

مرزا غالب کے دیوان میں صنعت اقتباس کے کل دو ہی اشعار پائے جاتے ہیں۔  
غالب کا وہ دوسرا شعر بھی پیش خدمت ہے۔

جاں مطرب ترائے ہل من مزید ہے

لب پر وہ سنج زمزمہ الاماں نہیں

⊙ ڈاکٹر علامہ اقبال کا شعر:۔ (۱) رنگ او ادنیٰ میں رنگین ہو کے اے ذوق طلب

کوئی کہتا تھا کہ لطف ما خلقنا اور ہے

(۲) زندگی از دہر و دہر از زندگی ست

لَا تَسُبُّوا الدُّهْرَ فَرَمَانِ نَبِيٍّ سَت

(۳) کس کی بیت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے

منہ کے بل گر کے ہوا اللہ احد کہتے تھے

(۴) حکمت و تدبیر سے یہ فتنہ آشوب خیز

ٹل نہیں سکتا وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ

(۵) چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

رَفَعْتَ شَانَ رَفَعْنَا لَكَ نِكْرَكَ دیکھے

علامہ اقبال کے کلام سے صنعت اقتباس کی مثال میں پانچ اشعار درج کئے ہیں۔  
علامہ اقبال کے علاوہ دیگر شعرائے اردو کے کلام میں اس صنعت کی مثالیں مشکل سے ملتی  
ہیں۔ جگر مراد آبادی، فیض احمد فیض، فانی بدایونی، فراق گورکھپوری، اصغر گونڈوی کے کلام تو  
اس صنعت سے محرومیت پر ماتم کناں محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن امام عشق و محبت حضرت رضا  
بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت اقتباس کی مثالیں اتنی کثرت سے پائی  
جاتی ہیں کہ عقلیں حیران ہیں۔ کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:۔

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- (۱) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ہے تراء ذکر ہے اونچا تیرا

(۲) لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ تھا وعدہ ازلی

نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا

(۳) أَنْتَ فِيهِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں

عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

(۴) غَنَجَى مَاؤُحْصَى کے جو چٹکے کنسی کے باغ میں

بلبلِ سدرہ تک اُن کی بو سے بھی محرم نہیں

(۵) پائے کو باں پلّی سے گزریں گے تیری آواز پر

رَبِّ سَلَامٍ کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

(۶) نبی سرور ہر رسول و ولی ہے

نبی رازدار مَعَ الْوَالِي ہے

(۷) نہ عرشِ ایمن نہ رائی ذاہب میں مہمانی ہے

نہ لطف اذن یا احمد نصیب لن ترانی ہے

(۸) کھلے کیا راز محبوب و محبت مستانِ غفلت پر

شرابِ قدرِ آئی الحق تریب جام من رانی ہے

(۹) ذِيَابٌ فِي ثِيَابٍ لب پہ کلمہ دل میں گستاخی

سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

(۱۰) مَنْ رَأَى قَدْرَ آيِ الْحَقِّ جو کہے

کیا بیاں اُس کی حقیقت کیجئے

(۱۱) وَالضُّحَىٰ حُجَرَاتِ الْمُنْشَرَحِ سے پھر

مؤمنو! اتمام حجت کیجئے

(۱۲) مَنْ زَارَ تَرْبَتِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي

اُن پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

(۱۳) ایا امی کس لئے منت کش استاز ہو

کیا کفایت اس کو اِقْرَأ رَبِّكَ الْاَكْرَمُ نہیں

(۱۴) ان پر کتاب اتری بَيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ

تفصیل جس میں مَاعَبَرٌ وَمَا غَبَرٌ کی ہے

(۱۵) مجرم بلائے آئے ہیں جَاوُكَا ہے گواہ

پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

(۱۶) مَوْمِنٌ هُوں، مومنون پہ رَوْفٌ رَجِيْمٌ ہو

سائل ہوں سائلوں کو خوشی لَا نَهْرٌ کی ہے

(۱۷) تَبَارَكَ اللهُ شَانِ تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَافِي کہیں تقاضے صال کے تھے

(۱۸) پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا، حقیقتہً فعل تھا ادھر کا

تنزلوں میں ترقی افزا دَنِي تَدَلِي کے سلسلے تھے

(۱۹) اٹھے جو قصرِ دَنِي کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

(۲۰) یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام

آخر میں ہوئی مہر اَكْمَلْتُ لَكُمْ

(۲۱) مژگان کی صفیں چار ہیں، دو ابرو ہیں

والفجر کے پہلو میں لَيْسَالِ عَشْرِ

(۲۲) دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا

مَنْ رَأَى كَيْسًا؟ يَهْدِيهِ دُكَّانُ نَوْرٍ

(۲۳) کت گیسو، ہ دہن، کی ابرو، آنکھیں ع ص

كَهَيْسًا مَنْ رَأَى كَيْسًا؟ يَهْدِيهِ دُكَّانُ نَوْرٍ

(۲۴) بجالا یا وہ امر سَارِعُوا كُ

تیری جانب جو مستعجل ہے یا غوث

(۲۵) نَحْتُ فَلَاحَ الْفَلَاحِ رُحْتَ فَرَاحَ الْعَرَاحِ

عُدْ لِيَعُوذَ الْهِنَا تَمْ پے کروڑوں درود

(۲۶) گیسو وقد لام الف کر دو بلا منصرف

لا کے تہ تیغ لا تم پے کروڑوں درود

(۲۷) شمع بزمِ دَنَسِي هُوَ مِيں گم گُنْ اَنَا

شرع متن ہُویت پے لاکھوں سلام

(۲۸) لَيْلَةُ الْقَدْرِ مِيں مَطْلَعُ الْفَجْرِ حَق

مانگ کی استقامت پے لاکھوں سلام

(۲۹) مَعْنَى قَدْرًا مَقْصِدًا مَطْفِي

زکس باغ قدرت پے لاکھوں سلام

(۳۰) مَنْزِلٌ مِّنْ قَصَبٍ لَا نَصَبٌ لَا صَخْبٌ

ایسے کوشک کی زینت پے لاکھوں سلام



(۳۱) یٰـبٰدِیْ کہہ کے ہم کو شاہ نے

اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کیا

(۳۲) لَا یَفُوْدُوْنَ آگے ہو گا بھی نہیں

تو الگ ہے ذٰلِکَ پھر تجھ کو کیا

(۳۳) فَاِذَا فَرَغْتَ فَاَنْصَبْ یہ ملا ہے تم کو مَنْصَبُ

جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا۔ کرو قسمت عطا یا

(۳۴) وَ اِلٰی الْاِلٰهَةِ فَارْعَبْ کرو عرض سب کے مطلب

کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کروان پر اپنا سایا۔ بنو شافع خطایا

(۳۵) وہ کنواری پاک مریم، وہ نَفَخْتُ فِيْہِ کادم

ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا۔ وہی سب سے افضل آیا

(۳۶) یٰہِیْ حَسْبُکَ اَبَدِیْ اُن کو رضا

صدق وعدہ کی قصا مانی ہے

(۳۷) اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہُمْ رِزْقًا سے دے رزق حسن

بندۂ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے

(۳۸) یٰ اہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے

رَبِّ سَأَلْمُ کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

(۳۹) یٰ اہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں

قدسیوں کے لب سے اَمِیْنُ رَبِّنَا کا ساتھ ہو

حدائقِ بخشش حصہ اول و دوم سے مذکورہ ۳۹ اشعار اردو کلام سے اخذ کئے گئے ہیں

حالانکہ ان دونوں حصوں میں صنعت اقتباس کے اشعار فارسی کلام میں بکثرت ہیں۔ حدائق

کے دونوں حصوں میں فارسی کلام بمقابلہ اردو کلام چوتھائی حصہ (۱/۴) کے برابر نہیں اس کے باوجود فارسی کلام میں صنعت اقتباس کے ۵۹ اشعار ہیں۔ حصہ سوم کے اردو اور فارسی اشعار ان میں شامل کر لئے جائیں تو ان کی تعداد حسب ذیل ہوگی:-

نمبر	کیفیت	حداقل حصہ اول	حداقل حصہ سوم	میزان
۱	اردو اشعار	۳۹	۴۰	۷۹ =
۲	فارسی اشعار	۵۹	۵	۶۴ =
			کل اشعار	۱۲۳ =

حضرت رضا بریلوی کا یہ کمال ہے کہ آپ نے صنعت اقتباس میں ۱۲۳ اشعار ارشاد فرما کر ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دیا ہے، جو کبھی توڑا نہ جاسکے گا بلکہ اردو ادب کے تمام شعراء نے مل کر صنعت اقتباس میں جتنے اشعار کہے ہیں ان سے کہیں زیادہ اشعار حضرت رضائے اکیلیہ لفظ فرمائے ہیں اور وہ اشعار بھی ایسے اعلیٰ معیار و علمی وجاہت کے ہیں کہ ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی صفحات مرقوم کئے جاسکتے ہیں۔ اردو ادب کے دامن کو حضرت رضا نے گوہر شاداب سے بھر دیا ہے اور اردو ادب کے حسن فن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ صرف صنعت اقتباس میں اردو زبان کے کل ۷۹ اشعار اور فارسی زبان کے کل ۶۴ اشعار لفظ فرما کر حضرت رضائے اپنے فن کا کمال دکھایا ہے۔ راقم الحروف کا جہاں تک خیال ہے وہاں تک آج تک دنیائے اردو ادب میں ایک بھی ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا، جس نے صنعت اقتباس میں اتنی کثرت سے اشعار کہے ہوں۔ اس میدان میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان منفرد اور یکتائے زمانہ ہیں۔ ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ جس کو بھی دیکھتے ہیں وہ حضرت رضا کے سامنے طفل مکتب نظر آتا ہے۔

## (۱۳) "صَنَعَتِ تَضَادٌ"

شعر میں ایسے دو الفاظ جمع کرنا جو معنی اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں یعنی ضد ہوں۔ پھر خواہ وہ دونوں اسم ہوں یا فعل ہوں۔ اس صنعت کو صنعتِ طباق و تضاد بھی کہا جاتا ہے [Parody]

☆ مرزا غالب کا شعر ہے:- فرش سے تاعرش، واں، طوفاں تھا موج رنگ کا

یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

اس شعر میں فرش و عرش اور زمین و آسمان متضاد الفاظ ہیں۔

☆ اکبر الہ آبادی کا شعر ہے:- نگاہِ ناز بجاں پر نثار دل کو کیا

زمانہ دیکھ کے دشمن سے دوستی کر لی

اس شعر میں دشمن اور دوستی ایک دوسرے کی ضد کے الفاظ ہیں۔

☆ کلیل بدایونی کا شعر ہے:- کفر و خرد کو راس نہ آئے گی زندگی

جب تک جنوں ہے مشعلِ ایماں لئے ہوئے

اس شعر میں کفر و ایمان اور خرد و جنوں ایک دوسرے کے متضاد الفاظ ہیں۔

☆ امنر گوٹوی کا شعر ہے:- اس عالم ہستی میں نہ مرنا ہے نہ جینا ہے

تو نے کبھی دیکھا نہیں، مستوں کی نظر سے

اس شعر میں مرنا اور جینا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

☆ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- وصل کی شب تھی تو کس درجہ سبک گزری تھی

ہجر کی شب ہے تو کیا سخت گراں ٹھہری ہے

اس شعر میں وصل کی ضد ہجر، سبک کی ضد گراں اور "تھی" کی ضد "ہے" ہے۔

○ فان بدایونی کا شعر ہے:- موت ہستی پہ دو تہمت تھی کہ آسان نہ تھی

زندگی مجھ پہ وہ الزام کہ مشکل سے اٹھ

اس شعر میں موت کی ضد زندگی اور آسان کی ضد مشکل ہے۔

○ جہر مراد ہونے کا شعر ہے:- خدا جانے محبت کوئی منزل کو کہتے ہیں

نہ جس کی ابتدا ہی ہے، نہ جس کی انتہا ہی ہے

اس شعر میں ابتدا اور انتہا دو متضاد الفاظ ہیں۔

حضرت رضا بریلوی صیغہ ارحمۃ و ارضوان کے اشعار میں صنعت تضاد تین کلمات سے

ہونے جاتی ہیں کہ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جن سب کو بطور مثال یہاں پیش کرنا ممکن

نہیں۔ آپ کے ڈرامے میں صنعت تضاد کی دو بہتات ہے کہ ایک ایک شعر میں تین صنعت تہمت

ہیں اور یہ شعر میں صنعت تضاد کے نئے نئے اور معنی نئے الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔

مثلاً ان کمر ریا غار بہت ہی کمپو جاتا ہے۔ بعد ہ شعر میں جہت کی مدت نوپا ہونے جاتی

ہے۔ ذیل میں صنعت تضاد کے ڈرامے سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان اشعار پہ

کون قبہ دہ کرتے ہوں وہاں شعر پیش کرنے کے بعد ان کے ذیل میں صنعت تضاد کے

نمونہ درج کر کے شعر میں مستعمل صنعت کی تعداد شمار کی گئی ہے۔

○ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

■ یہ وہی تین صیغہ مذکورہ نام سے گھٹا

گھٹا گیا تیسو تڑا رمت کا ہوں گھٹا گیا

نقد:- (۱) یہ وہی گھٹا (۲) صیغہ مذکورہ (۳) گھٹا گیا گھٹا گیا۔

■ یہ وہی تین صیغہ مذکورہ نام سے گھٹا

گھٹا گیا تیسو تڑا رمت کا ہوں گھٹا گیا

تضاد:- (۱) نہ-v/s-ہونا (۲) آسمان-v/s-خاک (۳) کشیدہ (کھینچا ہوا)-v/s-خمیدہ  
(ٹھکا ہوا)

■ (۳) ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ  
بھاری ہے ترا وقار آقا

تضاد:- ہلکا-v/s-بھاری (۲) اگر-v/s-ہے (۳) ہمارا-v/s-تیرا (۴) پلہ-v/s-وقار۔

■ (۴) تاری دوزخ کو چمن کردے بہارِ عارض  
ظلمت حشر کو دن کردے نہارِ عارض

تضاد:- (۱) تاری-v/s-بہار (۲) دوزخ-v/s-چمن (۳) ظلمت-v/s-نہار۔

■ (۵) جب آگنی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں  
جلتے بجھا دیئے ہیں، روتے ہنسا دیئے ہیں

تضاد:- (۱) جلتے-v/s-بجھا دیئے (۲) روتے-v/s-ہنسا دیئے۔

■ (۶) واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا  
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

تضاد:- (۱) واں-v/s-یاں (۲) مطیعوں-v/s-سیہ کاروں (۳) جگر-v/s-دامن (۴)  
خوف-v/s-مچلنا۔

■ (۷) سر سبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ  
چمکی دو پٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

تضاد:- (۱) سر سبز-v/s-سیہ پوش (۲) وصل-v/s-ہجر (۳) یہ-v/s-وہ۔

■ (۸) وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھو میں  
ادھر سے انوار ہنستے آتے، ادھر سے نجات اُٹھ رہے تھے

**تضاد:-** (۱) وہاں -v/s- یہاں (۲) فلک -v/s- زمیں (۳) پر (اوپر) -v/s- میں (اندر)  
(۴) ادھر -v/s- ادھر (۵) آتے -v/s- اُٹھتے (جاتے) (۶) انوار -v/s- فحاشات۔

■ (۹) کبھی خاک پر پڑا ہے، سر چرخ زیر پا ہے

کبھی پیش در کھڑا ہے۔ سربندگی ٹھکا یا

**تضاد:-** (۱) خاک -v/s- چرخ (۲) پر (اوپر) -v/s- زیر (نیچے) (۳) سر -v/s- پا  
(پاؤں) (۴) کھڑا -v/s- جھکایا۔

■ (۱۰) کبھی گرم کبھی عیاں ہے، کبھی سرد گہ تپاں ہے

کبھی زیر لب فغاں ہے، کبھی چپ کہ دم نہ تھمایا

**تضاد:-** (۱) گرم -v/s- عیاں (۲) سرد -v/s- تپاں (۳) فغاں -v/s- چپ (۴) ہے  
-v/s- نہ (نہیں)۔

مذکورہ صرف دس (۱۰) اشعار میں صنعت تضاد کی چھتیس (۳۶) مثالیں پائی جاتی  
ہیں۔ اس سے قارئین اندازہ کر لیں کہ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ کلام میں یقیناً ہزاروں  
مثالیں صنعت تضاد کی پائی جاتی ہیں۔

## (۱۴) "صَنَعَتِ تَلْمِيحُ"

کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۷۵)۔ یا کسی مشہور  
شعر اور کہاوت یا قرآن و حدیث کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔

○ کلیل بدایونی کا شعر ہے:- مئے کوثر پلاتے ہیں جناب مصطفیٰ شاید

علی اصغر کے رونے کی صدا کم ہوتی جاتی ہے

اس شعر میں میدان کربلا میں سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین کے شہزادے حضرت

علی اصغر رضی اللہ عنہما کی پیاس اور ان کی شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔



○ مرزا غالب کا شعر ہے:- قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر

لیکن آنکھیں روزِ دیوار زنداں ہو گئیں

اس شعر میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قید ہونے، حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کے فراق میں رورو کے نابینا ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

○ قالتی بدایونی کا شعر ہے:- طور نے جل کر ہزاروں طور پیدا کر دیئے

ذڑہ ذڑہ میرے دل کی خاک کا دل ہو گیا

اس شعر میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار الہی کے لئے کوہ طور سینا پر تشریف لے جانا اور کوہ طور کا انوار الہی کی تجلی کی ایک کرن سے جل کر خاک ہو جانے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

مذکورہ شعراء کے دیوان کی اوراق گردانی کرنے کے ثمرے میں مشکل سے دو۔ پانچ اشعار صنعت تلمیح کے نظر آئیں گے اور وہ اشعار بھی کوئی خاص دم دار نہیں۔ فن شاعری کی صنعت تلمیح میں اسلامی تاریخ کے واقعات کی طرف اشارہ کرنے میں اکثر شعراء کی معلومات محدود ہی رہی ہیں۔ اکثریت نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوہ طور کے واقعہ، حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور واقعات کربلا تک ہی اپنی معلومات کو محدود رکھ کر اشعار تلمیحات نظم کئے ہیں لیکن حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ کا معائنہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اول تا آخر پورا دیوان تلمیحات سے چھلک رہا ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کا ہر شعر قرآن مجید کی کسی نہ کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر ہے۔ یا تو پھر کسی حدیث کا مفہوم و معنی ہے یا تو پھر اسلامی تاریخ کے کسی اہم واقعہ کی روداد و تفصیل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رضا کے کلام میں تلمیحات کی بھرمار ہے۔ صرف ان تلمیحات کی تشریح لکھی جائے تو علم کا ایک خزانہ وجود پذیر ہو جائے۔ حضرت رضا بریلوی

عالیہ الرحمۃ والرضوان تلمیحات کے بیان کے سلسلہ میں علمی معلومات کی حد بندی کی قید میں مقید نہ رہتے ہوئے وسعتِ علم کے میدان میں جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپ نے عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والے اکثر واقعات اپنے اشعار میں بحیثیت تلمیحات نظم بند فرمائے ہیں۔ حضرت رضا کے کلام سے صنعتِ تلمیح کے کچھ اشعار قارئین کے ذوق کے لئے پیش خدمت ہیں:

❖ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

■ (۱) تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا لٹے قدم

تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجا چر گیا

اس شعر میں دو تلمیحات یعنی دو واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ مصرعہ اولیٰ میں جنگ خیبر سے واپسی میں مقام صہبا میں حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹایا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مصرعہ ثانی میں معجزہ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے معجزے کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم

جانور بھی کریں جن کی تعظیم

سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم

پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

اس شعر میں اُن کئی واقعات کا ذکر ہے کہ بارہا جانوروں نے باعثِ تخلیق کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدے کر کے تعظیم بجالائے، سنگریزوں نے کلمہ پڑھا، درختوں نے حکم کی بجا آوری اور سجدے کئے۔ ایسے بے شمار واقعات کی طرف صرف ایک شعر میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

■ (۳) ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا

رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ اُحد کے پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ اُحد کا پہاڑ لرز نے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پائے اقدس کی ایک ٹھوکر رسید فرما کر اُحد کے پہاڑ کا زلزلہ دور فرما دیا۔ اس واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

■ (۴) انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

اس شعر میں اُن تمام واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ کثیر تعداد پر مشتمل لشکر اسلام میں پانی ختم ہو گیا۔ وضو، غسل اور پینے پکانے کے لئے بھی پانی نہیں۔ کہیں سے پانی دستیاب ہونے کی کوئی امید نہیں۔ ایسی حالت میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کی مبارک انگلیوں سے پانی کے دریا جاری ہو گئے اور ہزاروں کی تعداد میں افراد اس مقدس پانی سے سیراب ہوئے۔ کسی نے وضو کیا، کسی نے غسل کیا، کسی نے شکم سیر ہو کر نوش کیا، یہاں تک کہ لشکر میں موجود برتنوں اور مشکیزوں میں پانی بھر لیا گیا۔

■ (۵) عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا

گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب فرعون نے پورے ملک کے جادو گروں کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے جمع کیا تھا۔ ان جادو گروں نے اپنے ہاتھوں کی لٹھیاں اور رسیاں زمین پر پھینکیں، تو وہ سب سانپ بن

کر رہیں لگیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ میں جو عصا (لاٹھی) تھا اس کو زمین پر ڈال دیا تو وہ زبردست اثر دہا بن گیا اور جادو گروں کے تمام کے تمام سانپوں کو نکل گیا۔

■ (۶) واللہ جو مل جائے مرے گل کا پینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مفلس و غریب شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیٹی کی شادی ہے۔ میں اتنا مفلس الحال ہوں کہ دلہن کے لئے عطر بھی نہیں خرید سکتا۔ یا رسول اللہ! کچھ عطا فرمادیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شیشی میں اپنا پینہ مبارک بھر کے اس شخص کو عطا فرمایا۔ جب دلہن کو وہ مقدس پینہ لگایا گیا تو ایسی خوشبو مہکی کہ پورا شہر مدینہ مہک اٹھا اور خوشبو کا یہ عالم تھا کہ اس خوشبو سے بہتر خوشبو کسی نے سونگھی نہ تھی۔

یہاں تک صرف چھ اشعار کی بہت ہی مختصر وضاحت کر دی ہے۔ حضرت رضا کے نعتیہ کلام میں سیکڑوں اشعار صنعت تلمیح کے پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو تشریح کئے بغیر بھی پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہذا ناظرین کرام کے لطف و فرح کے لئے چند اشعار ذیل میں درج کرتے ہیں:

■ (۷) تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں

کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلو تیرا

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا تو آپ کے فراق میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری نے ناپیٹا ہونے کی دعا مانگی تھی اور ان کی دعا مقبول ہوئی تھی۔

■ (۸) قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

اس شعر میں اشارہ ہے کہ حضور غوث اعظم کو اللہ تعالیٰ نے قسمیں دے کر کھلایا اور

پلایا۔

■ (۹) اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا

جو حیدر کرار کہ مولیٰ ہے ہمارا

حضرت علی کو حضور اقدس نے ”ابو تراب“ لقب سے نوازا، اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۰) کیوں جناب بو ہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر

جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

ایک پیالہ دودھ سے ستر (۷۰) حضرات اصحاب صفہ کے سیراب ہو جانے کے واقعہ

کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۱) حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سُر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال حُسن کو دیکھ کر مصر کی عورتوں کا اپنی

انگلیاں کاٹ ڈالنے کے واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

■ (۱۲) چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم شیر خواری میں گہوارے سے انگلی کا اشارہ

فرماتے تو چاند آپ کے اشاروں پر چلتا تھا۔

■ (۱۳) جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے

نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۴) جان ہیں جان کیا نظر آئے

کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

دوران ہجرت حضور اقدس کا غار ثور میں تشریف فرما ہونے کے باوجود دشمنوں کو نظر نہ آنے کا واقعہ۔

■ (۱۵) اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا

گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و تواں تمہارے لئے

معجزہ شق القمر اور معجزہ رجعت شمس کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت تلمیح کے سینکڑوں اشعار

پائے جاتے ہیں۔ اہل ذوق حضرات آپ کے نعتیہ دیوان کی طرف رجوع فرمائیں۔

## (۱۵) "صَنَعَتِ تَلْمِيعُ" (مُلْمَعُ)

اس صنعت کو صنعتِ ملّمع بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح عروض میں ایک زبان کی نظم میں

دوسری زبان کا ایک مصرع یا شعر یا اشعار ملا دئے جائیں۔ (فیروز اللغات، ص

۱۲۸۳)۔ یعنی ایسی نظم کہ جس کا ایک مصرع یا ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی

میں ہو۔ اس صنعت کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) **مُلْمَعُ مَكشُوفُ** : یعنی جب ایک شعر ایک زبان میں اور دوسرا شعر

دوسری زبان میں ہو۔

(۲) **مُلْمَعُ مَحجُوبُ** : یعنی جب ایک مصرع ایک زبان میں اور دوسرا مصرعہ

دوسری زبان میں ہو۔

Species of poem, The distichs of which are written in persian and arabic alternate.

(The Royal Persian-Eng. Dict. Page.435)

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے اچھے شاعروں کو لوہے کے چنے چبانے پڑتے



ہیں۔ اردو ادب کے اکثر و بیشتر شعراء کے دیوان اس صنعت کی مثال کے اشعار سے محروم ہیں۔ یہاں تک کہ جن کا شمار اردو ادب کے صفِ اوّل کے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان میں سے مرزا اسد اللہ خاں غالب کے پورے دیوان میں صرف ایک شعر پایا جاتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی

وَقِنَارَ بَنَّا عَذَابَ النَّارِ

یہ وہی شعر ہے جو صنعتِ اقتباس کی مثال میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ شعر ویسے دیکھو تو صنعتِ تلمیح (لمع) کے ضوابط و قوانین کے معیار پر ٹھیک اترتا بھی نہیں کیونکہ اس صنعت کی اہم شرط یہ ہے کہ اس شعر کا ایک حصہ عربی میں اور دوسرا حصہ فارسی زبان میں ہو۔ جب کہ غالب صاحب کے اس شعر کا پہلا مصرعہ اردو میں ہے اور دوسرا مصرعہ عربی میں ہے۔ پھر بھی اگر غالب صاحب کے ساتھ فراخ دلی سے رعایت کرتے ہوئے اس شعر کو صنعتِ تلمیح میں شمار کیا بھی جائے تب بھی وہ شعر صرف صنعتِ ملمعِ محبوب کا مانا جائے گا۔ کیونکہ جس شعر کا ایک مصرعہ ایک زبان میں اور دوسرا مصرعہ دوسری زبان میں ہو وہ شعر صنعتِ ملمعِ محبوب میں شمار ہوگا۔

اردو ادب کے صفِ اوّل کے دیگر شعراء مثلاً شکیل بدایونی، فیض احمد فیض، جگر مراد آبادی، فانی بدایونی وغیرہ کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ اچھوں اچھوں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔ شاعر کی علمی اور ادبی صلاحیتیں جواب دے چکتی ہیں۔ پروازِ تخیل دم توڑ دیتی ہے۔ اقلام جامد اور غیر متحرک ہو جاتے ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال بہت ہی دشوار مرحلہ ہے۔ اکثر شعراء اس کی طرف اپنی بے مائیگی کی وجہ سے قصداً ملتفت نہیں ہوتے کیونکہ پھسل کر اوندھے منہ گرنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ لہذا اردو ادب میں صنعتِ تلمیح برائے نام ہی رہ گئی تھی۔ اس صنعت کے اصول اور ضوابط متعین کر دئے گئے تھے لیکن اس

صنعت کی عملی مثال دیکھنے کے لئے اہل ذوق کی آنکھیں ترستی تھیں لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اہل ذوق کی ترستی آنکھوں کو برف سے زیادہ ٹھنڈک کا لطف بخشا اور آپ نے اس صنعت میں ایک ایسی نعت قلمبند فرمائی کہ اہل ادب بھی عیش عیش پُکار اٹھے۔ آپ نے ایک ایسی نعت نظم فرمائی کہ جس کا ہر شعر صرف دو نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ہے۔ اردو ادب میں دو زبانوں میں مشترک ایک دو شعر کا جہاں قحط پڑا ہوا تھا وہاں حضرت رضا کے علوم و عرفان کی بارش ہوئی اور دو زبانوں سے مرکب ایک دو شعر نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ۹ (نو) اشعار پر مشتمل ایک نعت گلدستہ شاداب کی حیثیت سے مہک اٹھی اور دنیائے عشق و محبت کو عشق رسول کا عالم گیر پیغام دینے کے ساتھ ساتھ دنیائے اردو ادب پر احسانِ عظیم کی حیثیت سے وہ نعت ہر گوشہ میں گونج رہی ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے چار زبانوں سے مرکب جو نعت نظم فرمائی ہے، اس میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں عربی اور فارسی زبان اور دوسرے مصرعہ میں بھوجپوری ہندی اور اردو زبان کا استعمال فرمایا ہے۔ اس نعت کے چند اشعار:-

(۱) لَمْ يَأْتِ نَظِيرُكَ فِي نَظَرٍ ، مَثَلِ تُوْنَهْ هُدْ پيدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ، ہے تجھ کو شبہ دوسرا جانا

(۲) اَنَا فِي عَطَشٍ وَ سَخَاكَ اَتَمُّ ، اے گیسوئے پاک اے ابر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم ، دو بوند ادھر بھی گرا جانا

(۳) اَلرُّوْحُ فِذَاكَ فَرِزْدُ حَرْقَا ، یک شعلہ دگر برزن عشقا

موراتن من دھن سب بھوک دیا ، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

(۴) بس خامہ خام نوائے رضا ، نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشاد اجباء ناطق تھا ، نا چار اس راہ پڑا جانا

نو (۹) اشعار صنعتِ تلمیح کے نظم فرمانے کے بعد حضرت رضا نے اس نعت کے مقطع

یعنی آخری شعر میں اس انداز سے یہ نعت تخلیق کرنے کی وجہ بھی ظاہر فرمادی ہے۔ چار زبان پر مشتمل یہ نعت نظم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ارشاد اور ناطق نام کے دو شاعر جو حضرت رضا کے معتقد تھے، انہوں نے حضرت رضا علیہ الرحمہ کی خدمت میں گزارش کی کہ اردو ادب میں صنعت تلمیح میں بہت ہی کم اشعار پائے جاتے ہیں لہذا آپ دو زبانوں پر مشتمل ایک نعت نظم فرمائیں تو اردو ادب پر آپ کا احسان ہوگا۔ حضرت رضا نے ارشاد صاحب اور ناطق صاحب کی گزارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے دو کے بجائے چار زبانوں پر مشتمل مذکورہ نعت نظم فرمائی اور مقطع میں ارشاد اور ناطق لفظ کا استعمال فرما کر دونوں فرمائش کنندہ کے نام کا ذکر بھی فرمادیا ہے۔

اس شعر میں حضرت رضا نے چار زبانوں کا استعمال فرما کر واقعی کمال کر دیا ہے اور ساتھ میں نعت کا اعلیٰ معیار کا مضمون، عشق و محبت کا جذبہ، سوز و گداز، الفت کی وارفتگی وغیرہ محاسن اپنی جگہ آپ ہیں۔ علاوہ ازیں چار متفرق زبانوں کا استعمال کرنے کے باوجود ہر شعر میں جو روانی اور ربط ہے، جو تسلسل و تطبیق ہے، اس کا تو لطف ہی نرالا ہے۔ علم عروض اور اصول تقطیع کے مطابق ہر شعر وزن میں پورا ہے۔ نہ کہیں سکتہ ہے اور نہ کہیں انقطاع ہے۔ الفاظ کی بندش اور انداز بیان اتنا دلکش اور دل نشین ہے کہ اشعار پڑھنے اور سننے والا بلا قصد و اختیار عشق رسول کے کیف و سرور میں جھومنے لگتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے فن و ادب کی جاں بلب صنعت کو حیاتِ نو بخشی ہے۔ اہل فن و ادب تنگ نظری اور تعصب کی بنا پر حضرت رضا کے ساتھ چاہے نا انصافی اور احسان فراموشی کریں لیکن فن و ادب رہتی دنیا تک آپ کے مرہون منت رہیں گے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے کلام میں مذکورہ نعت کے نو (اشعار) کے علاوہ دیگر پینتیس (۳۵) اشعار تلمیح کے پائے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں کل چوالیس (۴۴) اشعار اس صنعت کے پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں اس

صنعت کے ایک دو اشعار کے بھی لالے پڑتے ہیں لیکن حضرت رضا کے کلام میں اس  
صنعت کے اشعار وافر تعداد میں دستیاب ہیں۔

حضرت رضا کے کلام سے صنعت تلمیح کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

(۱) در این جلوت بیا از راه خلوت تا خدا یابی

مَنْ مَاتَلَقَ مَنْ تَهْوَى دَعِ الدُّنْيَا وَ أُمَّهَاتَهَا

(۲) رضائے مست جامِ عشق ساغرِ بازی خواہد

أَلَا يَأْتِيهَا السَّاقِي أَدِرْ كَاسًا وَ نَاولَهَا

(۳) نیست فعلش بہر قدم بے ادب

يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ بَرَقُ الْغَضَبِ

(۴) پنہا دادیم و حاصل شد فراغ

مَا عَلَيْنَا يَا أَخِي إِلَّا الْبَلَاغُ

(۵) ان کی دعوت میں ہو شامل ان کا نام

يَوْمَ تَدْعُوا كُلُّ نَاسٍ بِإِلْمَامِ

(۶) یا ابنِ هذا المرثجی یا عبد رزاق الوردی

تاکہ باشد رزق ما عشقِ شما امداد کن

(۷) شانِ فضلِ اللہِ یا ذوالفضلِ یا فضلِ الہ

چشمِ درِ فعلِ تو بستِ این بینوا امداد کن

(۸) إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

(۹) قَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هَمَّا فِي الْغَارِ

میں نثار اور فدا محبت رسول  
(۱۰) وصف اہل بیعت آمد اے رشید

فَوْقَ أَيْدِيهِمْ يَدُ الْاَلِ الْمَجِيدِ

مختصر یہ کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فن وادب کی جس صنعت کی طرف التفات فرمایا، اس صنعت کی قسمت جاگ اٹھی اور اس صنعت سے عہد خزاں کی ویرانی دور ہو کر بہار کا شباب نکھارا آ گیا۔

## (۱۶) "صَنَعَتِ حُسْنِ تَعْلِيلُ"

شاعر اپنے تخیل سے کسی چیز یا امر کی کوئی ایسی وجہ (علت) بیان کرے، جو دراصل اُس کی علت نہیں ہوتی (فیروز اللغات، ص ۵۶۹) یعنی کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو۔

[ Ascribing to a different cause ]

☆ کلیل بدایونی کا شعر ہے:- شبِ غم کی تیرگی میں مری آہ کے شرارے

کبھی بن گئے ہیں آنسو کبھی بن گئے ہیں تارے

شاعر نے اپنی آہ کے شرارے (چنگاری) کو ستارے کی تخلیق کی علت بتائی ہے، جو حقیقی نہیں۔

☆ مرزا غالب کا شعر ہے:- میں چمن میں کیا گیا، گویا دبستاں گھل گیا

بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

شاعر نے بلبل کے غزل خواں ہونے کی علت شاعر کے نالے سننا بتائی ہے، جو حقیقی نہیں۔

☆ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- رنگِ پیر، ہن کا، خوشبو زلف لہرانے کا نام

موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام  
شاعر نے رنگ کی علت محبوبہ کا پیراہن، خوشبو کی علت محبوبہ کی زلف کا لہرانا اور موسم  
گل کی علت محبوبہ کا بام پر آنا بیان کیا ہے، جو حقیقی نہیں۔

☆ اصغر گوٹڈوی کا شعر ہے:-  
ہے عشق کی سوزش سے رعنائی و زیبائی  
جو خون اچھلتا ہے، وہ رنگِ گلستاں ہے  
شاعر نے رعنائی و زیبائی کی علت سوزش عشق اور رنگِ گلستاں کی علت خون کا اچھلنا  
بیان کیا ہے، وہ حقیقی علت نہیں بلکہ شاعرانہ تخیل ہے۔

☆ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:-  
برسائی آنسوؤں کی جھڑی چشمِ یار نے  
کیا اٹھ کے کہہ دیا مری خاک مزار نے  
شاعر نے چشمِ یار سے آنسو نکلنے کی علت خاک مزار کا کچھ کہہ دینا بیان کیا ہے۔ جو  
حقیقی نہیں۔

☆ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:-  
پھر گھنے جنگل میں چھیڑا غم کی دیوی نے ستار  
پھر تھک تاروں کی آنکھیں اشک برسائے لگیں  
شاعر نے تاروں کی آنکھوں سے اشک برسنے کی جو علت بیان کی ہے، وہ محض تخیل  
ہے حقیقت نہیں۔

☆ فانی بدایونی کا شعر ہے:-  
کس صبح کے مشتاق کا ماتم ہے کہ فانی  
روتی ہے گلے مل کے سحر شمع سحر سے  
شاعر نے سحر سے شمع سحر ملنا اور اس کی علت بیان کی ہے۔ یہ سب تخیل شاعر ہے۔  
حقیقت نہیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں حسن تعلیل کی مثالیں بہت  
کثرت سے ملتی ہیں۔ ان مثالوں میں حضرت رضوان نے جن تخیلات کا اظہار فرمایا ہے وہ علم



و ادب کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ معیار کے ہیں۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-  
 ◉ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) خم ہوگئی پشتِ فلک اس طعنِ زمین سے

سُن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

کتنا بہترین تخیل ہے کہ آسمان کو اپنی بلندی پر ناز ہو اور اس نے فخر محسوس کیا، تو زمین نے اس کو طعنہ دیا کہ اکرمت! میرا رتبہ تجھ سے بلند ہے کیونکہ مجھ پر مدینہ ہے اور مدینہ منورہ میں وہ ذاتِ گرامی آرام فرما ہے کہ جن کے طفیل تیری بلکہ پوری کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ زمین کا یہ طعنہ سن کر آسمان کی پشت خم یعنی پیٹھ ٹیڑھی ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم آسمان کے کناروں کو زمین سے ملتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمان خم دار یعنی جھکا ہوا اور ٹیڑھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آسمان کا یہ خم زمین کے طعنہ کی وجہ سے نہیں۔ جو علت آسمان کے خم ہونے کی شعر میں بیان کی گئی ہے وہ حقیقی علت نہیں۔ ایک تخیل ہے لیکن سراپا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا پاکیزہ تخیل ہے۔

(۲) بلبل و نیلپر و کبک بنو پروانو

مہ و خورشید پہ ہنتے ہیں چراغانِ عرب

اس شعر میں بلبل، نیلپر اور کبک (چکور) کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم تینوں چاند اور سورج کے بجائے مدینہ کے چراغ کے پروانے بن جاؤ۔ کیونکہ چاند اور سورج پر عرب کے چراغ ہنتے ہیں۔ اس شعر میں چاند اور سورج پر عرب کے چراغ کے ہنسنے کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ ایک تخیل ہے۔

(۳) غفلتِ شیخ و شاب پر ہنتے ہیں طفلِ شیر خوار

کرنے کو گدگدی عبث آنے لگی بہائی کس

عوام الناس کا ایک غلط خیال ہے کہ شیر خوار بچہ جب ہنتا ہے تو یہ خیال یا جاتا ہے کہ

پر یاں اس کو گدگدی کر کے ہنساتی ہیں۔ حضرت رضاؑ اس خیال و وہم کے مقابل ایک نیا تخیل پیش کرتے ہیں کہ قوم مسلم کے بوڑھے اور جوانوں کی دین سے جو غفلت ہے، اس غفلت پر شیر خوار بچہ ہنستا ہے۔ حضرت رضاؑ نے شیر خوار بچے کی ہنسی کی جو علت بیان کی ہے وہ ایک تخیل ہے اور قوم مسلم کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے ایک مہذب طنز ہے۔

(۴) چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو

حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

اس شعر میں حضرت رضاؑ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے چمن میں سنبل کا پھول کہ جس میں عورت کے بال کی مانند لمبے لمبے ریشے ہوتے ہیں۔ اُن ریشوں کو سنبل کی زلفیں یا گیسو کہا جاتا ہے۔ ان گیسوؤں میں سنبل کا پھول کنگھی کرے اور گیسوؤں کو سنوارے اور بال سنوارنے کی وجہ سے بالوں میں شکن یعنی پیچ پڑیں، تو اُن شکن کی دل کشی پر وارفتہ ہو کر جنت کی حور اپنے گیسو نثار و قربان کر دے۔ اس شعر میں حوروں کا اپنے بالوں کو قربان کرنے کی جو علت یعنی سنبل کے پھول کا اپنے بالوں کو سنوارنا، یہ ایک تخیل ہے۔

قارئین کرام اس صنعت میں حضرت رضاؑ کے چند اشعار رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:

(۵) رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی

رہ گیا بوسہ وہ نقشِ کفِ پا ہو کر

(۶) یہ اُن کے جلوہ نے کیں گرمیاں شبِ اسرا

کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

(۷) رنگ مژہ سے کر کے نخل یاد شاہ میں

کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطرِ جمالِ گل

(۸) ہیں عکسِ چہرہ سے لبِ گلگوں میں سرخیاں

ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلالِ گل

- (۹) چرخ پر جڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
- کر چکی ہیں بدر کو نکسال باہر ایڑیاں
- (۱۰) اے رضا مضمونِ سوزِ دل کی رفعت نے کیا
- اس زمینِ سوخنہ کو آسمانِ سوختہ
- (۱۱) عرش کی عقل دنگ ہے، چرخ میں آسمان ہے
- جانِ مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے
- (۱۲) ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
- نگارِ مسجدِ اقدس میں کب سونے کا پانی ہے
- (۱۳) ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے
- جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
- (۱۴) نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
- کہ موجیں چھڑیاں نہیں دھار لپکا جبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے
- (۱۵) زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
- بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے
- (۱۶) سبزہ گردوں جھکا تھا، بہر پا بوسِ براق
- پھر نہ سیدھا ہوسکا کھایا وہ کوڑا نور کا
- (۱۷) عکسِ سُم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
- پڑ گیا سیمِ وزیرِ گردوں پہ سہ نور کا
- (۱۸) ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو
- سلام ابروئے شہِ میں خمیدہ ہونا تھا
- (۱۹) دندانِ ولب کرا یاد میں گریاں و خون چکاں

دَرِّ عَدْنِ نَهِيں هے كِه لَعْلِ يَمِنِ نَهِيں  
(۲۰) كُونِ جَاتَا هے كِه بے هَش هے جِهَا  
مَرِ پَرَا هے آسْمَاں پَرِ آسْمَاں

مذکورہ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ ایسے اشعار حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت رضا کے اس صنعت میں جو اشعار ہیں ان میں ایک خوبی یہ ہے کہ تمام اشعار حسن تعلیل میں حضور اقدس شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عظمت کا اظہار کرنے کے لئے طرح طرح کے تخیلات پیش کئے گئے ہیں اور ان تخیلات میں صرف عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ ہی کارگر ہے۔

## (۱۷) ”صَنَعَتِ تَجَاهُلِ عَارِفَانَهُ“

یعنی جان بوجھ کر انجان بننا۔ شاعر کا کسی معلوم چیز یا بات کو نا معلوم کی طرح بیان کر کے، اُس کی تمیز میں اپنی حیرانی اور عدم واقفیت کا اظہار کرنا۔ ارادۃ ناواقفیت ظاہر کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۲۵) اس صنعت کو مساق الجہول بھی کہتے ہیں۔

[Pretending ignorance]

◉ مرزا غالب کا شعر ہے:- کچھ تو کہتے کہ لوگ کہتے ہیں

آج غالب غزل سرا نہ ہوا

شاعر نے اس شعر میں غزل نظم کرتے ہوئے بھی غزل سرا نہ ہونے کی بات تجاہل عارفانہ کے تحت کہی ہے۔

◉ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- یہ خون کی مہک ہے کہ لب یار کی خوشبو

کس راہ کی جانب سے صبا آتی ہے دیکھو

شعر میں صبا کو خون کی مہک یا لب یار سے منسوب کرنے میں تذبذب کا اظہار تجاہل

عارفانہ ہے۔

❖ کلیل بدایونی کا شعر ہے:- نہ فنا مری، نہ بقا مری، مجھے اے شکیل نہ دھونڈھیے

میں کسی کا حسنِ خیال ہوں، مرا کچھ وجود و عدم نہیں

شعر میں شاعر کا اپنی فنا، اپنی بقا اور اپنے وجود و عدم کا انکار کر کے اپنے کو نہ ڈھونڈنے

کی تلقین کرنا تجاہلِ عارفانہ ہے۔

❖ غلام ربانی تاجاں کا شعر ہے:- کسے ہے یاد کہ سعی و طلب کی راہوں میں

کہاں ملا ہمیں تیرا نشان، کہاں نہ ملا

شعر میں محبوب کے نشان کے ملنے یا نہ ملنے کی جگہ سے اپنی بے علمی کا اظہار شاعر نے

تجاہلِ عارفانہ سے کیا ہے۔

❖ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- ہم نہیں جانتے محبت میں

رنج کیا چیز ہے؟ خوشی کیا ہے

شاعر نے رنج و خوشی سے اپنی عدم واقفیت کا اظہار تجاہلِ عارفانہ کے تحت کیا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعتِ تجاہلِ عارفانہ کی مثال

کے اشعار بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان اشعار کا معیار اتنا اعلیٰ ہے کہ حضرت

رضا کا ایک شعر دیگر شعراء کے کئی اشعار پر بھاری ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

❖ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) جنت کو حرم سمجھا، آتے تو یہاں آیا

اب تک کے ہر اک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا

اس شعر میں جنت کو حرم سمجھنے کے مغالطے کا ذکر اور جنت میں آکر متعجب ہو کر سوال کرنا کہ

میں کہاں آ گیا یہ عشق رسول کا جذبہ ہے کہ مدینہ کے مقابلے میں جنت بھی عاشق صادق

کے لئے حیرت آمیز مقام معلوم ہو رہی ہے اور کہاں آ گیا؟ کا سوال تجاہلِ عارفانہ کے

تحت ہے۔

(۲) کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے

ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے  
یعنی میدانِ محشر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوۂ زیبا اور اس جلوے کے  
صدقے میں حاصل ہونے والا اُجالا یعنی نور دیکھ کر کوئی حیرت زدہ ہر طرف تکتا ہوا  
پوچھے گا کہ یہ اُجالا کیا ہے؟ یہ سوال اور اس کے تکتنے کی حرکت کو تجاہلِ عارفانہ کے تحت  
بیان کیا گیا ہے۔

(۳) ارے ارے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈھو  
مرے پاس تھا ابھی تو، ابھی کیا ہوا خدا یا نہ کوئی گیا نہ آیا  
اس شعر میں حضرت رضا اپنے دل کے کھوجانے کا حادثہ تجاہلِ عارفانہ کے تحت بیان فرما  
رہے ہیں۔

(۴) رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں  
سوتے ہیں اُن کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں  
(۵) طیبہ سے ہم آتے ہیں کہیئے تو جناں والو  
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا  
(۶) کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم  
دن ڈھلا ہوتے نہیں ہُشیار ہم  
(۷) اِس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف  
ہوش میں جو نہ ہو، وہ کیا نہ کرے  
مضمون کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف سات اشعار پر اکتفا کرنے کی کوتاہی  
کا ارتکاب جرم کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ اہل ذوق حدائق  
بخشش کی طرف رجوع فرمائیں۔



## (۱۸) صَنْعَتِ تَجْنِيسِ كَامِلٍ (تام)

فنِ شاعری میں صَنْعَتِ تَجْنِيسِ ايكِ دلچسپ صَنْعَتِ ہے۔ اس صَنْعَتِ كے ذریعہ شعر كی معنویت میں ايكِ نئی جان پیدا كی جاسكتی ہے۔ صَنْعَتِ تَجْنِيسِ كے استعمال سے شاعر كی علمی معلومات كا پتہ چلتا ہے۔ خصوصاً لغت میں اس كی گہری نظر كی نشان دہی ہوتی ہے۔ صَنْعَتِ تَجْنِيسِ كی كئی قسمیں ہیں۔ مثلاً تَجْنِيسِ تام، تَجْنِيسِ خَطِي، تَجْنِيسِ مَحْرَف، تَجْنِيسِ زَائِد، تَجْنِيسِ قَلْب، تَجْنِيسِ مَرْكَب، تَجْنِيسِ نَاقِص، تَجْنِيسِ مِمَاطِل، تَجْنِيسِ مَسْتَوْنِي وغيرہ۔ ان تمام اقسام میں قارئین كرام كونہ الجھاتے ہوئے اور تَجْنِيسِ كی صَنْعَتِ كو بآسانی اچھی طرح ذہن نشین كرنے كے لئے صَنْعَتِ تَجْنِيسِ كو دو اقسام میں منقسم كرتے ہیں۔ (۱) تَجْنِيسِ كَامِل (تام) اور (۲) تَجْنِيسِ نَاقِص پہلے ہم تَجْنِيسِ كَامِل (تام) كے تعلق سے كچھ گفتگو كریں۔

تَجْنِيسِ كَامِل یعنی شعر میں دو ایسے الفاظ كا استعمال كرنا جو حروف اور اعراب میں مساوی ہوں لیكن دونوں لفظوں كے معنی الگ الگ ہوں۔ یعنی وہ دونوں الفاظ تلفظ میں یکساں ہوں لیكن دونوں كا استعمال مختلف معنوں میں كیا گیا ہو۔

(فیروز اللغات، ص ۳۳۶)

[ Analogy, Play on words which sound the same but have

different meanings ]

تَجْنِيسِ كَامِل كی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تَجْنِيسِ كَامِل مِمَاطِل اور (۲) تَجْنِيسِ كَامِل مَسْتَوْنِي۔

■ تَجْنِيسِ كَامِل مِمَاطِل = شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں لیكن یہ ضروری ہے كہ وہ دونوں لفظ ★ اسم ہوں۔ یا ★ فعل ہوں۔ یا ★ حرف ہوں۔

■ تجنیس کامل مستونی = شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں یکساں ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ★ ایک لفظ اسم ہے تو دوسرا فعل یا حرف ہو ★ ایک لفظ فعل ہے تو دوسرا اسم یا فعل ہو۔

تجنیسات کے اقسام میں نہ الجھتے ہوئے صرف دو اقسام ذہن میں رکھیں یعنی تجنیس کامل اور ناقص۔ تجنیس کامل یعنی دو ایسے الفاظ کا ایک شعر میں استعمال کرنا جو حروف اور اعراب کے اعتبار سے مساوی ہوں لیکن معنی اور مطلب کے اعتبار سے متفرق ہوں۔ مثلاً:-

☆ مرزا اسد اللہ غالب کے اشعار:- (۱) جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی  
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا  
مصرعہ ثانی میں پہلی مرتبہ جو لفظ ”حق“ ہے وہ سچ کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ”حق“ یعنی فریضہ کے معنی میں ہے۔

(۲) کوئی دن گر زندگانی اور ہے  
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے  
مصرعہ اول میں لفظ اور کے معنی زیادہ اور مصرعہ ثانی میں لفظ ”اور“ جدید، الگ، نیا، دیگر وغیرہ معنی میں ہے۔

☆ کلیل بدایونی کا شعر ہے:-  
آغوش تلام میں سفینہ ہی نہ آیا  
ناصح کو محبت کا قرینہ ہی نہ آیا  
مصرعہ اول میں لفظ ”آیا“ کے معنی آنا اور مصرعہ ثانی میں ”آیا“ کے معنی جاننا یا معلوم ہونا ہے۔

☆ قافی بدایونی کا شعر ہے:-  
تو نے سب اپنے کام بگڑ کر بنائے  
میری وفا، وہ کام جو بن کر بگڑ گیا  
مصرعہ اولیٰ میں ”بگڑنا“ بمعنی خفا ہونا ہے اور مصرعہ ثانی میں بگڑنا بمعنی خراب ہونا،

ضائع ہونا کے ہے۔

⊙ مؤمن خاں مؤمن کا شعر ہے:- صاحب نے اس غلام کو آزاد کر دیا  
لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم  
مصرعہ ثانی میں پہلی مرتبہ لفظ بندگی ”سلام“ کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ”غلامی“ کے  
معنی میں ہے۔

⊙ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- دل تو یوں دل سے ملایا کہ نہ رکھا میرا  
اب نظر کے لئے، کیا حکم نظر ہوتا ہے  
مصرعہ ثانی میں پہلی مرتبہ لفظ نظر ”آنکھ“ کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ”مہربانی“ کے  
معنی میں ہے۔

⊙ اصغر گوٹھ وی کا شعر ہے:- خاک کر دیں تپش عشق سے ساری ہستی  
پھر اسی خاک کو خاک در جاناں کر دیں  
پہلی مرتبہ لفظ خاک ”جلانا“ کے معنی میں۔ دوسری مرتبہ ”راکھ“ کے معنی میں اور  
تیسری مرتبہ ”مٹی“ کے معنی میں ہے۔

⊙ فراق گورکھ پوری کا شعر ہے:- زبان و گوش کی ناکامیوں کا کچھ ٹھکانا ہے  
کہ باتیں ہو کے بھی تجھ سے کبھی باتیں نہیں ہوتیں  
مصرعہ ثانی میں پہلی مرتبہ لفظ باتیں ”موقع“، ”معاملہ“ وغیرہ معنی میں اور دوسری  
مرتبہ ”گفتگو“ کے معنی میں ہے۔

نوٹ:- فیروز اللغات، ص ۱۵، پر لفظ ”بات“ کے کل ۱۲۵ معنی درج ہیں۔  
صنعت تجنیس کامل (تام) تقریباً ہر اردو شاعر کے کلام میں پائی جاتی ہے لیکن کسی  
کے کلام میں کم ہے، کسی کے کلام میں بہت کم ہے اور کسی کے کلام میں بہت ہی کم ہے۔ علاوہ  
ازیں ان شعراء اردو ادب کے کلام میں اکثر و بیشتر ایسے اشعار ہی ہیں جن میں صنعت تجنیس  
کامل کے تحت آنے والا لفظ دو مرتبہ ہی پایا جاتا ہے۔ اردو ادب کے تمام شعراء کے دیوان

میں بہت کم ایسے اشعار ملیں گے، جن میں کوئی لفظ تین مرتبہ آیا ہے۔ جیسے کہ مندرجہ بالا اصغر گوٹروی کے شعر میں لفظ ”خاک“ تین مرتبہ آیا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دیوان میں کثرت سے ایسے اشعار ملیں گے جن میں کسی لفظ کو تین یا چار مرتبہ الگ الگ معنوں میں استعمال کیا ہو بلکہ حضرت رضا کے دیوان میں ایک شعر صنعت تجنیس کامل کا ایسا ہے کہ جس میں ایک لفظ کو سات مرتبہ الگ الگ معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ شعر ذیل میں پیش ہے۔

☆ نور و بنتِ نوراً و زوجِ نوراً و امِ نوراً و نوراً

نورِ مطلق کی کنیز، اللہ دے لینا نور کے کا

اس شعر میں لفظ ”نور“ کا کل سات مرتبہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یہ شعر جگر پارہ و راحت جانِ مصطفیٰ سیدۃ النساء، خاتونِ جنت، سیدہ، زہرہ، زاہدہ، عابدہ، طییبہ، طاہرہ، فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ہے۔ شعر میں لفظ نور سات الگ الگ معنوں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۱) پہلی مرتبہ سے مراد سیدہ فاطمہ (۲) دوسری مرتبہ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی (۳) تیسری مرتبہ سے مراد مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم (۴) چوتھی اور (۵) پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۶) چھٹی مرتبہ سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کا نور اور (۷) ساتویں مرتبہ جو لفظ نور ہے اس کے معنی ہیں نورِ ایمان، روشنی، چمک وغیرہ۔ لہذا شعر کے معنی یہ ہوئے کہ سیدۃ النساء خاتونِ جنت نور ہیں اور وہ نوراً (نبی) کی بیٹی ہیں اور نوراً (علی) کی زوجہ ہیں اور نوراً (حسن) و نوراً (حسین) کی والدہ ہیں اور نوراً (اللہ تبارک و تعالیٰ) کی کنیز یعنی بندی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نور کے نصیب فرمائے۔ یعنی ایمان اور ایمان کی چمک دمک عطا فرمائے۔ اور نورِ ایمان کی روشنی سے بہرہ مند فرمائے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حداً لِق بختش“ کے صرف اردو کلام میں سے راقم الحروف نے ایک سو ستر (۱۷۰) اشعار صنعت تجنیس کامل کے الگ

چھانٹ کر ان میں سے ایک سو تیس (۱۳۰) اشعار کی تشریح کر دی ہے۔ تشریح کیا کی ہے؟ بلکہ تشریح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو تقریباً ایک ہزار صفحات سے بھی زائد کتابی شکل میں عنقریب منظر عام پر آرہی ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ وانشاء حبیبہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کتاب کا نام ”عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ“ ہے۔ یہ کتاب اول تا آخر چار ماہ اور ۱۹ دن میں راقم الحروف نے پور بندر جیل میں لکھی ہے۔ لکھی کیا ہے؟ بلکہ بارگاہِ رضا کے اس ادنیٰ سوالی سے پیرو مرشد، آقائے نعمت، تاجدارِ اہلسنت، حضورِ مفتی اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ و الرضوان نے لکھوائی ہے۔ قارئین کرام فقیر کی اس تصنیف کی طرف بھی التفات و رجوع فرمائیں۔ لہذا یہاں پر صنعتِ تجنیسِ کامل کے تعلق سے مزید تفصیلی گفتگو نہ کرتے ہوئے بہت ہی اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض خدمت کرتا ہوں۔

کسی ایک شاعر کے صرف اردو کلام میں صنعتِ تجنیسِ کامل کے ۷۰ اشعار پائے جانا بہت ہی حیرت اور تعجب کی بات ہے۔ اور وہ بھی عشقِ حقیقی میں۔ ہم اپنی کم علمی بلکہ بے علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی سینہ ٹھونک کر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اردو ادب میں حضرت رضا کا مقابل کوئی ایسا شاعر پیدا ہی نہیں ہوا جو صرف صنعتِ تجنیسِ تام (کامل) کے اتنے کثیر تعداد میں اشعار نظم کر سکے۔ اردو ادب کے چمن میں حضرت رضا جیسا دیدہ و دید و گمان سے ورا ہے۔ حضرت رضا نے کئی اشعار میں صنعتِ تجنیس کی دو دو اور تین تین مثالیں دی ہیں۔ کئی اشعار میں ایک لفظ کا تین اور چار مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔ کچھ مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

☆ جنت ہے ان کے جلوہ سے جو یائے رنگ و بو

اے گل، ہمارے گل سے ہے گل کو، سوال گل

اس شعر میں لفظ گل کا چار مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ چاروں مرتبہ لفظ گل الگ الگ معنی کا حامل ہے۔ (۱) پہلی مرتبہ بمعنی پھول (۲) دوسری مرتبہ میں مراد ہے محبوب یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی۔ (۳) تیسری مرتبہ بمعنی سائل یعنی جنت اور (۴) چوتھی مرتبہ بمعنی رونق، چمک، نور، زینت وغیرہ۔

☆ وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے  
کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے  
اس شعر میں لفظ وار تین مرتبہ الگ الگ معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ حوصلہ،  
دوسری مرتبہ زخم اور تیسری مرتبہ بھرنے کے معنی میں ہے۔

☆ میں نثار تیرے کلام پر، ملی یوں تو کس کو زباں نہیں  
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں  
اس شعر میں لفظ ”سخن“ اور لفظ ”بیان“ کا دو دو مرتبہ الگ الگ معنی میں استعمال کیا گیا  
ہے۔ پہلی مرتبہ جو لفظ سخن ہے اس کے معنی ”گفتگو“ اور دوسری مرتبہ ”اعتراض“ ہے۔ اسی  
طرح پہلی مرتبہ جو لفظ بیان ہے وہ ”خطبہ اور تقریر“ کے معنی میں اور دوسری مرتبہ  
”وضاحت“ اور ”بیان کرنا“ کے معنی میں ہے۔ اس شعر میں دو تجنیسات ہیں۔ ایک سخن اور  
سخن سے اور دوسری بیان اور بیان سے۔

☆ ترا قد مبارک گلینِ رحمت کی ڈالی ہے  
اُسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے  
پہلی مرتبہ لفظ ڈالی کے معنی ”شاخ“ ہیں اور دوسری مرتبہ ”بونا“ یا ”ڈالنا“ ہے۔

☆ قرونوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی  
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی  
پہلی مرتبہ لفظ بدلی کے معنی ”تبدیلی“ یا ”ایک شخص کے کام پر دوسرے کا جانا“ ہے۔  
دوسری مرتبہ جو لفظ ہے بدلی وہ ”بادل کا ٹکڑا“ کے معنی میں ہے۔ لفظ بدلی بادل کی اسم تصغیر ہے۔

☆ معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار  
عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھی کی ہے  
پہلی بار لفظ بار کے معنی ”مرتبہ“ ہیں اور دوسری مرتبہ جو لفظ بار ہے اس کے معنی  
”موقعہ“ ہیں۔

چند اشعار بغیر کسی وضاحت کے رواں رواں پیش خدمت ہیں:-



☆ میں تو کیا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا  
 ☆ پر لطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ جناب ہوں  
 ☆ طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم  
 ☆ آپ عارض ہو مگر آئینہ دار عارض  
 ☆ بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا  
 ☆ خود بجھا جائے کلیجا مرا چھینٹا تیرا  
 ☆ اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے  
 ☆ اس خاک میں مدفون شہِ بطحا ہے ہمارا  
 ☆ اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش  
 ☆ کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں  
 ☆ مؤمن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے  
 ☆ تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے  
 ☆ بہر معروف و سری، معروف دے بے خود سری  
 ☆ جند حق میں گن جنید باصفا کے واسطے  
 ☆ قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی  
 ☆ مشکل آسان الہی مری تنہائی کی  
 ☆ یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے  
 ☆ اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے  
 ☆ گود میں عالم شباب، حال شباب کچھ نہ پوچھ  
 ☆ گلبنِ باغِ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے  
 ☆ وہ گل ہیں لب ہائے نازک نئے، ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے  
 ☆ گلاب گلشن میں دیکھے بلبل، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے  
 ☆ قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے  
 ☆ جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

☆ تیری قضا خلیفہ احکام ذی الجلال

☆ تیری رضا حلیف قضا و قدر کی ہے

☆ آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا

☆ ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

☆ گیسو وقد لام الف کر دو بلا منصرف

☆ لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

☆ سب سب ہر سبب منعہائے طلب

☆ علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام

☆ رسل و ملک پہ درود ہو، وہی جانے ان کے شمار کو

☆ مگر ایک ایسا دکھا تو دو، جو شفیع روز شمار ہے

☆ انبیاء کو بھی اجل آئی ہے

☆ مگر ایسی کہ فقط آئی ہے

☆ ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم

☆ کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

یہ تو صرف بطور نمونہ چند اشعار پیش کئے ہیں۔ ان اشعار میں کیا خوبی ہے، مضمون کی کتنی گہرائی ہے، قرآن و حدیث کی کس طرح کی ترجمانی ہے، عشقِ رسول کا کیسا جذبہ لافانی ہے، ان تمام محاسن سے کامل طور پر آشنا ہونے کے لئے فقیر سرِ اُپا تقصیر کی تصنیف ”عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ“ کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں کل ۱۲۱ اکتب معتبرہ کے حوالے دیئے ہیں۔ ۱۳۰ اشعار کی تشریح ایک ہزار صفحات سے بھی زیادہ پر مشتمل ہے اور تقریباً دو ہزار سات سو پچاس (۲۷۵۰) حوالے قرآن، حدیث، کتب سیر و تواریخ، تصانیف ائمہ دین، کتب لغت وغیرہ سے نقل کئے گئے ہیں۔

## (۱۹) "صَنَعَتِ تَجْنِيسِ نَاقِصُ"

شعر میں ایسے دو الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف میں یکساں ہوں لیکن اعراب میں مختلف ہوں اور دونوں لفظ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔

[ Resemblance, Pair of words whose initial letters only are different ]

☆ جوشِ ملیح آبادی کا شعر ہے:- ادھر میرا دل تڑپ رہا ہے، تری جوانی کی جستجو میں  
ادھر مرے دل کی آرزو میں چل رہا ہے شباب تیرا  
اس شعر میں لفظ ادھر اور ادھر باعتبار حروف مساوی ہیں لیکن اعراب میں جدا گانہ  
ہیں۔

☆ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- ادھر دامن کسی کا جھاڑ کر محفل سے اٹھ جانا  
ادھر نظروں میں ہر ہر چیز کا بیکار ہو جانا  
اس شعر میں بھی ادھر اور ادھر کے الفاظ ہیں۔

☆ فانی بدایونی کا شعر ہے:- ادھر منہ پھیر کر ذبح کرتے ہو، ادھر دیکھو  
مری گردن پہ خنجر کی روانی دیکھتے جاؤ  
اس شعر میں بھی ادھر اور ادھر کے الفاظ باعتبار حروف مساوی لیکن باعتبار اعراب  
متفرق ہیں۔

☆ غلام ربانی تاباں کا شعر ہے:- ادھر وفا کو گلہ ہے کہ دل لہو نہ ہوا  
ادھر ستم کو شکایت کہ قدر داں نہ ملا  
اس شعر میں شاعر نے اعراب کے فرق سے ادھر اور ادھر لفظوں کا استعمال کیا ہے۔

☆ اصغر گوٹوی کا شعر ہے:- اُس کی نگاہِ ناز نے چھیڑا کچھ اس طرح  
اب تک اچھل رہی ہے رگِ جاں آرزو

اس شعر میں لفظ اُس اور اس کا باعتبار تجنیس استعمال ہوا ہے۔

❖ فیض احمد فیض کا شعر ہے:۔ اور ملے گا بھی تو اس طور کہ پچھتاؤ گے

اُس گھڑی اے دل آوارہ کہاں جاؤ گے

اس شعر میں بھی لفظ اس اور اُس کا استعمال کیا گیا ہے۔

❖ ٹکلیل بدایونی کا شعر ہے:۔ نہ ذکر عنوان نہ حرفِ مطلب، ادھر خموشی ادھر تغافل

تو پھر یہ افسانہ محبت زباں زدِ خاص و عام کیوں ہے

اس شعر میں شاعر نے مساوی حروف اور متفرق اعراب سے لفظ ادھر اور ادھر کا

استعمال کیا ہے۔

اردو ادب کے کچھ نامور اور صفِ اول کے شعراء کے اشعار مندرجہ بالا بطور مثال پیش

کئے ہیں۔ حالانکہ اس صنعت میں شعراءِ اردو ادب کے دیوان میں بہت ہی کم اشعار پائے

جاتے ہیں۔ کسی کے دیوان میں پانچ، کسی کے دیوان میں سات یا آٹھ دس کی قلیل تعدد

میں اشعار پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں زیادہ تر اشعار میں ادھر۔ ادھر، اس۔ اُس

کے الفاظ ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ گویا کہ اس صنعت کی مثال میں شعر کہنے کی رسم

ورایت مجبوراً ادا کی گئی ہو ایسا محسوس ہو رہا ہے کیونکہ کسی بھی شاعر کے کلام میں اس صنعت

کی مثال کے اشعار میں الفاظ کی جدت اور نیا پن نہیں پایا جاتا۔ تقریباً تمام شعراء ادھر اور

ادھر یا اس اور اُس کے محدود دائرے میں مقید رہ کر ادھر سے ادھر تک کی حد میں اس یا اُس

کنارے تک ہی منتہی نظر آتے ہیں۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے اس صنعت میں جدت

الفاظ کے حسن کو نکھار کر تمام شعراءِ اردو ادب پر اپنی انفرادی حیثیت قائم کر دی ہے۔

جیسا کہ اوراق سابقہ میں ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

والرضوان کی یہ شان اور کمال ہے کہ آپ نے ادب کی جس صنعت کی طرف التفات فرمایا

ہے اس صنعت کو اجاگر فرما دیا ہے۔ زیر بحث صنعت میں مثالی اشعار کی سخت قلت محسوس ہو

رہی ہے اور جو اشعار پائے جاتے ہیں وہ بھی ادھر۔ ادھر یا اس۔ اُس کے الفاظ سے ادھر

سے ادھر ہو رہے ہیں اور جذبات الفاظ کا یکسر فقدان ہے۔ ایسی اجڑی ہوئی صنعت پر بہارِ نو قائم کر کے حضرت رضوانے فن و ادب پر احسان کیا ہے۔ کچھ اشعار پیش خدمت ہیں:-  
 ❁ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

(۱) ترے خُلُق کو حق نے عظیم کہا، تری خُلُق کو حق نے جمیل کیا  
 کوئی تجھ سا ہوا ہے، نہ ہوگا شہا، تیرے خالقِ حُسن و ادا کی قسم  
 اس شعر میں لفظ خُلُق کے معنی اخلاق اور لفظ خُلُق کے معنی پیدائش ہے۔ خُلُق اور خُلُق  
 حروف کے اعتبار سے مساوی ہیں لیکن اعراب میں متفرق ہیں۔

(۲) جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی

اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

اس شعر میں زیر اور پیش کے فرق سے لفظ اِن اور اُن الگ معنی میں ہو گئے۔

(۳) عالم علم دو عالم ہیں حضور

آپ سے کیا عرض حاجت کیجئے

اس شعر میں لفظ عالم = جاننے والا اور لفظ عالم = جہاں، دنیا ہے۔

(۴) سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل

کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے

اس شعر میں لفظ میل = سلاخ، کیل اور لفظ میل = جوڑ، رغبت، کدورت وغیرہ ہے۔

لفظ میل اور میل حروف کے اعتبار سے یکساں ہیں لیکن اعراب میں جداگانہ ہیں۔

(۵) تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف

کافر ادھر کی ہے، نہ ادھر کی، ادھر کی ہے

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے اعراب کے تفاوت سے ادھر، ادھر اور ادھر کا

ایک مصرعہ میں استعمال فرما کر کمال کر دیا ہے۔ ادھر = یہاں (Here)، ادھر = وہاں

(There) اور ادھر = بچ میں یا لٹکا ہوا۔ (Hung or Suspended) ہے۔

(۶) سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے، تیری مت ہی زالی ہے

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں لفظ سونا = زرطلا (Gold) واؤ مجہول کے ساتھ ہے۔ دوسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے اس میں واؤ معروف ہے اس کے معنی ہیں ویران اور سنسان۔ تیسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے وہ واؤ مجہول کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں نیند لینا یا نیند کرنا۔ (Sleep)

(۷) اِس طرف روضہ کا نور، اُس سمت منبر کی بہار

بچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

اس شعر میں لفظ اِس اور اُس حروف میں مساوی اور اعراب میں متفرق ہیں۔

(۸) اک ترے رخ کی روشنی چھین ہے دو جہان کی

اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

اس شعر میں جو لفظ اُنس ہے اس کے معنی ”انسان۔ آدمی“ ہے اور لفظ اِنس کے معنی ہمدردی، پیار، رغبت، میل جول وغیرہ ہے۔ زیر اور پیش کی علامت اعراب نے معنی میں عظیم فرق کر دیا ہے۔

(۹) کس سے کہیے کیا کیا کیا ہو گیا

خود ہی اپنے پر ملامت کیجئے

اس شعر میں پہلی مرتبہ جو لفظ کیا ہے وہ کلمہ استفہام ہے جس کے معنی چہ، آیا، خواہ، کس قدر، کتنا وغیرہ ہیں۔ دوسری مرتبہ جو لفظ کیا ہے اس میں حرف کاف مکسور ہے یعنی حرف کاف کے نیچے زیر کی علامت ہے۔ وہ لفظ تابع فعل ہے اور اس کے معنی ہے کرنا، عمل کرنا، کیا ہوا کام وغیرہ ہیں۔

(۱۰) اُدھر سے پیہم تقاضے آنا، اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت اُبھارتے تھے

اس شعر میں لفظ اُدھر اور اِدھر حروف میں یکساں لیکن اعراب میں الگ الگ ہیں



مذکورہ دس اشعار میں جدت الفاظ کے لطف سے قارئین کرام یقیناً محظوظ ہو رہے ہوں گے۔

شعر نمبر (۱)	خلق اور خلق	شعر نمبر (۲)	ان اور ان
شعر نمبر (۳)	عالم اور عالم	شعر نمبر (۴)	میل اور میل
شعر نمبر (۵)	ادھر، ادھر اور ادھر۔	شعر نمبر (۶)	سونا، سونا اور سونا
شعر نمبر (۷)	اس اور اس۔	شعر نمبر (۸)	انس اور انس
شعر نمبر (۹)	کیا، کیا اور کیا	شعر نمبر (۱۰)	ادھر اور ادھر

الفاظ کا استعمال فرما کر جدت الفاظ کے حسن سے اس صنعت کو مزین کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور کمال یہ ہے کہ شعر نمبر ۶، ۸ اور ۹ میں صنعت تجنیس ناقص کے ساتھ ساتھ صنعت تام (کامل) بھی ہے۔ ایک شعر میں اس طرح دو صنعتوں کو جمع کرنا یہ حضرت رضا کا کمال اور انوکھا پن ہے۔ صنعت تجنیس ناقص میں حضرت رضا بریلوی کے تیس سے بھی زائد اشعار پائے جاتے ہیں اور ان میں مضمون کی گہرائی، الفاظ کی جدت کی زیبائی، فن و ادب کی اعلیٰ معیاری اور عشق رسول کے سوز و گداز کی بے مثالی پائی جاتی ہے۔

## (۲۰) صَنْعَتِ مُرَاعَاةِ النَّظِيرِ

یعنی شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۱۲۲۳) اس کو رعایت لفظی بھی کہتے ہیں یعنی ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں آپس میں تضاد نہ ہو اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہو۔ مثلاً چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل کا ذکر کرنا۔ اس کو صنعت تلفیق، تناسب اور ایستلاف بھی کہا جاتا ہے۔

[ Indulgent, Compliant ]

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں

میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

اس شعر میں قاصد، خط، آنا، لکھنا، جواب وغیرہ میں آپس میں تناسب ہے، تضاد نہیں۔

☆ شکیل بدایونی کا شعر ہے:-

نہ ساغر ہے، نہ پیانہ، نہ ساقی ہے نہ میخانہ

شکیل اب چند اشکوں پر گزارا کر رہا ہوں میں

اس شعر میں ساغر، پیانہ، ساقی اور میخانہ میں آپس میں مناسبت ہے، تضاد نہیں۔

☆ فیض احمد فیض کا شعر ہے:-

شمع نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ

جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں

اس شعر میں شمع، انجم، چراغ، محفل میں آپس میں مناسبت ہے۔ تضاد نہیں۔

☆ علامہ اقبال کا شعر ہے:-

نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دور پیانہ

فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم میخانہ

اس شعر میں بادہ، صراحی، پیانہ، میخانہ میں اور رنگین و بزم میں آپس میں تناسب ہے۔

☆ اصغر گوٹوی کا شعر ہے:-

نہ یہ شیشہ، نہ یہ ساغر، نہ یہ پیانہ بنے

جان میخانہ تری زنگس مستانہ بنے

اس شعر میں شیشہ، ساغر، پیانہ، میخانہ میں آپس میں مناسبت ہے۔

☆ فانی بدایونی کا شعر ہے:-

تیرے بغیر باغ میں پھول نہ کھل کے ہنس سکے

کوئی بہار کی سی بات اب کے بہار میں نہیں

اس شعر میں باغ، پھول اور بہار کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں میں مناسبت

ہے، تضاد نہیں۔

☆ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:-

سمجھائے کون، بلبلی غفلت شعار کو

محدود کر لیا ہے چمن تک بہار کو

اس شعر میں بلبلی، چمن اور بہار کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں مناسبت ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ کلام کو مذہبی اعتبار سے نہیں بلکہ فن

وادب کی حیثیت سے دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام کے مقابلے میں جس حیثیت سے بھی لاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے تمام شعرائے ادب و فن جمع ہو کر مجموعی طور پر فن و ادب کی جو خوبی پیدا نہیں کر سکے وہ حضرت رضآنے تن تنہا پیدا کر دی ہے بلکہ ایک نیا حسن پیدا کر دیا ہے۔ حضرت رضا کے کلام میں جو طمطراق، تجمل، شان و شوکت، انوکھا پن اور طنطنہ ہے وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں ہے۔ ہمارے اس دعوے کی صداقت کی شہادت مندرجہ ذیل اشعار سے قارئین کو مل جائے گی۔

◉ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) شاخ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب ہیں

سنبل زرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اس شعر میں شاخ، سنبل، زرگس، گل، پنکھڑیاں میں مناسبت ہے۔ اسی طرح قامت، زلف، چشم، رخسار، لب میں بھی مناسبت ہے۔ صرف ایک شعر میں حضرت رضا نے آپس میں مناسبت رکھنے والی کل دس چیزوں کا بیان کر کے فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔

(۲) نبوی مینہ، علوی فصل، بتولی گلشن

حسنی پھول، حسینی ہے مہکتا تیرا

اس شعر میں مینہ، فصل، گلشن، پھول، مہکتا، کا آپس میں تناسب ہے۔ علاوہ ازیں حضرت رضآنے اس شعر میں نبوی، علوی، بتولی، حسنی اور حسینی کا ربط و علاقہ بیان کر کے رعایت لفظی کی دلکش بندش نظم فرمائی ہے۔

(۳) ظاہر و باطن، اول و آخر، زیب فروع و زین اصول

باغ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑپتی شاخ

اس شعر میں آپس میں مناسبت رکھنے والی چھ چیزوں کا صرف ایک مصرعہ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ چھ چیزیں باغ، گل، غنچہ، جڑ، پتی اور شاخ ہیں۔

(۴) سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول

لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

اس شعر میں سر، قدم، تن، لب، دہن، ذقن اور بدن کا ذکر ہے۔ ان تمام کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تناسب ہے۔ تضاد نہیں۔

(۵) انہیں کی بو مایہ سمن ہے، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے

انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

اس شعر میں بو، سمن، (چنبیلی) چمن، گلشن، رنگت اور گلاب کو باعتبار تناسب ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا

کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

اس شعر میں نہر، آب (پانی)، دھار، حباب (بلبلہ) اور موج میں آپس کی مناسبت بیان کی گئی ہے۔

(۷) جتاں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن

سزائے محن پہ ایسے من، یہ امن واماں تمہارے لئے

اس شعر میں جتاں، چمن، سمن، پھبن اور دلہن کا ذکر ہے۔ جن میں مناسبت ہے تضاد نہیں۔

(۸) یہ سمن، یہ سوسن ویا سمن، یہ بنفشہ سنبل و سپہترن

گل و سرو دلالہ بھرا چمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے

اس شعر میں سمن یعنی جمیلی سوسن Lily، یا سمن Jasmine، بنفشہ Violet

سنبل Spikenard، نسترن White Rose، گل Flower، سرو Cypress، لالہ

Red Flower • ہزار Marygold • چمن Parterre کا ذکر کیا گیا ہے۔ گل گیارہ چیزوں کا آپس کی مناسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۹) وہی آنکھ ان کا جو منہ تکی وہی لب کہ محو ہوں نعت کے

وہی دل جو ان کے لئے جھکے، وہی سر جو ان پہ نثار ہے

اس شعر میں آنکھ، منہ، لب، دل اور سر کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں مناسبت ہے۔

(۱۰) نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے

عجب اس کے گل کی بار ہے، کہ بہار بمل زار ہے

اس شعر میں چمن، گل، بہار اور بمل کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں تناسب ہے،

تضاد نہیں۔

صنعت مراعات النظر میں قارئین نے دیگر شعرائے اردو ادب کے اشعار کو ملاحظہ فرمایا اور حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار بھی ملاحظہ فرمائے۔ لیکن حضرت رضا کے اشعار کے مقابلے میں دیگر شعراء کے اشعار پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت رضا کے اشعار میں جو فصاحت و بلاغت، ربط و تسلسل، روانی و شائستگی، رعایت لفظی، مضمون کی بلندی، عشق کی پاکیزگی، عنوان کی عمدگی اور جدت الفاظ کی جو نوری ہے، وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دیگر شعراء شرعی قید و بند سے آزاد ہو کر، عشق مجازی میں اپنے قلم کو بے لگام اور بے قابو چلانے کے باوجود اپنے کلام میں جو رنگینی، رعنائی اور حسن پیدا نہ کر سکے وہ سب حضرت رضا نے شریعت کی حد بندی میں رہتے ہوئے اپنے کلام عشق حقیقی میں ایسے حسن اسلوبی سے بیان فرما دیا کہ بڑے بڑے ادباء اور فصحاء کے سر نیاز خم ہو گئے۔ اس صنعت میں حضرت رضا کے اشعار سینکڑوں میں ہے۔

## (۲۱) ”صَنَعَتِ تَرْصِيعُ“

شاعری کی اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرعوں کے الفاظ ہم وزن ہوں (فیروز اللغات صفحہ ۳۵۵) یعنی شاعر ایسا شعر کہے کہ جس شعر کے دوسرے مصرعہ کے تمام الفاظ پہلے مصرعہ سے ہم قافیہ ہوں۔ مثلاً:۔ نام تیرا ہے زندگی میری ÷ کام میرا ہے بندگی تیری۔

[ Both hemistich of distich (prose) consisting of similar rhyme ]

مذکورہ بالا جو شعر بطور مثال پیش کیا ہے، اس کے دونوں مصرعوں کے تمام الفاظ ہم قافیہ

ہیں۔ جیسے کہ :-

نام	تیرا	ہے	زندگی	میری
کام	میرا	ہے	بندگی	تیری

پہلا مصرعہ :-

دوسرا مصرعہ :-

مذکورہ تقسیم سے قارئین کرام اچھی طرح تفہیم کر چکے ہوں گے کہ پہلے مصرعہ کے تمام

الفاظ دوسرے مصرعہ سے ہم قافیہ ہیں۔ یہ ایک پیچیدہ اور بہت مشکل صنعت ہے۔

☆ مرزا غالب کے دیوان کی راقم الحروف نے اول تا آخر اوراق گردانی کی کہ شاید چند اشعار بطور مثال پیش کرنے کو مل جائیں لیکن پورے دیوان غالب میں صنعت ترصیع کی مثال میں ایک بھی شعر نہ ملا اور اوراق گردانی کی محنت ضائع ہوئی۔

☆ شکیل بدایونی کا مجموعہ ”دیوان“ ”کلیات شکیل“ شروع سے آخر تک ہم نے دیکھ ڈالا لیکن شکیل صاحب نے اس صنعت کو ناقابل اعتنا سمجھ کر شاید اس کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ شکیل بدایونی کے کلام میں بھی صنعت ترصیع کا کوئی شعر نہیں پایا جاتا۔

☆ فیض احمد فیض، فانی بدایونی اور جگر مراد آبادی کے دیوانوں کو سرسری نظر سے دیکھا۔ کہ شاید ان کے کلام میں اس صنعت میں ایک آدھ شعر ہو لیکن ہم کو ایک بھی شعر نظر نہیں آیا۔ تاکہ بطور مثال اس شعر کو پیش کیا جائے۔

باصر	ہیں	یہ	بصیر	ہیں	اہل	وفا	ہیں	یہ
قادر	ہیں	یہ	قدیر	ہیں	اہل	سخا	ہیں	یہ



اس شعر کے مصرعہ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔

صنعت ترصیع میں حضرت رضا کے اشعار:-

حضرت رضا بریلوی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فیض خاص تھا کہ جہاں بڑے بڑے علماء، فضلاء اور ادباء آ کے رُک جاتے ہیں۔ وہیں سے حضرت رضا چلنا شروع کرتے ہیں۔ یعنی علم و ادب کے کسی معاملہ میں ماہرین زمانہ کے علم کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہیں سے حضرت رضا کی ابتداء ہوتی ہے۔ صنعت ترصیع میں جہاں اردو ادب کے صف اول کے شعراء کے دیوان وائے محرومی کی آہ و بکا میں منہمک ہیں، وہاں حضرت رضا کا نعتیہ دیوان اس صنعت کے کئی اشعار مثال میں پیش کرنے کے لئے سرگرم ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:

❖ ”دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا ÷ تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا“  
اس شعر کے مصرعہ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں تقابل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

دھارے	چلتے	ہیں	عطا	کے	وہ	ہے	قطرہ	تیرا
پہلا مصرعہ:								
تارے	کھلتے	ہیں	سخا	کے	وہ	ہے	ذرہ	تیرا
دوسرا مصرعہ:								

❖ حضرت رضا فرماتے ہیں:

”سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ÷ سب سے بالا و والا ہمارا نبی“

اس شعر کے مصرعہ اول کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں تقابل درج ہے:

سب	سے	اولیٰ	و	اعلیٰ	ہمارا	نبی
پہلا مصرعہ:						
سب	سے	بالا	و	والا	ہمارا	نبی
دوسرا مصرعہ:-						

☆ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے چھبتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے۔“

اس شعر کے تمام الفاظ مصرعہ اول ہم قافیہ ہیں مصرعہ ثانی سے:

کھبتی	ہوئی	نظر	میں	ادا	کس	سحر	کی	ہے
چھبتی	ہوئی	جگر	میں	صدا	کس	گجر	کی	ہے

پہلا مصرعہ: ←  
ہم قافیہ: ←  
دوسرا مصرعہ: ←

☆ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا۔“

اس شعر میں مصرعہ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ تقسیم ملاحظہ فرمائیں:-

تو	ہے	وہ	غوث	کہ	ہر	غوث	ہے	شیدا	تیرا
تو	ہے	وہ	غیث	کہ	ہر	غیث	ہے	پیاسا	تیرا

پہلا مصرعہ: ←  
ہم قافیہ: ←  
دوسرا مصرعہ: ←

☆ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”اغیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا“

اس شعر میں بھی مصرعہ اولیٰ کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں

تقابل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

اغیا	پلتے	ہیں	در	سے	وہ	ہے	باڑا	تیرا
اصفیا	چلتے	ہیں	سر	سے	وہ	ہے	رستا	تیرا

پہلا مصرعہ: ←  
ہم قافیہ: ←  
دوسرا مصرعہ: ←

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ میں کل

ستائیس (۲۷) اشعار صنعت ترصیح میں پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کو بھی حضرت رضا کی

ذات گرامی پر ناز اور فخر ہوگا کہ ایسا ماہر فن، اردو ادب کی پاسداری کر رہا ہے۔

## (۲۲) "صَنَعَتِ مُقَابِلَةَ"

شعر میں پہلے چند ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ ان کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو اول الذکر کے اضداد ہوں۔  
[ Confrontation of words ]

☆ مرزا غالب کا شعر ہے:- ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے

اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

اس شعر میں ظلمت کدہ اور شب میں موافقت ہے۔ اسی طرح غم اور جوش میں بھی موافقت ہے۔ پھر ان الفاظ کے مقابلے میں مصرعہ ثانی میں چند الفاظ اس طرح ہیں۔ ظلمت کے مقابلے میں شمع، شب کے مقابلے میں سحر اور جوش کے مقابلے میں خموش۔

☆ شکیل بدایونی کا شعر ہے:- ہو کر جمودِ گلشنِ جنت سے بے نیاز

دوزخ کے بے پناہ شراروں پہ رقص کر

اس شعر میں جمود کے مقابلے میں رقص، گلشن کے مقابلے میں شرارے، جنت کے مقابلے میں دوزخ اور بے نیاز کے مقابلے میں بے پناہ کے الفاظ صنعتِ مقابلہ کے تحت لائے گئے ہیں۔

☆ جوشِ ملیح آبادی کا شعر ہے:- نظر آتے ہیں کچھ شعلے سے تب ظلمت کے دامن میں

ہلکن بجلی کی جب تبدیل ہو جاتی ہے روزن میں

اس شعر میں نظر آنا کے مقابلے میں تبدیل ہونا، ظلمت کے مقابلے میں بجلی اور دامن کے مقابلے میں روزن ہے۔

☆ فانی بدایونی کا شعر ہے:- حاصلِ علم بشرِ جہل کا عرفاں ہونا

عمر بھر عقل سے سیکھا کئے ناداں ہونا

اس شعر میں جہل کے مقابلے میں عرفاں اور عقل کے مقابلے میں ناداں ہے۔

❖ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- حُسنِ ازل تو آج بھی بے پردہ ہے مگر

نظارہ کے ہجوم نے مستور کر دیا

اس شعر میں حُسن کے مقابلے میں نظارہ اور بے پردہ کے مقابلے میں مستور ہے۔

اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء کے اشعار میں صنعتِ مقابلہ کی مثالیں کافی تعداد میں

ہیں لیکن ان میں کی اکثر مثالیں عشقِ مجازی کے زیر اثر ہجر اور وصل، شب اور دن، حجاب اور

بے نقاب، حسن اور عشق، وغیرہ میں الجھی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ایک رسم و روایتی طرز سے

غمِ عشق اور الم ہجر کا اظہار کرنے میں شعراء کی اکثریت ایک ہی پٹری کی گاڑی کی طرح چلتی

نظر آتی ہے۔ ایک ہی بات متفرق انداز میں معمولی سی تبدیلی الفاظ سے بیان کی گئی ہے اور

مکرر سکڑا ایک ہی بات سے مضمون کی لذت کی مرغوبیت برقرار نہیں رہتی۔ ایک ہی کھانا

الگ الگ برتنوں میں پروسا گیا ہو ایسا لگتا ہے۔ لیکن امامِ عشق و محبت حضرت رضا بریلوی

علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ برنگ،

شاداب اور مہکتے الفاظ کے پھولوں کی خوشبو روحِ ایمان کو معطر کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں

مضمون کی جدت اور تمثیل کی جدیدیت دل کو ایسی بھاتی ہے کہ کیف و سرور کا سماں بندھ جاتا

ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

❖ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

(۱) خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں

رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں خوار، بیمار، خطاوار اور گنہگار کا ذکر کیا گیا ہے جن میں

آپس میں موافقت ہے۔ پھر مصرعہ ثانی میں اُن اول الذکر کے اضداد کا ذکر کیا گیا ہے۔

خوار کے مقابلے میں رافع یعنی بلند کرنے والا، اٹھانے والا کا استعمال کیا گیا ہے۔ بیمار کے

مقابلے میں نافع یعنی فائدہ مند یا نفع دینے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔ خطاوار اور گنہگار کے

مقابلے میں شافع یعنی شفاعت کرنے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) حُسنِ یوسف پہ کئیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مرادان عرب

اس شعر میں مصرعہ اولیٰ میں حُسنِ یوسف، ملکِ مصر، اور مصر کی عورتوں کی انگلیوں کا کٹنا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مصرعہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب مصر کی عورتوں نے حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا جمال و حسن دیکھا، تو عالم حیرت میں محو ہو کر بے ساختہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ اس اعتبار سے یہ شعر صنعتِ تلمیح میں بھی شمار ہوگا۔ صنعتِ مقابلہ میں حضرت رضا کا یہ شعر اپنی ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ کیونکہ مصرعہ اولیٰ کے تمام الفاظ کے مقابلے میں مصرعہ ثانی میں الفاظ لائے گئے ہیں اور دونوں مصرعوں کے الفاظ میں ایسا تقابل کیا گیا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین، صد آفرین کے الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ مندرجہ ذیل نقشہ تقابل ملاحظہ ہو۔

## ”تَقَابُلِي نَقْشَه“

مصرعہ ثانی	مصرعہ اولیٰ
(۲) تیرا نام۔ صرف نام پر بقا ضائے محبت قربان ہوتا۔	(۱) حُسنِ یوسف۔ یعنی حُسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہونا۔
(۲) کٹاتے۔ یعنی قصداً اور بار بار اپنے دل کے ارادے سے کٹاتے ہیں۔	(۲) کئیں۔ یعنی بے ساختگی میں صرف ایک مرتبہ کٹ گئیں۔
(۳) عرب۔ یعنی تمہارے نام پر ہمیشہ اپنے سر کٹانے کے واقعات عرب میں ہوئے ہیں۔	(۳) مصر میں۔ یعنی انگلیاں کٹنے کا واقعہ مصر میں واقع ہوا۔

(۴) سر۔ ملک عرب کے جوانمردوں نے نام مصطفیٰ پہ اپنے سر کٹوائے۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ۔	(۴) انگلیاں۔ مصر کی عورتوں نے حسن یوسف پہ اپنی انگلیاں کاٹیں۔ اور صرف ایک مرتبہ۔
(۶) مرداں۔ ملک عرب میں نام مصطفیٰ پر اپنے سر کٹانے والے ذی شعور اور دانشمند مرد تھے۔ جو کامل العقل ہونے کے باوجود قصد اور ارادۂ قربان اور نثار ہوتے ہیں۔	(۵) زناں۔ مصر میں حسن یوسف کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ دینے والی عورتیں تھیں اور عورتیں ناقص العقل ہونے کی وجہ سے کسی سے بہت جلد متاثر اور فریفتہ ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ شعر کے ضمن میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن مضمون کی طوالت کا لحاظ کرتے ہوئے تفصیلی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں فن و ادب، عشق و محبت اور فصاحت و بلاغت کے بیش بہا جواہرات کی لری نظم فرمائی ہے۔ اردو ادب میں صنعت مقابلہ میں یہ شعر اپنی مثال آپ ہے۔

(۳) دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی

ہیں درّ عدن، لعلِ یمن، مشکِ ختن پھول

اس شعر میں مصرعہ اولیٰ میں دندان، لب، زلف، اور رخ کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں آپس میں ایک دوسرے سے موافقت ہے۔ بعدہ مصرعہ ثانی میں ان کے تقابل میں درّ عدن، لعلِ یمن، مشکِ ختن اور پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی دندان کے مقابلے میں درّ عدن یعنی عدن کے موتی، لب کے مقابلے میں لبک یمن کا لعل، زلف کی مہک کے مقابلے میں لبکِ ختن کی مُشک اور رخ کے مقابلے میں پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کی تشریح کرنے والے یا حضرت رضا کی نعتیہ شاعری پر مقالہ قلم بند فرمانے والے اہل قلم کی اکثریت اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کرتی ہے اور



اس شعر کو صنعتِ مقابلہ کے تحت شمار نہیں کیا۔ میں اُن تمام اہل قلم کا ادنیٰ خادم، ان سوالی، ان کا طفیلی ہونے کے ناطے ان کی خدمتِ عالی میں مؤدبانہ گزارش کرتے ہوئے اپنی ناقص رائے کا اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ شعر صنعتِ مقابلہ میں زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ علم عروض کی اصطلاح کے مطابق صنعتِ مقابلہ میں پہلے چند ایسے الفاظ کا ذکر کرنا کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ اس پہلی شرط کے موافق اس شعر کے مصرعہ اول میں دانت، لب، زلف اور رخ کا ذکر ہے اور دانت، لب، زلف اور رخ میں آپس میں موافقت ہے۔ صنعتِ مقابلہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ آپس میں موافقت رکھنے والے الفاظ کا ذکر کرنے کے بعد ان کے مقابلے اور تقابل کے الفاظ کا ذکر کرنا۔ اس شرط کے موافق مصرعہ ثانی میں دُرّ عدن، لعل یمن، مُشکِ ختن اور پھول کا ذکر پایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس شعر کو صنعتِ تشبیہ سے ہم خارج نہیں مانتے، صرف یہی عرض کرتے ہیں کہ یہ شعر صنعتِ مقابلہ میں زیادہ موزوں ہے کیونکہ حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر تین الگ الگ اور دلکش معنوں کا حامل ہے۔ اگر اس شعر کو صرف صنعتِ تشبیہ میں ہی شمار کریں گے تو شعر کے کثیر معانی و مطالب سے انحراف کر کے صرف ایک ہی معنی اپنانا پڑے گا۔ اگر اس شعر کو صنعتِ تشبیہ کے ساتھ ساتھ صنعتِ مقابلہ میں بھی شمار کیا جائے گا تو شعر کے کثیر المعنی حسن کی جلوہ نمائی کا کیف و لطف حاصل ہوگا۔ الحمد للہ! راقم الحروف نہ کسی پر اعتراض کرتا ہے اور نہ ہی تنقید بلکہ صرف اپنی ناقص رائے کا اظہار کرتا ہے۔

اگر اس شعر کو صنعتِ تشبیہ میں شمار کرتے ہیں جب بھی صحیح ہے اور اس صورت میں شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ:-

”اے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان، لب، زلف اور رخ پہ فدا ہونے والے عاشق! تو جس دندان شریف پر فدا ہو رہا ہے وہ دندان (دانت) دُرّ عدن یعنی عدن کے موتی ہیں۔ تو جس مقدس لب پر فدا ہو رہا ہے وہ لب لعل یمن یعنی ملک یمن کے لعل ہیں۔ تو جس زلف پر فدا ہو رہا ہے وہ زلف معنمری مشکِ ختن یعنی ملک ختن کا نافہ ہے

اور تو جس رُخِ انور پر فدا ہو رہا ہے اس رُخِ انور کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ وہ پھول ہے۔  
حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس  
ابلیٰ منزل میں پہنچ چکے تھے کہ حضرت رضا بریلوی جب بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے کسی عضو شریف یا آپ کی کسی صفت کو کسی چیز سے تمثیل دیتے تو  
مثال میں ایسی چیز کو ہی بیان کرتے کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہ ہوتی۔ مثال کے طور پر اس  
شعر میں :-

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ اقدس کو ”دُرِّ عدن“ یعنی ”عدن کا موتی“  
سے تشبیہ دی ہے۔ در یعنی موتی (Pearl) ہے۔ عدن کے دو معنی ہیں۔ (۱) بہشت کہ جس  
میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکھا گیا تھا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۹۲)۔ اس کو  
انگریزی میں (Eden) یعنی کہ Paradise کہتے ہیں۔ (۲) عرب کے جنوب مغربی کونے  
میں ایک چھوٹا سا جزیرہ جہاں سے عمدہ موتی حاصل ہوتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں  
Aden کہتے ہیں۔

[ Name of a town in the South Arabia which produces fine and costly pearls]

(The Royal Persian- English Dictionary- Page No. 261)

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شعر میں لفظ ”عدن“ سے اگر بہشت  
مراد لی جائے تو شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ  
اقدس ”جنت کے موتی“ ہیں اور جنت کے موتی سے بڑھ کر کوئی موتی ہو نہیں سکتا۔ اور اگر  
عدن سے مراد Aden ہے تو دنیا میں سب سے اچھا اور قیمتی موتی عدن (Aden) کا ہی ہوتا  
ہے۔ الحاصل حضرت رضا کے شعر میں دی گئی تشبیہ کو آخرت پر محمول کریں تو جنت کا موتی  
مطلب ہوتا ہے اور اگر دنیا پر محمول کریں تو عدن (Aden) کا موتی مطلب ہوتا ہے۔ جو دنیا  
کے سب موتیوں سے افضل و قیمتی ہوتا ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس لب کو ”لعل یمن“ یعنی ”یمن کا لعل“ سے

تشبیہ دی ہے۔ لعل یعنی Ruby ہوتا ہے۔ اور دنیا میں سب سے اچھا لعل یمن کا ہوتا ہے۔ فیروز اللغات، ص ۱۴۷۰ پر ہے کہ ”یمن = جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرق میں ایک ملک جہاں کا عقیق اور چادریں بہت مشہور ہیں“ علاوہ ازیں محبوب کے ہونٹ کو بھی لعل کہا جاتا ہے۔ فارسی زبان کے شعراء نے محبوب کے ہونٹ کے لیے اکثر لعل کا استعمال کیا ہے۔ حضرت رضائے حضور اقدس کے مقدس لب کو لعل یمن سے تشبیہ دی ہے اور دنیا میں یمن کا لعل سب سے اچھی قسم کا لعل مانا گیا ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفِ معنبری کو ”مُشک خُتن“ یعنی خُتن کا مُشک سے تشبیہ دی ہے۔ مُشک یعنی کستوری اور اس کو نافذ بھی کہا جاتا ہے۔ جو ہرن کے پیٹ سے دستیاب ہوتی ہے اس کو انگریزی میں Musk-deer کہتے ہیں۔ خُتن = ترکستان میں ایک علاقہ جہاں کا مُشک مشہور ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۵۸۵)۔ دنیا میں پانچ جگہ کا مُشک بہت مشہور ہے۔ (۱) نیپال (۲) تبت (Tibet) (۳) تاتار جہاں چنگیز خاں اور ہلاکو نام کے ظالم بادشاہ ہوئے ہیں۔ (۴) خطا یعنی چین کا ایک مشہور شہر جہاں کا مُشک مشہور ہے۔ بحوالہ فیروز اللغات، ص ۵۹۶۔ (۵) خُتن = ترکستان میں ایک علاقہ جہاں کا مُشک مشہور ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا میں نیپال، تبت، تاتار، خطا اور خُتن کا مُشک مشہور ہے۔ لیکن ان پانچ مقامات میں سے خُتن کا مُشک سب سے زیادہ مشہور، خوشبودار اور بہترین ہے۔ حضرت رضائے ان میں سے بہترین مُشک یعنی خُتن کے مُشک سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلف کی خوشبو کو تشبیہ دی ہے۔

مذکورہ تینوں امثال سے حضرت رضا بریلوی کی معلومات عامہ (General Knowledge) کا بھی اندازہ لگتا ہے کہ موتی اور لعل کہاں کے مشہور ہیں اور کہاں کہاں کا مُشک مشہور ہے اور ان مشہور مقامات کے مُشکوں میں سے کس مقام کا مُشک سب سے بہتر ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور کو پھول سے تشبیہ دی۔ پھول، خاصیت ہے کہ وہ ہمیشہ شاداب و خندہ نظر آتا ہے۔ اس میں رنگ کی جو آمیزش ہوتی ہے وہ ایسی

جاذب النظر ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو خوشی اور سرور حاصل ہو۔ علاوہ ازیں اس کی خوشبو سے دل و دماغ کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ ان اوصاف اور محاسن کے ساتھ ساتھ نزاکت اور لطافت کا وصف پھول کے حسن و جمال میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ لہذا حضرت رضائے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُخ انور کو پھول سے تشبیہ دی ہے۔

یہاں تک کی تفصیلی گفتگو اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کر کے کی گئی ہے۔ محترم علمائے کرام اس شعر کو صنعت تشبیہ سے شمار کر کے یہی معنی اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔ راقم الحروف علماء اہلسنت کی علمی وجاہت اور مخدومیت کا تہہ دل سے قائل اور معترف ہو کر تشبیہ کے مذکورہ معنی اور مطلب سے اتفاق کرتے ہوئے، اپنی اصلاح کی غرض سے دیگر معنی عرض کرتا ہے۔

اگر اس شعر کو صرف صنعت تشبیہ سے نہ شمار کریں، تو ایک اور معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ:-

”حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان اقدس، لبہائے نازک، زلف مشکبو اور چہرہ انور کے کچھ فدائی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے مصرعہ اولیٰ میں فرمایا ہے کہ ”دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی“ اور وہ فدائی یعنی کہ فدا اور نثار ہونے والے کون ہیں؟ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ ”ہیں در عدن، لعل یمن، مشکِ ختن پھول“ یعنی کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان اقدس کی چمک دمک اور نورانیت کا یہ عالم ہے کہ جنت یا ملکِ عدن کا بیش بہا موتی اپنی بے مثالی کے باوجود ان دندان اقدس پر فدا ہونے کے لئے مچل رہا ہے۔ یمن کا لعل (Ruby) اپنی انفرادیت کے باوجود مصطفیٰ جانِ رحمت کے لبہائے نازک کی سرخی پر فدا اور نثار ہو رہا ہے۔ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلفِ معمری پر ملکِ ختن کی مشک فدا ہو رہی ہے اور میرے آقا کے رُخِ زیبا پر پھول مع اپنی رنگت، خوشبو،

لطافت اور نزاکت قربان و فدا ہو رہا ہے“

مذکورہ معنی کے علاوہ ایک دیگر معنی میں بھی یہ شعر معنون ہو سکتا ہے۔ مذکورہ بالا معنی اور مطلب میں ذرعدن کے مقابلے میں دندان، لعل یمن کے مقابلے میں لب، مشک ختمن کے مقابلے میں زلف اور پھول کے مقابلے میں رخ کا ذکر کیا گیا ہے۔

○ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۴) دل بستے بے قرار جگر چاک اشک بار

غنچہ ہوں، گل ہوں، برق تپاں ہوں سحاب ہوں

اس شعر میں دل بستے، بے قرار، جگر چاک اور اشکبار الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں آپس میں موافقت ہے۔ اس کے بعد مصرعہ ثانی میں ان کے مقابلے میں چند الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ دل بستے کے مقابلے میں غنچہ، بے قرار کے مقابلے میں برق تپاں، جگر چاک کے مقابلے میں گل اور اشکبار کے مقابلے میں سحاب یعنی بادل کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا

یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

اس شعر میں واں کے مقابلے میں یاں، مطیعوں کے مقابلے میں سیہ کاروں، جگر کے مقابلے میں دامن، خوف سے پانی کے مقابلے میں مچلنا اور پایا کے مقابلے میں دیکھو کا استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ میں صنعت مقابلہ کے کئی اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں پر صرف پانچ اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔



## (۲۳) ”صَنَعَتِ مُسْتَزَادٌ“

علم عروض کی اصطلاح میں وہ غزل جس کے ہر مصرعہ یا شعر کے بعد ایسا زائد ٹکڑا لگا ہو، جو اسی مصرعہ کے رکنِ اول اور رکنِ آخر کے برابر ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۳۳)

[ Increased, The name of a kind of verse in which every line has a shorter one annexed to it ]

(The Royal Persian-English Dictionary. Page No. 404)

صنعت مستزاد ایک ایسی صنعت ہے کہ اس کی طرف تقریباً تمام شعراء اردو ادب نے التفات نہیں کیا۔ ہم نے اس صنعت کی مثال کی تلاش میں اردو ادب کے صف اول کے شعراء کے دیوان کی اوراق گردانی میں کئی گھنٹے صرف کیے لیکن اس صنعت کی مثالی تخلیق کی جستجو میں ناکام رہے۔ ہم نے جن شعراء کے دیوان ٹٹولے ان کے نام مع دیوان حسب ذیل ہیں:-

- ☆ فیض احمد فیض کے ■ نقشِ فریادی ■ دستِ صبا ■ دستِ تہِ سنگ ■ سروادی سینا اور ■ زنداں نامہ۔ کل پانچ دیوان۔
- ☆ اصغر گوٹروی کا دیوان ”کلیات اصغر“ یعنی ■ نشاطِ زندگی اور ■ سرودِ زندگی۔
- ☆ غلام ربانی تاباں کا دیوان ”ذوقِ سفر“۔
- ☆ مرزا اسد اللہ خاں غالب کا ”دیوانِ غالب“۔
- ☆ جاں نثار اختر کا دیوان ”پچھلے پہر“۔
- ☆ جگر مراد آبادی کے دیوان ■ شعلہِ طور ■ تخیلاتِ جگر ■ آتشِ گل ■ جذباتِ جگر اور ■ لمعاتِ طور۔ کل پانچ دیوان۔
- ☆ اکبر الہ آبادی کا ”انتخابِ اکبر الہ آبادی“۔
- ☆ فانی بدایونی کا دیوان ”کلیاتِ فانی“



- ☆ علامہ اقبال کا دیوان ”بانگ درا“
- ☆ انتخاب ”فراق گورکھپوری“
- ☆ میر لکھنوی کے کلام کا انتخاب ”مزامیر“
- ☆ شکیل بدایونی کے دیوان ■ رعنائیاں ■ صنم و حرم ■ شبستاں ■ رنگینیاں۔
- ☆ جوش ملیح آبادی کا دیوان ”شعلہ و شبنم“

مذکورہ شعراء کے دیوانوں کے ایک ایک صفحے کو ہم نے الٹ پلٹ کر، بکھا کہ شاید ان کے کلام میں صنعت مستزاد میں دو چار اشعار پر مشتمل کوئی غزل پائی جائے لیکن غزل تو درکنار ان کے کلام میں اس صنعت میں ایک شعر بھی نہ ملا۔ ایسا محسوس ہوا کہ فن شاعری کی یہ صنعت برائے نام ہی رہ گئی ہے۔ لیکن امام عشق و محبت، امام الکلام، امام الشعراء، امام الفصحاء، امام الادباء، امام الفصحاء، امام الفن، حضرت رضا بریلوی نے اس صنعت کو بھی اُجاگر فرمایا ہے

حضرت رضا کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش حصہ دوم میں ایک نعت ۱۵ اشعار پر ایسی پائی جاتی ہے جس کے ہر شعر کے بعد ایک زائد ٹکڑا لگا ہوا ہے۔ وہ نعت ذیل میں درج ہے۔

☆ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:-

■ وہی رب ہے جس نے تجھ کو، ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستاں بتایا۔ تجھے حمد ہے خدایا

اس شعر کو علم عروض کے ضوابط و قوانین سے صنعت مستزاد کا ثابت کریں۔ صنعت

مستزاد کی شرط یہ ہے کہ جو زائد ٹکڑا ہوتا ہے، وہ اسی مصرعہ کے رکن اول اور رکن آخر کے برابر ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں دو مصرعے ہیں اور ہر مصرعہ دو رکن پر مشتمل ہے۔

☆ پہلا مصرعہ:- وہی رب ہے جس نے تجھ کو، اور ہمہ تن کرم بنایا

رکن اول ہے رکن آخر ہے۔

ان دونوں ارکان کی تقطیع کریں:-

ہی رب ہے جس نے تجھ کو

■ رکن اول:-

وہ پ + ر + ب + ہ + ی + ج + س + ن + ی + ت + جھ + کھ + و

رکن کے حروف:-

۴ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ = ۱۵ حروف

تعداد حروف:-

۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۲ + ۱ = ۱۳ حروف

کٹنے کے بعد:-

ہمہ تن کرم بنایا

■ رکن آخر:-

ہمہ - تن - کرم - بنایا

۱۳ حروف = ۳ ۲ ۳ ۵

پہلے مصرعہ کے رکن اول اور رکن آخر دونوں کے حروف ۱۳ اور ۱۳ ہیں۔

ترا آستاں بتایا

ہمیں بھیک مانگنے کو

⊕ دوسرا مصرعہ:-

رکن آخر ہے

رکن اول ہے

ہمیں بھیک مانگنے کو

■ رکن اول:-

ہم پ + بھ + ی + ک + م + ان + گ + ن + ی + کھ

رکن کے حروف:-

۴ + ۲ + ۳ + ۴ = ۱۵ حروف

تعداد حروف:-

۳ + ۳ + ۲ + ۱ = ۱۳ حروف

کٹنے کے بعد بقیہ حروف:-

ترا آستاں بتایا

■ رکن آخر:-

ت ر + ا + آ + س + ت + ا + ب + ت + ا + ی + ا

رکن کے حروف:-

۱۳ حروف = ۳ + ۵ + ۵

تعداد حروف:-

تجھے حمد ہے خدایا

⊕ زائد لکڑا:-

ت جھ + ی + ح + م + د + ہ + ی + خ + د + ا + ی + ا

لکڑے کے حروف:-

۱۳ حروف = ۳ + ۳ + ۲ + ۵

مذکورہ تقطیع کے حساب سے شعر کے دونوں مصرعوں کے رکن اول اور رکن آخر کے

۱۳ اور ۱۳ حروف ہیں اور ان ارکان کے حروف کی تعداد سے زائد ٹکڑے کے حروف کی تعداد بھی مساوی ہے۔ لہذا یہ شعر صنعت مستزاد کا ہونے میں علم عروض کی اصطلاح کے اصول و ضوابط پر پورا اترتا ہے۔ مذکورہ تقطیع میں شاید کسی کو یہ شک ہو کہ پہلے مصرعہ کے رکن اول میں پندرہ حروف ہیں، انھیں کاٹ کر ان کی تعداد ۱۳ کس طرح ہوگی۔ اسی طرح دوسرے مصرعے کے رکن اول کے حروف پندرہ سے تیرہ ہو گئے ہیں۔ دونوں ارکان سے حرف ”ی“ اور حرف ”واؤ“ کاٹے گئے ہیں۔ یعنی علم عروض کی اصطلاح میں حذف کئے گئے ہیں۔ اور یہ حذف کرنا علم عروض کے ضوابط کے تحت ہے۔

■ تقطیع کے اصول و ضوابط کے قانون نمبر ۱۹ کو ملاحظہ فرمائیں:-

”وہ ہندی وائو جس سے پہلے حرف پر مجہول (ہلکا سا) پیش یا زبر ہو، اسے ضرورتِ شعری کی بنا پر گرایا جاسکتا ہے۔ اور اسے تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا۔ مثلاً تو۔ سو۔ دو۔ کو۔ ہو۔ رکھو۔ چکھو۔ آؤ۔ جاؤ۔ چلو۔ کرو۔ گنو اور انھوں وغیرہ کی وائو ضرورتاً گرائی جاسکتی ہے۔ (حوالہ:- ”فنِ شاعری“ از:- اخلاق حسین دہلوی، ص ۴۵)

■ تقطیع کے اصول و ضوابط کے قانون نمبر ۲۸ کو ملاحظہ فرمائیں:-

”وہ یائے معروف و مجہول جو ہندی الفاظ کے درمیان میں آتی ہے۔ وہ بھی گرائی جاسکتی ہے۔ مثلاً۔ ہیں۔ میں۔ کہیں۔ وہیں۔ ہمیں۔ کریں۔ سنیں۔ رہیں۔ نہیں۔ وغیرہ کی یائے مجہول و معروف گرائی جاسکتی ہے۔“ (حوالہ:- فنِ شاعری، ص ۴۸)

مذکورہ قوانین کے تحت اس شعر کے دونوں مصرعوں کے دونوں رکن اول سے حرف ”ی“ اور حرف ”واؤ“ کو حذف کیا گیا ہے۔

صعب مستزاد میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ نعت شریف پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ نعت کے ہر شعر کے بعد ایک زائد ٹکڑا ہے۔ مثلاً:-

تمہیں حاکم برایا، تمہیں قاسم عطایا  
 تمہیں دافع بلایا، تمہیں شافع خطایا کوئی تم سا کون آیا  
 یہی بولے سدرہ والے، چمن جہاں کے تھالے

سبھی میں نے چھان ڈالے، ترے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک بنایا  
 ہر شعر کو علم عروض کے ضوابط کے تحت تقطیع کریں گے تو وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو ہم نے  
 ایک شعر کی تقطیع کر کے حاصل کیا ہے۔ نعت کا ہر شعر صنعت مستزاد پر کامل اترتا ہے۔ اردو  
 ادب میں جہاں دیگر شعراء کے کلام میں اس صنعت کا قحط پڑا ہوا تھا، وہاں حضرت رضانا نے  
 اپنے علم و فن کی بارش سے سرسبز ماحول قائم کر دیا۔ اردو ادب حضرت رضا کی ذات پر جتنا  
 فخر کرے وہ کم ہے۔ آپ نے ایسی کئی صنعتیں میں اپنی قادر الکلامی ثابت فرمائی ہے۔

■ فارسی زبان میں صنعت مستزاد کی سات رباعیات حضرت رضا کے کلام میں پائی  
 جاتی ہیں۔ ان تمام رباعیات میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر مصرعہ کے بعد ایک  
 زائد ٹکڑا لگایا گیا ہے۔ اردو میں صنعت مستزاد میں آپ کی نعت شریف میں ہر شعر  
 کے بعد یعنی کہ ہر دو مصرعوں کے بعد زائد ٹکڑا لگایا گیا ہے۔ جب کہ فارسی کی آپ  
 کی ساتوں رباعیات میں ہر مصرعے کے بعد ایک زائد ٹکڑا لگایا گیا ہے۔ ایک  
 رباعی بطور مثال پیش خدمت ہے۔

☆ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

حمداً لک یا مفضل عبدالقادر - یا اذا الافضال

یا منعم یا مجمل عبدالقادر - انت المتعال

مولائے بما ممت بالجود علیہ - من دون سوال

امنن واجب سائل عبدالقادر - جُد بالآمال

حضرت رضا بریلوی دیگر شعراء کے مقابلے میں یقیناً اقلیم سخن کے تاجدار کی حیثیت  
 رکھتے ہیں۔ آپ نے فن شاعری کی بہت سی صنعتیں کی لاغری دور فرما کر اسے توانائی بخشی  
 ہے۔ حضرت رضا جیسا سخن ور ماضی میں بہت دور تک نظر نہیں آتا اور نہ ہی مستقبل میں بہت

دور تک نظر آئے گا۔ آپ کا ایک کمال یہ ہے کہ آپ ایک ساتھ کئی صناعات کو جمع کر دیتے ہیں اور اس صنعت میں جو شعر نظم فرماتے ہیں وہ شعر بے مثل و مثال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر صنعت مستزاد میں آپ کی اردو نعت میں آپ نے صنعت مستزاد کے ساتھ ساتھ تجنیس کامل، تلمیح، تجاہل عارفانہ، مسمط، استعارہ، اقتباس وغیرہ کا استعمال فرما کر کوزے میں سمندر سمودیا ہے۔

## (۲۴) ”صَنَعَتِ لَفٍّ وَنَشْرٍ“

علم و بیان کی اصطلاح میں وہ صنعت جس میں اول چند چیزوں کا ذکر کریں۔ پھر چند اور چیزیں بیان کریں، جو پہلی چیزوں سے نسبت رکھتی ہوں، مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے مل جائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۱۱۵) یعنی متعدد اشیاء کا تفصیلاً یا اجمالاً ذکر کیا جائے۔ پھر ان میں سے ہر ہر شے کے لئے ایک مناسب بات بغیر تعین کے لائی جائے اور شاعر اپنی طرف سے طے نہ کر سکے کہ فلاں معنی فلاں چیز کے لئے مناسب ہیں۔

[ Twisting and scattering prose ]

فن شاعری کی یہ صنعت بہت ہی آسان صنعت ہے لہذا اردو ادب کے تمام شعراء کے کلام میں اس صنعت کی مثال کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اس صنعت میں شعر کہنا کوئی مشکل یا دشوار امر نہیں۔ اسی وجہ سے تمام شعراء نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے۔

◉ مرزا غالب کا شعر ہے:-

حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں

مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اس شعر میں حیراں، رونا، پیٹنا، نوحہ گر، جگر وغیرہ کا یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

◉ اصغر گوٹروی کا شعر ہے:-

کس قدر پر کیف ہے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا

اصل نغمہ ایک آواز شکست ساز ہے

اس شعر میں پرکیف کے بعد نغمہ اور ٹوٹے دل کی صدا کے بعد آواز شکست ساز کا ذکر ہے۔

● جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- عشق میں کیا لالہ و گل کیا چمن کیا قفس

میں خود ہی اپنا گلستاں ہوں خود ہی اپنا قفس  
اس شعر میں لالہ، گل، چمن کا ذکر کرنے کے بعد گلستاں اور قفس کا ذکر کیا گیا ہے۔

● فکیل بدایونی کا شعر ہے:- گل چیں نے تو کوشش کر ڈالی سونی ہو چمن کی ہر ڈالی

کانٹوں نے مبارک کام کیا، پھولوں کی حفاظت کر بیٹھے

اس شعر میں گل چیں، چمن، ڈالی کا ذکر کرنے کے بعد منسوب الیہ سے نسبت رکھنے

والے پھول اور کانٹوں کا ذکر ہے۔

● غلام ربانی تاباں کا شعر ہے:- نظارے اور بھی ہیں عارض و جبین کے سوا

اٹھاؤ سر کہ ذرا دور تک نظر جائے

نظارہ، عارض اور جبین کے ذکر کے بعد سر اور نظر کا ذکر ہے اور ان میں منسوب الیہ

سے مناسبت ہے۔

● فانی بدایونی کا شعر ہے:- شمع و پروانہ بزم احدی ہوں فانی

عاشق و جلوہ معشوق سراپا میں ہوں

اس شعر میں پہلے شمع، پروانہ اور بزم کا ذکر ہے جن میں نسبت ہے۔ پھر عاشق، جلوہ

اور معشوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

اردو ادب کے صف اول کے کچھ شعراء کے اشعار مندرجہ بالا مثال میں پیش کئے گئے

ہیں۔ ان اشعار کے معائنہ سے قارئین کرام کو صنعت لَف و نثر سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ ان

اشعار کے مقابلے میں جب ہم حضرت رضا بریلوی کے اشعار دیکھیں گے، تو ہم دعوے کے



ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت رضا کے اشعار کا معیار بہت ہی بلند و اعلیٰ ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت لُف و نشر کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ ان تمام اشعار کو الگ چھانٹ کر شمار کرنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ لہذا ہم چند اشعار ناظرین کی فرحت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

☆ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن

حسنی لعل، حسینی ہے تجلا تیرا

اس شعر میں پہلے خور، کوہ اور معدن کا ذکر ہے۔ پھر بعد میں لعل اور تجلا کا ذکر ہے جو اول الذکر سے نسبت رکھتی ہیں۔ خور اور تجلا میں اور اسی طرح معدن اور لعل میں منسوب کو منسوب الیہ سے نسبت ہے۔

(۲) گیت کلیوں کی چٹک، غزلیں ہزاروں کی چہک

باغ کے سازوں میں بجاتا ہے ترانا تیرا

اس شعر میں پہلے گیت کا اور بعد میں ترانا کا، کلیوں کے بعد چٹک، ہزاروں یعنی بلبلیں کے بعد چہک، ساز کے بعد بجنا کا ذکر ہے۔ اب کچھ اشعار رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:-

(۳) یہاں چھڑکا نمک، واں مرہم کا فور ہاتھ آیا

دل زخمی، نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

(۴) یاد رخ میں آہیں کر کے بن میں میں رویا آئی بہار

جھو میں نسیمیں، نیساں برسوں، کلیاں چٹکیں مہکی شاخ

(۵) دو قمر، دو پنچہ خور، دو ستارے، دس ہلال

ان کے تلوے پنچے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

(۶) ہیں چتر و تخت سایہ دیوار و خاک در

شاہوں کو کب نصیب یہ دھج کر و فر کی ہے  
(۷) دہن کی خوشبو سے مست کپڑے، نسیم گستاخ آنچلوں سے

غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا، غزال نالے بسا رہے تھے  
(۸) مشک سا زلفِ رشہ و نور فشاں روئے حضور

اللہ اللہ حلب جیب و تار دامن  
(۹) یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر

یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لئے  
(۱۰) یہ صبا سنک، وہ کلی چنگ، یہ زباں چہک، لب جو چھلک

یہ مہک جھلک، یہ چمک دمک، سب اسی کے دم کی بہا رہے

قارئین کرام حضرت رضا بریلوی کے اشعار اور دیگر شعراء اردو ادب کا بنظر عمیق تقابلی جائزہ لیں۔ حضرت رضا کے اشعار میں بیان کی سلاست، جذبات عشق کی شدت و صداقت، زبان کی شیرینی، محبت کی سرمستی میں فرزانہ روی، شستہ رواں اور سلیم جملہ بندی اور الفاظی جدت و ندرت کا جو انوکھا پن پایا جاتا ہے، وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

## (۲۵) "صَنَعَتِ تَضْمِينُ"

فن شاعری کی اصطلاح میں وہ صنعت کہ شاعر کسی دوسرے شاعر کے مشہور اشعار پر  
مصرعہ یا بند لگائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۳)

[ Inserting the verses of another in one's own poem ]

صنعت تضمین کا بھی ایک عجیب معاملہ ہے۔ اردو ادب کے صف اول کے مشہور اور  
معروف شعراء کے کلام میں تضمین برائے نام ہی ہے، جب کہ غیر مشہور اور نئے نئے  
(Junior) شعراء کے کلام میں صنعت تضمین کی غزلیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اس کی

ایک وجہ یہ ہے کہ غیر مشہور شاعر کسی مشہور شاعر کی کسی مشہور تخلیق پر اس غرض سے تضمین لکھتا ہے کہ اس مشہور کلام کی وجہ سے اپنا کلام بھی شہرت حاصل کرے۔ یعنی ”نام پیروں کا کھائیں مجاور“ والی مثل پر عمل کرنا۔ صف اول کے شعراء نے کسی دوسرے کے کلام پر تضمین نہیں لکھی اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس کے کلام پر تضمین لکھی جاتی ہے اس کے کلام کی اہمیت تضمین لکھنے والے کے کلام سے زیادہ ہوتی ہے۔ کسی کے کلام پر تضمین لکھنا در پردہ اس کے کلام کی فوقیت کا اعتراف کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی اس کے کلام کو متبوع اور خود کے کلام کو تابع تسلیم کرنے کا اقرار کرنا ہے، اور در پردہ ایسا اقرار کرنا صف اول کے شعراء نے اپنی شان اور معیار کے خلاف جان کر تضمین کو متروک کر دیا ہو۔ اس ترک کے پس پردہ خود ستائی، خود پسندی اور انسانیت کا جذبہ کارگر ہو ایسا لگتا ہے۔ البتہ فانی بدایونی کے کلام میں امیر مینائی کے نواشعار کی غزل پر تضمین پائی جاتی ہے۔ راقم الحروف نے ❀ مرزا غالب ❀ جگر مراد آبادی ❀ شکیل بدایونی ❀ جوش ملیح آبادی ❀ اصغر گوٹوی ❀ غلام ربانی تاباں ❀ فیض احمد فیض وغیرہ کے دیوان کی اوراق گردانی کی لیکن صنعت تضمین سے ان کے کلام کو محروم پایا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان اپنے دور کے امام الشعراء اور مقتداء الشعراء ہونے کے باوجود کبھی بھی اپنے آپ کو شاعر نہ کہتے تھے اور نہ سمجھتے تھے۔ آپ کبھی بھی اپنی قادر الکلامی پر اتراتے نہ تھے۔ خود ستائی، انسانیت اور خود بینی سے آپ کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپ رشک عنادل اور بے مثال فصیح و ادیب ہونے کے باوجود سراپا عجز و انکسار تھے۔ تواضع کے پیکر جمیل تھے۔ آپ اپنی علمی و جاہت کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے تھے بلکہ اپنی بیچ مدانی کا اعتراف کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ:-

کس منہ سے کہوں رشک عنادل ہوں میں  
شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں  
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو  
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

حضرت رضا بریلوی نے کسی دوسرے کے کلام پر تضمین لکھنے میں چھوٹا پن محسوس نہیں کیا۔ آپ کے کلام میں صنعت تضمین میں تین نعتیں پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک نعت وہ ہے جو آپ نے خود اپنے ہی کلام پر تضمین لکھی ہے۔ اس کا ایک بند پیش خدمت ہے۔

☆ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

کچھ تو جلوہ نظر آیا مرے اشکوں پر ÷ تارے ٹوٹے ہیں مگر رنگ شفق سے مل کر  
 لعل میں آب گہر شیشہ سے مل اختر ÷ پانی میں آتش تر، شعلہ میں آب کوثر  
 دل سوزاں نے کیا خون کا دریا ہو کر  
 مذکورہ بند میں کل پانچ مصرعے ہیں۔ جن میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ تضمین ہیں۔  
 چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل کلام ہے، جس پر تضمین کی گئی ہے۔

☆ حضرت قاسم کی دو نعتوں پر حضرت رضا کی تضمین:-

حضرت قاسم کی سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت پر حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ  
 والرضوان نے تضمین نظم فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع (پہلا شعر) اور مقطع (آخری  
 شعر) ملاحظہ ہو۔

مطلع:- دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا

اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا

مقطع:- حشر کے روز اٹھے شور عجب کیا قاسم

قبر سے دیکھو وہ مداح پیمبر نکلا

تضمین کے بعد مذکورہ مطلع اور مقطع کی صورت حسب ذیل ہے۔

مطلع:- شعلہ عشق نبی سینہ سے باہر نکلا ÷ عمر بھر منہ سے مرے وصف پیمبر نکلا

سازگار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا ÷ دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا

اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا

مقطع:- ہے رضا گرچہ یہ کار سراپا قاسم ÷ نعت احمد ہے مگر اس کا وظیفہ قاسم

ایک مصرعہ بھی گرا آقا کو خوش آیا قاسم ÷ حشر کے روز اٹھے شور عجب کیا قاسم

قبر سے دیکھو وہ مداح پیمبر نکلا

مذکورہ تضمین کے مطلع اور مقطع میں پہلے تین مصرعے حضرت رضائے تضمین میں نظم فرمائے ہیں۔ آخر کے دو مصرعے اصل نعت کے ہیں۔ اسی ترتیب سے نعت کے سولہ اشعار پر حضرت رضائے قافیہ، بحر اور مضمون کی رعایت و موافقت کے ساتھ تضمین فرمائی ہے۔ یہ نعت شریف ”حدائق بخشش“ حصہ سوم، صفحہ ۱۶ پر درج ہے۔

• حضرت قاسم کی ایک دوسری نعت کہ وہ بھی سولہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت پر بھی حضرت رضا بریلوی نے تضمین فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع اور مقطع ملاحظہ فرمائیں:-

مطلع:- حسرت ہے یا الہی جب جان تن سے نکلے

نکلے تو نام اقدس لیکر دہن سے نکلے

مقطع:- وہ دن بھی ہو الہی جو صورت شہیدی

حضرت کی جستجو میں قاسم وطن سے نکلے

تضمین کے بعد مذکورہ مطلع اور مقطع مزین ہو کر حسب ذیل صورت اختیار کرے

ہوئے ہیں:-

مطلع:- اے کاش شان رحمت میرے کفن سے نکلے ÷ جاں بوئے گل کی صورت بائ بدن سے نکلے

ارماں طفیل نام شاہ زمن سے نکلے ÷ حسرت ہے یا الہی جب جان تن سے نکلے

نکلے تو نام اقدس لے کر دہن سے نکلے

مقطع:- لاکھوں ہیں سینہ بریاں مثل رضا کالی ÷ انجام کار سب نے اپنی مراد پائی

دشت طلب میں ہو کر آوارہ کھو گئے جی ÷ وہ دن بھی ہو الہی جو صورت شہیدی

حضرت کی جستجو میں قاسم وطن سے نکلے

مذکورہ تضمین کے مطلع و مقطع میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ حضرت رضا کا تضمین

فرمودہ ہے۔ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل نعت سے ہے۔ یہ نعت شریف ”حدائق بخشش“

حصہ ۳، صفحہ ۶۶ پر درج ہے۔

## (۲۶) "صَنَعَتِ تَشْبِيبُ"

قصیدے کی ابتداء میں عاشقانہ مضامین نظم کرنا۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۱)

[ Love song. Talking of adolescence ]

اس صنعت میں شعراء اردو ادب نے عشق مجازی میں طرح طرح کے عاشقانہ اشعار کہے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانہ تک اس صنعت کیلئے ایسا نظریہ قائم تھا کہ اس صنعت کا استعمال صرف عشق مجازی میں ہی ہو سکتا ہے۔ عشق حقیقی میں اس صنعت کا استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ عشق مجازی میں محبوبہ کی رنگینی حسن اور محبوبہ کے اٹھتے ہوئے شباب کی بہار کا ذکر کر کے اشعار میں رعنائی اور رنگینی پیدا کرنے کے لئے عاشقانہ مزاج کا اظہار کرنے کے لئے ہی یہ صنعت متعین کی گئی ہے۔ اردو ادب کے کبریا اور صغریٰ تمام طبقے کے شعراء نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے لیکن تمام کے تمام محبوبہ کے سراپا کے اسیر نظر آتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ اکثر نے رسمی اور روایتی طرز ہی اختیار کیا ہے۔ مثلاً:-

◉ جناب فانی بدایونی کا قصیدہ ہے:-

(۱) سنتے ہیں گلشن میں پھر فصل بہار آنے کو ہے

پھر ہزار انداز سے بانگ ہزار آنے کو ہے

(۲) پھر نئی کلیاں گلابی رنگ کی کھلنے کو ہیں

آنکھ ہے زگس کی پھر ہلکا خمار آنے کو ہے

(۳) پھر کریں گی ثمریاں گلشن میں کو کو ہر طرف

پھر نئی رونق پہ سرد جو بہار آنے کو ہے

(۴) پھر کسی کے لب سے مل جائے گا رنگ برگ گل

پھر جمیلی کی مہک سے بوئے پیار آنے کو ہے



مذکورہ اشعار میں شاعر نے ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے عاشقانہ مضامین نظم کئے ہیں۔

### ☆ جوش ملیح آبادی کے اشعار:-

(۱) نظر جھکائے عروسِ فطرت، جبیں سے زلفیں ہٹا رہی ہے

سحر کا تارا ہے زلزلے میں، افق کی لو تھر تھرا رہی ہے

(۲) روشِ روشِ نغمہ طرب ہے، چمن چمن جشنِ رنگ و بو ہے

ٹیور شاخوں پہ ہیں غزلِ خواں، کلی کلی گنگنا رہی ہے

(۳) ستارہ صبح کی ریلی جھپکتی آنکھوں میں ہیں فسانے

نگار مہتاب کی نشلی نگاہ جادو جگا رہی ہے

(۴) کلی پہ نیلے کی کس ادا سے، پڑا ہے شبِ بنم کا ایک موتی

نہیں، یہ ہیرے کی کیل پہنے، کوئی پری مسکرا رہی ہے

مذکورہ اشعار شاعر کی عاشق مزاجی کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اردو ادب کے کلام کے

معائنہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعت تشبیبِ عشق مجازی کا طرہ امتیاز بن کر رہ گئی تھی۔ اس

صنعت میں عشقِ حقیقی میں اشعار کہنا محال سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت رضا نے اس محال امر کو

ممکن بنا دیا اور اہل ادب و اہل فن کو بتا دیا کہ اس صنعت میں عشقِ حقیقی میں بھی اشعار کہے

جاسکتے ہیں۔ صرف اشعار ہی نہیں کہے جاسکتے بلکہ عشق و محبت کے شاداب پھول بھی کھلائے

جاسکتے ہیں۔ محبت رسول کی پاکیزہ رنگت، عشقِ نبی کی ستھری رعنائی اور والہانہ عقیدت کے

سنجیدہ جوش و لا کے رنگ برنگ اور مہکتے گلوں سے فضا کو معطر اور رنگین بنایا جاسکتا ہے۔

اشعار کی رنگینی کا ٹھیکہ صرف عشقِ مجازی نے نہیں لے رکھا ہے بلکہ عشقِ حقیقی کے اشعار میں

وہ لالی اور سرخی پیدا کی جاسکتی ہے کہ عشقِ مجازی کا چہرہ اس کے سامنے زرد ہو جائے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ان کے عشق

کی صداقت کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ساتھ بے پناہ عشق و محبت کرنے کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز اور امر سے والہانہ عقیدت رکھتے

تھے جس کو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت ہو۔ ماہ ربیع الاول شریف میں محبوب خالق کائنات اور باعث تخلیق کائنات، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں بظاہر تشریف لائے اور اسی ماہ میں آپ نے ظاہری نظروں سے پردہ فرمایا۔ لہذا ماہ ربیع الاول شریف کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی ماہ ربیع الاول شریف سے وارثی کے درجے میں محبت کرتے ہوئے اس ماہ مبارک کا غایت درجہ ادب و احترام اور تعظیم و حرمت بجالاتے تھے۔ اس ماہ کی آمد پر آپ مچل جاتے تھے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیف و سرور میں جھوم اٹھتے تھے۔ اس ماہ کا ہر دن آپ کے لئے عید کا دن تھا۔ ہر لمحہ آپ سرور و شادمانی محسوس کرتے تھے۔ روزانہ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ محفل نعت کا انعقاد و اہتمام اپنے دولت کدہ میں فرماتے۔ ماہ ربیع الاول شریف کی بہار کی آمد کی خوشی اور طرب میں آپ نے بطرز تشبیب ایک قصیدہ نظم فرمایا ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

❁ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

- (۱) اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں  
 ننھی ننھی بوندیاں برسا چلیں  
 (۲) جھومتی آئیں نسیمیں نرم نرم  
 پتی پتی ڈالیاں پچکا چلیں  
 (۳) دل کھلے کانوں میں رس پڑنے لگے  
 خوشنوا چڑیاں ترانے گا چلیں  
 (۴) تانوں کی بینوں میں پھر لہرا بجا  
 گیسوؤں کی ناگنیں لہرا چلیں

(۵) پھر اٹھا پودوں کے جو بن میں ادبھار

ننھی ننھی کوپلیں ہریا چلیں

(۶) پھول مہکے غنچے چنکے گل کھلے

نو بہاریں جا بجا اٹھلا چلیں

(۷) بجرے چھوٹے کشتیاں پڑنے لگیں

نہریں لہروں کے مزے دکھلا چلیں

ایک عاشق صادق کے عشق کے پاکیزہ تصورات کو داد و تحسین دیں کہ جو عاشق اپنے

محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم سے نسبت رکھنے والے مہینے کی محبت میں مذکورہ جذبات

عشق و محبت کا حامل ہو، اس کے عشق رسول کے جذبات کا کیا عالم ہوگا۔ مذکورہ قصیدہ

”حدائق بخشش“ حصہ ۳، صفحہ ۵۰ پر درج ہے۔

## (۲۷) "قَصِيدَةُ مَرَصَعَةٍ"

وہ قصیدہ جو مطلع یا حسن مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس اشعار پر اس طرح مشتمل ہو کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ کے آخر میں حروف تہجی کا بالترتیب ایک حرف آئے اور حرف "الف" سے بالترتیب شروع ہو کر حرف "ی" پر ختم ہو۔

[ Rhyming long ode consisting of minimum 28 verses in which first hemistich of each verse ends in alphabetical order ]

☆ حضرت رضا بریلوی کا قصیدہ مرصعہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

شعر نمبر	پہلا مصرعہ	پہلے مصرعے کے آخر آنے والا حرف	دوسرا مصرعہ
مطلع	کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود	---	طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
حسن مطلع	شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود	---	دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
" "	جان ودل اصفیا تم پہ کروڑوں درود	---	آب در گل انبیاء تم پر کروڑوں درود
۱	اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا	<b>الف</b>	جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
۲	ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب	<b>ب</b>	نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود
۳	تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کاشات	<b>ت</b>	اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود
۴	تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث	<b>ث</b>	تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود
۵	وہ شب معراج راج وہ صف محشر کاتاج	<b>ج</b>	کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود
۶	جان و جہان مسیح، داد کہ دل ہے جرت	<b>ح</b>	نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود
۷	اُف وہ رہ سنگلاخ آہ یہ پاشاخ شاخ	<b>خ</b>	اے مرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود
۸	تم سے کھلا باب جو دم سے ہے سب کا وجود	<b>د</b>	تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود

آگے جوشہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود	ذ	خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ	۹
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود	ر	گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور	۱۰
ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود	ز	بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز	۱۱
بس ہے یہی آسرا تم پہ کروڑوں درود	س	آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس	۱۲
آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود	ش	طارم اعلیٰ کا عرش جس کف پا کا ہے فرش	۱۳
بند سے کر دو رہا تم پہ کروڑوں درود	ص	کہنے کو ہیں عام و خاص ایک تمہیں ہو خلاص	۱۴
خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود	ض	تم ہو شفا کے مرض خلق خدا خود غرض	۱۵
المدد اے رہنما تم پہ کروڑوں درود	ط	آہ وہ راہ صراط بندوں کی کتنی بساط	۱۶
عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروڑوں درود	ظ	بے ادب و بد لحاظ کرنے سکا کچھ حفاظ	۱۷
آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروڑوں درود	ع	لو تہہ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روز جمع	۱۸
طیبہ سے آ کر صبا تم پہ کروڑوں درود	غ	سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ	۱۹
لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود	ف	گیسو وقد لام الف کر دو بلا منصرف	۲۰
نور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود	ق	تم نے برنگ فلک جیب جہاں کر کے شق	۲۱
تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروڑوں درود	ک	نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک	۲۲
خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود	ل	خلق تمہاری جیل خلق تمہارا جلیل	۲۳
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود	م	خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم	۲۴
ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود	ن	بر سے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن	۲۵
کون کرے یہ بھلا تم پہ کروڑوں درود	و	اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں لو	۲۶
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود	ہ	کر کے تمہارے گناہ، مانگیں تمہاری پناہ	۲۷
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود	ی	کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے	۲۸

مندرجہ بالا کروڑوں درود والا حضرت رضا کا قصیدہ مرصعہ ملاحظہ فرما کر ناظرین یقیناً

مختلط ہوئے ہوں گے۔ اردو ادب میں کسی بھی شاعر نے ایسا قصیدہ بانداز غزل نہیں کہا۔ مذکورہ قصیدہ ہم نے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ قصیدہ کل ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ ہم نے صرف ۳۱ اشعار اس طرح کے پیش کئے ہیں کہ ہر شعر کے مصرعہ اول میں حروف تہجی کا ایک حرف بالترتیب آتا ہے۔ اس طرح حرف ”الف“ سے شروع ہو کر حرف ”ی“ پر ختم ہوا ہے۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ دنیائے اردو ادب کے نامور اور صف اول کے شعراء اس صنعت میں ایک ایک حرف کی مثال میں صرف ایک ایک شعر پر مشتمل قصیدہ مرتب کرنے سے عاجز اور قاصر رہے ہیں، لیکن حضرت رضوانے ایک حرف کی مثال میں کئی اشعار نظم فرمائے ہیں۔

اس قصیدہ میں ایک مطلع اور دو حسن مطلع ہیں۔ پھر حروف تہجی کو ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں بالترتیب لایا گیا ہے لیکن حضرت رضوانے صرف ایک ایک شعر پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے ایک سے زائد اشعار نظم فرمائے ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆	الف	_____	کی مثال میں	_____	۴	_____	اشعار۔
☆	ب	_____	کی مثال میں	_____	۲	_____	اشعار۔
☆	ت	_____	کی مثال میں	_____	۲	_____	اشعار۔
☆	ث	_____	کی مثال میں	_____	۲	_____	اشعار۔
☆	ج	_____	کی مثال میں	_____	۲	_____	اشعار۔
☆	چ	_____	کی مثال میں	_____	۵	_____	اشعار۔
☆	ح	_____	کی مثال میں	_____	۷	_____	اشعار۔
☆	خ	_____	کی مثال میں	_____	۶	_____	اشعار۔
☆	د	_____	کی مثال میں	_____	۳	_____	اشعار۔
☆	ڈ	_____	کی مثال میں	_____	۲	_____	اشعار۔
☆	ن	_____	کی مثال میں	_____	۴	_____	اشعار۔



ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورہ حروف کے صرف ایک ایک شعر ہی پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ قصیدہ صنعت مرصعہ کے قوانین اور ضوابط کو کامل طور پر نہیں بلکہ اکمل طور سے بھی زیادہ پورا کر رہا ہے۔ جہاں کم از کم ایک شعر کا ہونا لازمی ہے وہاں آپ نے چار، پانچ، چھ اور سات کی تعداد میں اشعار فرما کر ادب کی دنیا میں اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضانا نے دیگر کئی صنعتیں بھی شامل فرمائی ہیں۔ مثلاً صنعت حسن تعلیل، صنعت استعارہ، صنعت تلمیح، صنعت تلمیح، صنعت اقتباس، صنعت تجنیس کامل، صنعت تجنیس ناقص، صنعت لف و نشر وغیرہ۔ ان تمام کی وضاحت کرنا یہاں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت رضا کا یہ نعتیہ قصیدہ لاجواب ہے، بے مثل ہے، بے مثال ہے، بے نظیر ہے۔ اس قصیدے پر ادب اور اہل ادب کو بھی ناز ہے۔ فن و ادب کی بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کا جس والہانہ کیفیت سے بیان کیا گیا ہے، اس کی مثال شاید نہیں بلکہ یقیناً دیگر شعراء کے کلام میں ڈھونڈنے نہ پائی جائے گی۔

## (۲۸) "صُنْعَتِ تَنْسِيْقِ الصِّفَاتِ"

کسی کا تذکرہ بہت ہی صفات کے ساتھ کرنا۔ پھر چاہے وہ تعریف میں ہو یا مذمت میں ہو۔

[ Arranged praise ]

اردو ادب کے شعراء نے عشق مجازی میں اپنی محبوبہ اور معشوقہ کے حسن و جمال، شباب و نکھار اور جوانی و بانگین کی تعریف میں بہت گل کھلائے ہیں۔ مثلاً:-

☆ عرشِ ملسیانی کا شعر ہے :- بلا ہے، قہر ہے، آفت ہے، فتنہ ہے، قیامت کا

حسینوں کی جوانی کو جوانی کون کہتا ہے؟

❖ نوح ناروی کا شعر ہے:-

ادا آئی، جفا آئی، غرور آیا، حجاب آیا  
ہزاروں آفتیں لے کر حسینوں کا شباب آیا

❖ فکیل بدایونی کا شعر ہے:-

فصل گل، رنگ چمن، دور خزاں، حسن بہار  
مختلف نام ہیں ساقی تیرے پیانوں کے

❖ مرزا غالب کا شعر ہے:-

حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے  
آنہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

❖ فانی بدایونی کا شعر ہے:-

جمال بے حجاب تھا کہ جلوہ تھا حجاب کا  
کلیم برق طور تھی کہ تار تھا نقاب کا

❖ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:-

تجاہل، تغافل، تبسم، تکلم  
یہاں تک تو پہونچے وہ مجبور ہو کر

❖ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:-

وہ کلی چٹکی، وہ برسا رنگ، وہ پھوٹی کرن  
ہنس کے وہ انگڑائی لی دریا نے بہنے کے لئے

❖ اصغر گوٹوی کا شعر ہے:-

روز روشن یا شب مہتاب یا صبح چمن  
ہم جہاں سے چاہتے، وہ روئے دنیا دیکھتے

صنعت تنسيق الصفات کی مثال میں قارئین نے اردو ادب کے مشہور شعراء کے اشعار ملاحظہ فرمائے۔ اب حضرت رضا بریلوی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

○ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:-

(۱) وہی نور حق، وہی ظل رب، ہے انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب  
 نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ : ماں نہیں  
 اس شعر میں حضرت رضانا نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی صفات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً نور حق، ظل رب، انہیں سے سب، انہیں کا سب، آسماں ملک، زمین ملک، زمان ملک۔

(۲) تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے  
 انبیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں  
 اس شعر میں خورشید رسالت، تیری ضیا، تاروں کا چھپنا، انبیاء کا نور لینا، ماہ پاروں کا تجھ سے نور لینا وغیرہ الفاظ کا استعمال کر کے شعر کو صنعت تنسيق الصفات سے مزین کیا گیا ہے۔

(۳) وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا  
 رؤف ورحیم وعلیم وعلی ہے  
 اس شعر میں نامی (نام والا) نام خدا نام تیرا رؤف رحیم وعلیم اور علی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۴) شافی و نافی ہو تم، کافی و وافی ہو تم  
 درد کو کر دو، دوا، تم پہ کروڑوں درود  
 اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ● شافی یعنی شفا دینے والے ● نافی یعنی مرض اور بیماری کو روکنے والے ● کافی یعنی مکتفی

● وافی یعنی مخلص ● درد کو دوا کرنا بطورِ صفتِ عالیہ کے بیان کیا ہے۔

(۵) اے مغیث، اے غوث، اے غیث، اے غیاث نشأتین  
اے غنی، اے معنی، اے صاحب حیا امداد کن  
اس شعر میں ● مغیث ● غوث ● غیث ● غیاث ● غنی ● معنی ● صاحب حیا کا  
استعمال بطورِ صنعت اور مدحِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل  
حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے  
اس شعر میں ● اصالت کل یعنی کائنات کی اصلیت یعنی باعثِ تخلیق ● امامت کل  
● سیادت کل ● امارت کل یعنی سرداری، دولت مندی ● حکومت کل اور ● ولایت کل  
کے اوصاف کا ایک نہایت ہی دلکش انداز میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۷) تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک  
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے  
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے کمال وضاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرتے ہوئے  
● چمک ● دمک ● جھلک ● مہک ● زمین و فلک ● سماک و سمک اور ● سکہ نشاں کے  
الفاظ نظم کئے ہیں۔

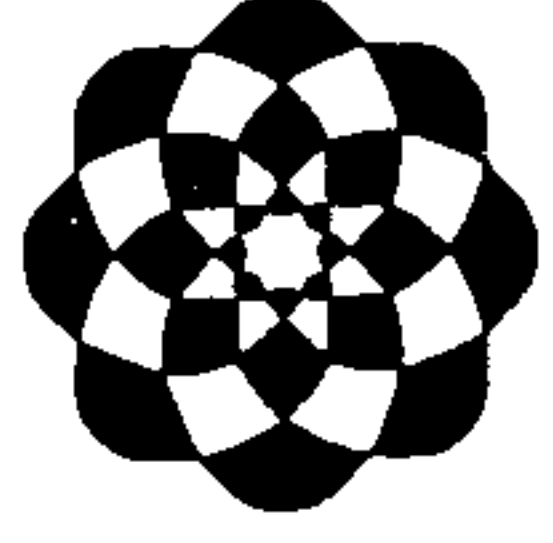
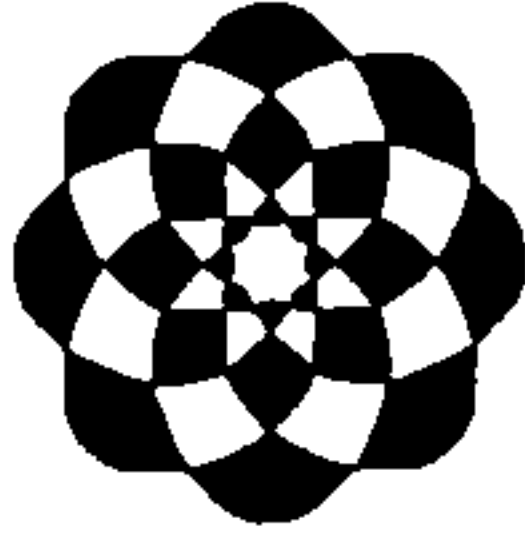
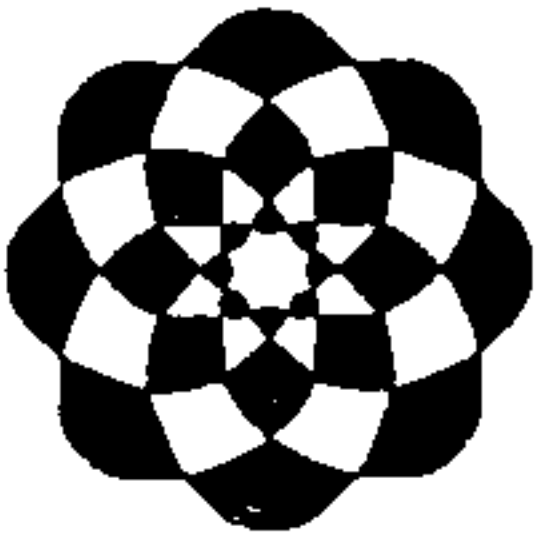
(۸) وہی جلوہ شہرِ بشہر ہے، وہی اصل عالم و دہر ہے  
وہی بحر ہے، وہی لہر ہے، وہی پاٹ ہے، وہی دھار ہے  
اس شعر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ عظیمہ کا بیان کرتے  
ہوئے حضرت رضا نے جلوہ ● اصل عالم ● اصل دہر ● بحر، لہر ● پاٹ اور دھار کا استعمال

فرمایا ہے۔

(۹) کل سے اعلیٰ، کل سے اولیٰ، کل کی جان

کل کے آقا، کل کے ہادی، کل کی شان

اس شعر میں یہ کمال ہے کہ شعر کے دونوں امصار کا ہر لفظ و جملہ بطور صفت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعمال ہوا ہے۔ تنسیق الصفات میں ایسا بھرپور از صفت شعر دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام میں خوردبین سے دیکھنے پر بھی نہیں ملے گا۔ حضرت رضا بریلوی کے اشعار میں پیش شدہ امثال صفت میں اور دیگر شعراء کے اشعار میں مذکور صفات میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ حضرت رضا کے مذکورہ اشعار میں کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ وہ الفاظ کسی شاعر کے پورے دیوان میں نہیں پائے جاتے۔ حضرت رضا بریلوی اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کے مابین قارئین تقابل و توازن کریں گے، تو بلا شک و شبہ حضرت رضا کے اشعار ستاروں کی انجمن میں آفتاب و مہتاب کی حیثیت سے حاوی اور مسلط محسوس ہوں گے۔



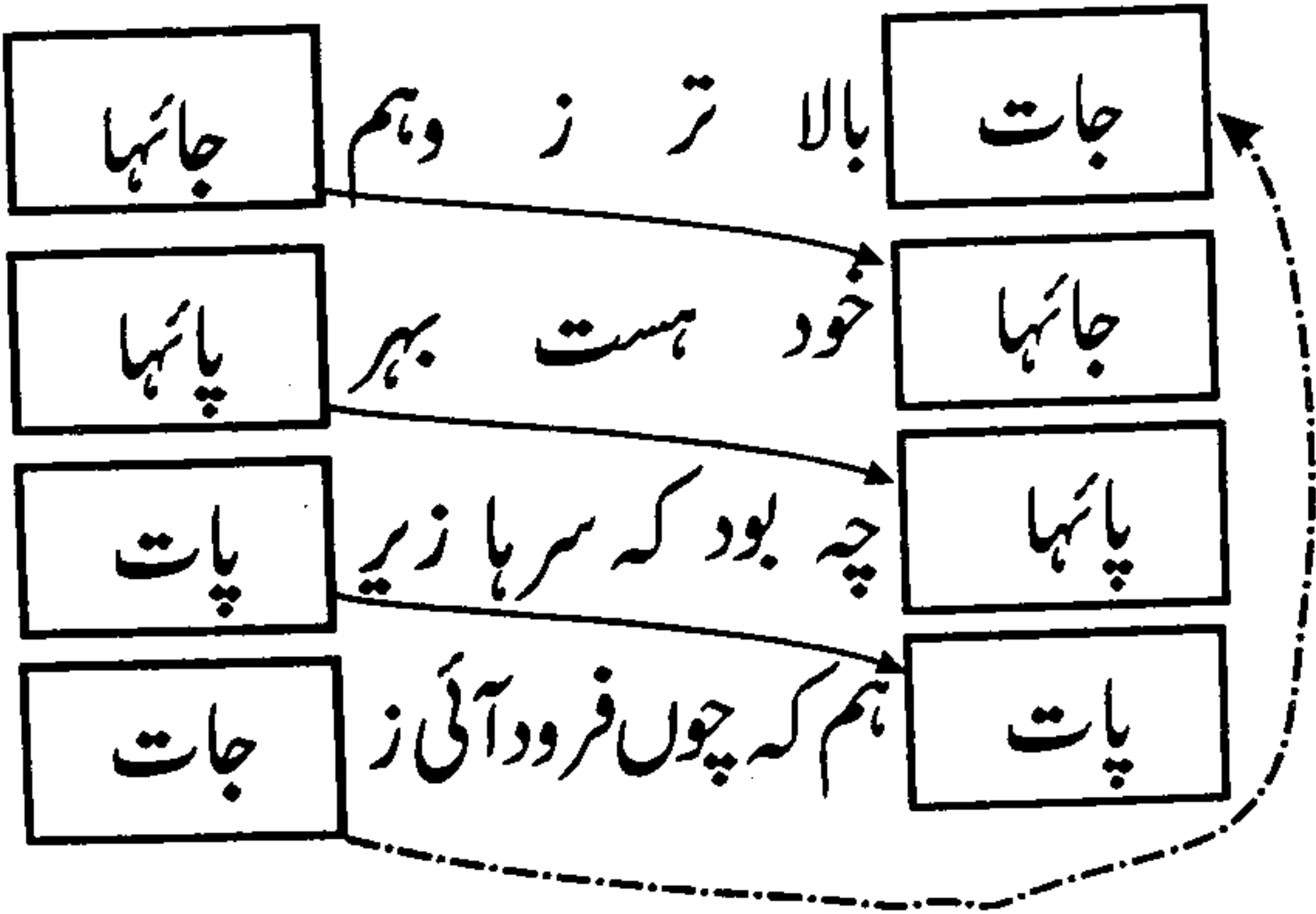
## (۲۹) "صَنَعَتْ اِتِّهَال تَرْبِيعِي"

ایسے چار مصرعوں کا مجموعہ کہ ہر مصرعہ کا آخری کلمہ اس کے بعد والے مصرعہ کا ابتدائی کلمہ ہو۔

[ Continuity of last word of hemistich ]

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے سے اچھے شعراء بھی اس میں طبع آزمائی کا تصور تک نہیں کرتے۔ اردو ادب کے تقریباً تمام شعراء کے دیوان اس صنعت سے خالی ہیں بلکہ فارسی زبان کے شعراء کے کلام میں بھی یہ صنعت بہت کم پائی جاتی ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی پر ان کے کریم آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فیض و کرم تھا کہ آپ نے مشکل سے مشکل صنعت میں بھی اپنی قادر الکلامی ثبوت فرمادی ہے۔

☆ حضرت رضا بریلوی کا ایک بند پیش ہے:-



مذکورہ چار مصرعوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں:-



- پہلا مصرعہ لفظ ”جاہا“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”جاہا“ سے دوسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
  - دوسرا مصرعہ لفظ ”پاہا“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”پاہا“ سے تیسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
  - تیسرا مصرعہ لفظ ”پات“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”پات“ سے چوتھا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
  - چوتھا مصرعہ لفظ ”جات“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”جات“ سے پہلا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
- مذکورہ بند بزبان فارسی نظم فرمودہ ہے۔ جو ”حدائق بخشش“ ناشر: - رضا اکیڈمی، ممبئی، جلد دوم، صفحہ ۲۵ پر درج ہے۔

## (۳۰) ”صَنَعَتِ مَقْلُوبِ مُسْتَوِي“

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس لفظ کو الٹا کر کے پڑھا جائے، تو بھی وہ سیدھی طرح رہتا ہے۔ یعنی سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے۔ مثلاً شاباش۔ (فیروز

[ Inverted words in ode ] (ص ۱۲۷۵)

○ مرزا غالب کا شعر ہے:- پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا

یوں ہو تو چارہ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو

اس شعر میں لفظ ”درد“ کو الٹا کر پڑھیں گے، تو بھی وہ لفظ ”درد“ ہی پڑھا جائیگا۔

○ فانی بدایونی کا شعر ہے:- عشق نے دل میں جگہ کی تو قضا بھی آئی

درد دنیا میں جب آیا تو دوا بھی آئی

اس شعر میں لفظ ”درد“ کا استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کو الٹا یا سیدھا جس طرح بھی

پڑھیں گے، یکساں ہے۔

○ حکیم بدایونی کا شعر ہے:- احساس کی شمعیں جلتی تھیں جب ناز و ادا کی محفل میں

رکھا تھا قدم مدہوشی نے جب ہوش و خرد کی منزل میں

اس شعر میں جو لفظ ”ادا“ ہے، وہ سیدھا یا الٹا کسی طرح سے پڑھا جائیگا ”ادا“ ہی

پڑھا جائیگا۔

☆ اصغر گوٹروی کا شعر ہے:-

رہی نہ وصل کی لذت نہ ہجر کی کلفت

دوائے درد نہ اب درد بے دوا باقی

اس شعر میں جو لفظ ”درد“ ہے، وہ سیدھایا الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا جائے گا۔

☆ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:-

زخم کو مرہم دل، درد کو درماں سمجھا

چارہ گر خوب علاج غم پنہاں سمجھا

اس شعر میں مستعمل لفظ ”درد“ کو صنعت مقلوب مستوی کے تحت شمار کیا جائیگا۔

☆ غلام ربانی تاباں کا شعر ہے:-

رنج شکست بھی ہے، غرور شکست بھی ہے

اس زندگی کو درد کہوں یا اثر کہوں

اس شعر میں الٹا اور سیدھا دونوں طرف سے یکساں پڑھے جانے والے لفظ ”درد“ کا

استعمال کیا گیا ہے۔ صنعت مقلوب مستوی میں اکثر شعراء کے کلام میں زیادہ تر لفظ ”درد“

کا استعمال ہوا ہے۔ اس صنعت کے الفاظ اردو لغت میں بھی بہت محدود تعداد میں ہیں لہذا

الفاظ کی جدت کا حسن اس صنعت میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت رفقا کے نعتیہ کلام

میں نئے نئے الفاظ کے ساتھ کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار قارئین

کرام کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

☆ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رنجیم

الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

اس شعر میں لفظ ”دُزد“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ سیدھایا الٹا یکساں ہی پڑھا

جائیگا۔ لفظ ”دُزد“ کے لغوی معنی چوری کرنے والا ہے (فیروز اللغات، ص ۶۲۵) اس شعر

میں دُزد سے مراد شیطان ہے۔

(۲) اب تو ہے گریہ خوں گوہر دامنِ عرب

جس میں دو لعل تھے، زہرا کے وہ تھی کان عرب  
اس شعر میں جو لفظ ”لعل“ ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا  
جائے گا۔

(۳) زبانِ خار کس کس درد سے اُن کو سناتی ہے  
تڑپنا دشتِ طیبہ میں جگر افکارِ فرقت کا  
اس شعر میں لفظ ”درد“ ہے۔ وہ سیدھا یا الٹا جس طرح بھی پڑھو ”درد“ ہی پڑھا جائے گا۔

(۴) دل عبثِ خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے  
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا  
اس شعر میں مستعمل لفظ ”اڑا“ کو صنعتِ مقلوبِ مستوی کے تحت شمار کیا جائے گا۔  
(۵) ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن پر، جن کو ملتا نہیں کوئی یاور  
ہر طرف سے وہ پُرا ماں پھر کر اُن کے دامن میں چھپا کرتے ہیں  
اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ ”ٹوٹ“ ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں میں  
یکساں پڑھا جائے گا۔

(۶) دید گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر  
ہمصفیرو ہمیں پھر سوئے نفس جانے دو  
اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ ”دید“ ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طرح پڑھنے میں  
یکساں ہے۔

(۷) حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں  
مردود یہ مراد کس آیتِ خبر کی ہے  
اس شعر میں لفظ ”داد“ سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے گا۔

(۸) بابِ عطا تو یہ ہے جو بہکا ادھر ادھر  
کیسی خرابی اس نگھرے در بدر کی ہے

اس شعر میں لفظ ”باب“ ہے، وہ سیدھا اور الفاظ دونوں طریقوں میں یکساں پڑھا جائے گا۔

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ میں صنعتِ مقلوبِ مستوی کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف آٹھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے۔ ان تمام اشعار میں صنعتِ مقلوبِ مستوی کے تحت ● دُزد ● لعل ● درد ● اڑا ● ٹوٹ ● دید ● داد اور ● باب کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی جدتِ الفاظ کے میدان میں جولانی کرتے ہوئے دنیائے اردو ادب کے شہسوار کی حیثیت سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں۔ الفاظ کی جدت کے ساتھ ساتھ شعر کی روانی، مضمون کی عمدگی، اور عشق کا سوز و گداز اشعار کے محاسن میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ حضرت رضا کا کلام بہا۔ئے اردو ادب کے شعراء کو ایک نئی راہ دکھا رہا ہے۔ بلکہ دعویٰ اور دلیل کے شواہد سے ثابت کر رہا ہے کہ شعر و ادب کے حُسن اور رنگینی کے لئے عشقِ مجازی کے بجائے عشقِ حقیقی میں نظم کیئے گئے اشعار میں زیادہ رنگت اور نکھار لایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے لازمی ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صداقت اور خلوص پر مبنی ہو۔

## (۳۱) ”صَنَعَتِ مَقْلُوبِ كُلِّ“

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس کو بالترتیب الفا دیں تو با معنی لفظ بن جائے۔ مثلاً مان کو الٹا دیا تو ”نام“ بنا۔ اناج کو الٹا دیا تو ”جانا“ بنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)۔

● غلامِ ربانی تاہاں کا شعر ہے:- یہ اتفاقِ زمانہ ہے، اس کا رونا کیا ملا ملا کوئی دل کا مزاج داں نہ ملا

اس شعر میں جو لفظ ”ملا“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”الم“ یعنی رنج، غم، بنتا ہے۔

● جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- ساقی ہے، شراب ہے، سبُو ہے

اول وہ بڑھے جو با وضو ہے

اس شعر میں جو لفظ ”شراب“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”بارش“ بنتا ہے۔

☆ کلیل بدایونی کا شعر ہے:- غمِ عاشقی سے کہہ دو رہِ عام تک نہ پہنچے

مجھے خوف ہے یہ تہمت مرے نام تک نہ پہنچے

اس شعر میں جو لفظ ”نام“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”مان“ (عزت) بنتا ہے۔

☆ فانی بدایونی کا شعر ہے:- کچھ نظر کہہ گئی، زبان نہ کھلی

بات اُن سے ہوئی مگر نہ ہوئی

اس شعر میں جو لفظ ”بات“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”تاب“ (چمک) بنتا ہے۔

☆ مرزا غالب کا شعر ہے:- چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیرا، من

ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

اس شعر میں جو لفظ ”جیب“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”بیج“ (اصل، نطفہ) بنتا

ہے۔

☆ اصغر گوٹروی کا شعر ہے:- توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں میں نے

اُس نے اب تک نہ دکھایا رُخِ زیبا مجھ کو

اس شعر میں جو لفظ ”رخ“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”خر“ (گدھا) بنتا ہے۔

☆ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:- کھلونا تو نہایت شوخ و رنگیں ہے تمدن کا

مُعرف میں بھی ہوں لیکن کھلونا پھر کھلونا ہے

اس شعر میں جو لفظ ”شوخ“ (شریر) ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”خوش“ بنتا ہے۔

☆ جاں نثار اختر کا شعر ہے:- روشِ روش پہ جو کانٹے مہک اٹھے بھی تو کیا

چمن سے دور گلابوں کا قافلہ تو رہا

اس شعر میں لفظ ”روش“ (باغ کی پڑوی) کو الٹا دینے سے لفظ ”شوز“ (دھوم) بنتا ہے۔

☆ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- سب قتل ہو کے تیرے مقابل سے آئے ہیں

ہم لوگ سرخ رو ہیں کہ منزل سے آنے ہیں

اس شعر میں جو لفظ ”لوگ“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”گول“ (دائرہ) بنتا ہے۔  
 صنعتِ مقلوبِ کل میں ہم نے اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء کے چند اشعار مثال  
 میں پیش کئے ہیں۔ ناظرین کرام معائنہ سے محظوظ ہوئے ہوں گے۔ حضرت رضا بریلوی  
 علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں  
 کہ جن کو شمار کرنا بہت ہی مشکل مرحلہ ہے اور بطور مثال ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا امر  
 محال ہے۔ لہذا ہم چند اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔ ذیل میں چند اشعار پیش خدمت ہیں:-  
 ☆ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:-

(۱) فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اس شعر میں لفظ ● ”فرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرف“ (بزرگی) بنتا ہے

● ”کیا“ کو الٹا دینے سے ”ایک“ بنتا ہے۔ ● ”عرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرع“

(مذہب) بنتا ہے۔

(۲) نہ روح امیں، نہ عرش بریں، نہ لوح مبیں، کوئی بھی کہیں

خبر ہی نہیں، جو رمزیں کھلیں، ازل کی نہاں تمہارے لئے

اس شعر میں لفظ ● ”روح“ کو الٹا دینے سے لفظ ”حور“ بنتا ہے۔ ● ”امیں“ کو الٹا

دینے سے لفظ ”نیما“ (آدھا) بنتا ہے۔ ● ”عرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرع“ بنتا ہے۔

● ”لوح“ کو الٹا دینے سے لفظ ”حول“ (ارد-گرد) بنتا ہے۔

(۳) نزع میں، گور میں، میزاں پہ، سر پل پہ کہیں

نہ چھٹے ہاتھ سے دامان معلیٰ تیرا

اس شعر میں لفظ ● ”گور“ کو الٹا دینے سے لفظ ”روگ“ (بیماری) بنتا ہے ● ”میں“

کو الٹا دینے سے لفظ ”نیم“ (آدھا) بنتا ہے۔ ● ”سر“ کو الٹا دینے سے لفظ ”رس“

(عرق) بنتا ہے اور ● ”پل“ کو الٹا دینے سے لفظ ”پ“ (مٹھی) بنتا ہے۔



(۴) ہے کلام الہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نور فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

اس شعر میں لفظ ● ”کلام“ کو الٹا دینے سے لفظ ”مالک“ بنتا ہے۔ ● لفظ ”مین“ کو

الٹا دینے سے لفظ ”نیم“ (نصف) بنتا ہے۔ ● لفظ ”کی“ کو الٹا دینے سے لفظ ”یک“

(ایک) بنتا ہے۔ ● لفظ ”تار“ (اندھیری) کو الٹا دینے سے لفظ ”رات“ بنتا ہے ● لفظ

”راز“ کو الٹا دینے سے لفظ ”زار“ (نالہ و فریاد) بنتا ہے۔

(۵) عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں نور ایڑیاں

عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں

اس شعر میں ● لفظ ”انور“ کو الٹا دینے سے لفظ ”رونا“ (نوحہ) بنتا ہے۔ ● لفظ

”عرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرع“ (شریعت) بنتا ہے۔ ● لفظ ”کی“ کو الٹا دینے سے

لفظ ”یک“ بنتا ہے۔ ● لفظ ”خوش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شوخ“ (شریر) بنتا ہے۔ ● لفظ

” تر “ کو الٹا دینے سے لفظ ”رت“ (موسم) بنتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت مقلوب کل کے بہت

سارے اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف پانچ اشعار قارئین کرام کی خاطر داری کے

لئے پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کا تقابلی جائزہ لینے سے

ایک بات یہ سامنے آئے گی کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک شعر میں اس

صنعت کے کئی کئی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں یہ خوبی نہیں۔ اس

صنعت میں بھی حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیگر شعراء پر فوقیت و سبقت لے گئے ہیں۔

## (۳۲) "صنعتِ حُسنِ طلب"

لطیف اشارہ کر کے کوئی چیز مانگنا۔ مانگنے کا اچھا طریقہ (فیروز اللغات، ص ۵۶۹) یعنی دل پسند طریقے سے کسی چیز کو کسی سے طلب کرنا۔

[ Nice way of asking ]

ہر مانگنے والا اپنے مطلوب سے اچھے طریقے سے مانگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اچھے طریقے سے مانگنے کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس کی التجا شرفِ قبولیت سے نوازی جائے اور اس کا مدعا حاصل ہو۔ سب مانگنے والوں نے کسی نہ کسی سے، کسی نہ کسی طریقے سے، بہت کچھ مانگا ہے۔ کسی نے خدائے تعالیٰ سے اور خدا کے محبوب سے مانگا ہے۔ تو کسی دل پھینک عاشق نے اپنے معشوق سے مانگا ہے۔ اور ہر مانگنے والے نے یہی کوشش کی ہے کہ اس کے مانگنے کا طریقہ اور انداز دلنشین ہو۔ اردو ادب کے صفِ اول کے کچھ شعراء کے چند اشعار پیش ہیں:-

❖ کلیل بدایونی کا شعر ہے:-  
گن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ  
رحمتوں کا حساب کون کرے

اس شعر میں شاعر نے خدائے تعالیٰ کی بیشمار رحمتوں کو سراہتے ہوئے گناہوں کی مغفرت طلب کی ہے۔

❖ قآنی بدایونی کا شعر ہے:-  
تیری قدرت کا نظارہ ہے، مرا عجز گناہ

تیری رحمت کا اشارہ ہے، ندامت میری

اس شعر میں شاعر نے اپنے عجز گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے ندامت سے خدا کی رحمت کی اُمید کا اظہار کیا ہے۔

❖ مرزا غالب کا شعر ہے:-  
آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد  
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

اس شعر میں شاعر نے حسابِ گناہ سے معافی عطا کرنے کی بارگاہِ الہی میں استدعا کی ہے۔

◉ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- شرمِ گنہ سے بڑھ کر ہے عفوِ گنہ کی شرم

یارب! کہاں میں جاؤں یہ نشتر لئے ہوئے  
اس شعر میں شاعر نے ارتکابِ گناہ کی شرم اور گناہوں کے بدلے عفو کی عنایت سے تادم ہونا بتایا ہے۔

مذکورہ اشعار میں خالق کائنات، رب العالمین کی جناب میں حُسنِ طلب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اب چند اشعار معشوقہ اور محبوبہ کے ساتھ حُسنِ طلب کے پیش ہیں:-

◉ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:- تجھ کو اپنے لبِ گلرنگ کی خوشبو کی قسم

شامِ ہجراں کی ہواؤں کو معطر کر دے  
اس شعر میں شاعر نے ہجر کی شام کو خوشبودار بنانے کے لئے محبوبہ کے پھول جیسی رنگت والے ہونٹوں کی قسم اپنی محبوبہ کو دی ہے اور اپنی طلب کو ایک حسین انداز میں بیان کیا ہے۔

◉ امیر گوٹوی کا شعر ہے:- تبسم کی ادا سے زندگی بیدار ہو جائے

نظر سے چھیڑ دے، رگ رگ مری ہشیار ہو جائے  
اس شعر میں شاعر نے حسین طریقے سے اپنے محبوب سے مسکرانے کی اور نگاہِ التفات کی گزارش کی ہے۔

◉ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- بے دم ہوئے بیمار دوا کیوں نہیں دیتے

تم اچھے مسیحا ہو شفا کیوں نہیں دیتے  
اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کو مسیحا کے لقب سے نوازتے ہوئے مرض کی دوا اور شفا طلب کی ہے۔

صنعتِ حسنِ طلب میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بہت ہی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آپ نے بارگاہِ خدائے تعالیٰ اور بارگاہِ محبوبِ خدا میں جس انداز سے حسنِ طلب کا اظہار فرمایا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پہلے چند اشعار حضرت رضا کے بارگاہِ خداوندی میں حسنِ طلب کے پیش ہیں:-

❖ حضرت رضا بریلوی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں:-

(۱) نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا ÷ غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا  
جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے معاف ÷ جس میں تیرا کچھ خرچ نہیں دے موٹی  
راقم الحروف سے ایک کالج کے پروفیسر صاحب نے ایک مرتبہ شکیل بدایونی کا وہ شعر  
”گن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ ÷ رحمتوں کا حساب کون کرے“ سنایا اور کہا کہ شکیل صاحب  
کا طرز بیان اچھوتا اور بے مثل ہے۔ اس سے بہترین شعر میں نے نہیں پایا۔ ان پروفیسر  
صاحب کو راقم الحروف نے حضرت رضا بریلوی کی مذکورہ رباعی سنائی، تو وہ ٹپ اٹھے اور  
ایک کیف و سرور اُن پہ طاری ہو گیا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ حسنِ طلب میں حضرت  
رضا کے مقابلے میں شکیل صاحب کی حیثیت مقتدی کی ہے۔ حضرت رضا بلا شک و شبہ مقتدا  
نظر آتے ہیں۔

(۲) کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما

تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ایک صاحب اہل ادب سے تھے۔ وہ ہمیشہ مرزا غالب کا شعر ”آتا ہے داغ حسرت  
دل کا شمار یاد ÷ مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ“ گنگنایا کرتے تھے اور اس شعر  
کی غایت درجہ تعریف کیا کرتے تھے۔ انہوں نے غالب کے اس شعر کو اپنا وظیفہ بنا رکھا تھا۔  
راقم الحروف نے غالب صاحب کے اس شعر کے مقابلے میں حضرت رضا بریلوی کا مذکورہ  
شعر سنایا، تو وہ عیش عیش پکار اٹھے اور ایک وجدانی کیفیت میں مستغرق ہو گئے۔ حضرت رضا

کے اور مرزا غالب کے شعر کے الفاظ پر چند لمحات غور و فکر کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ سے گناہوں کا حساب نہ لینے کی التجا کرنے میں حضرت رضا کا انداز بیان غالب صاحب کے انداز سے اعلیٰ معیار کا، مؤدبانہ، عاجزانہ اور مہذبانہ ہے۔ اس کے بعد سے انہوں نے حضرت رضا کے مذکورہ شعر کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔

(۳) اپنی ستاری کا یا رب واسطہ

ہوں نہ رسوا برسرِ دربار ہم

اللہ تبارک و تعالیٰ کا صفاتی نام ”ستار“ ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپانے والا اور ڈھانپنے والا۔ (فیروز اللغات، ص ۷۷۸)۔ حضرت رضا نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے اور عیب پوشی کے کرم سے بہرہ مند ہونے کے لئے خدائے تعالیٰ کو اس کی شان ستاری کا واسطہ دیا ہے۔ گویا کہ موصوف کو صفت سے متصف کیا ہے۔ ایک اچھوتے انداز میں بارگاہ خداوندی میں التجا کی گئی ہے۔

(۴) تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا، ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا

مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم

عشق مجازی میں اصغر گونڈوی کا اپنے شعر میں اپنی محبوبہ کو اس کے لب گل رنگ کی قسم دے کر یہ کہنا کہ ”تجھے اپنے لب گل رنگ کی خوشبو کی قسم“ اور اس قسم کے ذریعہ شام ہجران کی ہواؤں کو خوشبودار کرنے کی گزارش کرنا محض شاعرانہ تخیل ہے۔ لیکن حضرت رضا کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس جلوہ دیکھنے کی استدعاء کرتے ہوئے رب تبارک و تعالیٰ سے ”تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم“ عرض کرنا جذبہ عشق صادق کی صداقت کی عکاسی کرتا ہے۔

(۵) ہم یہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں

سایہ افکن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

میدانِ محشر کی دھوپ سے بچنے کے لئے اللہ کے پیارے کے پیارے گیسو کا سایہ کرم حاصل ہونے کی یہ دعا حسنِ طلب کی صنعت میں اپنی مثال آپ ہے۔

(۶) ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے، تو ہوئے ہم تیرے

اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے

کتنا دلکش اندازِ بیان ہے۔ کتنے حسین طریقے سے اپنی طلب کا بارگاہِ خداوندی میں اظہار کیا گیا ہے اور نسبت کا کیسا بہترین تعلق عرض کیا گیا ہے۔ ہم حضور اقدس کے غلام ہونے کے ناطے حضور کے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے ناطے اللہ کے، لہذا اس نسبت سے ہم بھی اللہ کے ہوئے اور اللہ کے ہونے کے لئے اس سے بڑھ کر کونسا وسیلہ ہے؟

یہاں تک بارگاہِ الہی میں حُسنِ طلب کے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ناظرین کی خدمت میں پیش کیئے گئے۔ اب چند اشعار بارگاہِ رسالت میں حُسنِ طلب کے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان سے پیش خدمت ہیں:-

(۷) سرکار ہم کینوں کے اطوار پر نہ جائیں

آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت رضا عرض کرتے ہیں کہ حضور! ہمارے طور طریقے اور ہمارے کردار کونہ دیکھیں بلکہ آپ اپنی شانِ کبریٰ سے اپنے کرم کو دیکھتے ہوئے ہم کینوں پر کرم فرمائیں۔

(۸) ہے یہ اُمیدِ رضا کو تری رحمت سے شہا

نہ ہو زندانی دوزخ ترا بندہ ہو کر

یا رسول اللہ! میں آپ کا غلام ہوں اور آپ کا غلام ہونے کے ناطے مجھے دوزخ کی قید نہ ہوگی، یہی اُمیدِ مجھ کو آپ کی رحمت سے ہے۔



(۹) میرے عیسیٰ ترے صدقے جاؤں

طور بے طور ہیں بیماروں کے  
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو  
”میرے عیسیٰ“ کے محبت آمیز لقب سے پکارتے ہوئے بے طور بیمار پر کرم نوازی فرمانے کی  
حسرت طلب کے تحت التجا کرتے ہیں۔

(۱۰) مجرم بلائے آئے ہیں جَا\_\_\_\_\_اُوک ہے نواہ

پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اپنا سوال شرف قبولیت سے نوازا جائے اور رد نہ ہو، اس طلب میں حضرت رضا  
قرآن مجید کی آیت **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ** کی طرف اشارہ کرتے  
ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم فرمان الہی کے تحت آپ کے دربار میں مجرمانہ حیثیت سے  
حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے حضور بلائے گئے ہیں اور کوئی بھی کرم نوازا آقا اپنے در پر کسی  
کو بلا کر پھر اس کا سوال رد نہیں کرتا۔ لہذا یا رسول اللہ آپ اپنی شان کریمی سے ہمارا سوال  
پورا فرمائیں۔ اب چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

(۱۱) یا نبی جس کی اماں چاہے رضائے خستہ

تیرے دامن کے سوا اور ہے دامن کس کا

(۱۲) کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(۱۳) دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر

دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

(۱۴) تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری

جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

(۱۵) ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم

ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

(۱۶) مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ ”لا“ ہے، نہ حاجت اگر کی ہے

(۱۷) بد ہیں تو آپ کے ہیں، بھلے ہیں تو آپ کے

ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے، رُخ کدھر کریں

(۱۸) خلق کے حاکم ہو تم، رزق کے قاسم ہو تم

تم سے ملا جو ملا، تم پہ کروڑوں درود

(۱۹) منلتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی

دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

(۲۰) نبی رحمت، شفیع اُمت، رضا یہ اللہ ہو عنایت

تے بھی اُن خلعتوں سے حصہ، جو خاص رحمت کے واں بنے تھے

صنعت حسنِ طالب میں حضرت رضّا نے وہ حُسن پیدا کیا ہے کہ جس کی وجہ سے فن

و ادب کا حُسن بھی وہ چند ہو گیا ہے۔ بطور مثال چند اشعار ہم نے پیش کئے ہیں۔ اہل

ذوق حضرات ”حدائقِ بخشش“ کی طرف رجوع فرمائیں تاکہ مزید اشعار سے لطف

اندوز ہوں۔

## (۳۳) 'صنعتِ ترجیع بند'

شاعر کا چند ایسے بند نظم کرنا جو بحر میں موافق اور قافیہ میں مختلف ہوں اور وہ بند اس طرح نظم کرنا کہ ایک ہی بیت ہر بند کے آخر میں متواتر آئے اور ہر بند کے آخری شعر کے منعمون سے موافقت کرے۔ (فیروز اللغات، ص ۳۵۵)۔

صنعتِ ترجیع بند کی مثال میں اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کی تخلیق پیش کرنے کی غرض سے ہم نے کئی شعراء کے دیوان کی اوراقِ سردانی کی۔ لیکن معدودے چند کے علاوہ اکثر و بیشتر کے کلام اس صنعت سے محروم ہیں۔ قارئین کرام کو یہ بات ہوئی کہ اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء میں جن کا شمار ہوتا ہے وہ ● مرزا غالب ● فانی بدایونی ● جبر مراد آبادی ● فیض احمد فیض ● اصغر گونڈوی وغیرہ کے دیوان صنعتِ ترجیع بند سے آشنا ہیں۔ اور جن کے دیوان میں راقم الحروف نے ترجیع بند کو پایا اس میں بھی کلام ہے مگر وہ صنعتِ ترجیع بند کے شرائط پر مکمل نہیں۔

### ☆ شکیل بدایونی کے دیوان میں ترجیع بند کی مثال :-

(۱) چراغِ بزمِ تمنا بجھا نہیں سکتا ÷ میں بھول کر یہ قیامت اٹھا نہیں سکتا

نشاطِ راحت ہستی مٹا نہیں سکتا ÷ تمام عمر میں تجھ کو بھلا نہیں سکتا

تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

(۲) یہی تو باعثِ ضبطِ فغاں ہے میرے لئے ÷ یہی تو حاصلِ مہرِ رواں ہے میرے لئے

یہی تو زندگی جاوداں ہے میرے لئے ÷ یہی تو دولتِ کون و مکان ہے میرے لئے

تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

شکیل بدایونی کی یہ تخلیق سات بند پر مشتمل ہے اور ہر بند کے بعد "تیرا خیال مرے

دل سے جا نہیں سکتا" یہ ایک مصرعہ بار بار آتا ہے۔ حالانکہ صنعتِ ترجیع بند میں ہر بند کے

بعد ایک مصرعہ نہیں بلکہ ایک بیت آنا چاہئے اور بیت = ایک وزن کے دو مصرعے = شعر (فیروز اللغات، ص ۲۵۲)۔ مذکورہ نظم میں ہر بند کے بعد دو مصرعے آنے ضروری تھے لیکن صرف ایک مصرعہ ہی آیا ہے۔ اسی طرح شکیل بدایونی صاحب کی دوسری نظم جو ”کلیات شکیل“ میں ص ۱۳۰ پر ”بے خودی“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں ہر بند کے بعد ”مجھے کسی کا ڈر نہیں میں اپنی دُھن میں مُست ہوں“ والا صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ شکیل بدایونی کے دیوان میں صرف یہی دو نظمیں صنعت ترجیع بند کی پائی جاتی ہیں لیکن دونوں کا حال یہ ہے کہ ہر بند کے بعد بجائے دو مصرعوں کے صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ دراصل یہ نظم مخمس ہے۔

### ☆ جوش ملیح آبادی کے دیوان میں ترجیع بند کی مثال :-

(۱) کیا جوانی ہے فضا میں، مر جا صد مر جا ÷ چل رہی ہے روح کو چھوتی ہوئی ٹھنڈی ہوا  
آ رہی ہے دور سے کافر پیسے کی صدا ÷ حُسن اٹھا ہے خاک سے انگڑائیاں لیتا ہوا  
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

(۲) آرزو میں ہے تلاطم، جوش ارمانوں میں ہے ÷ حسرتوں میں ولولے ہیں، تازگی جانوں میں ہے  
نوجوانی کا تبسم سرد میدانوں میں ہے ÷ روشنی ہے دشت میں، خوشبو بیابانوں میں ہے  
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

گیارہ بند پر مشتمل یہ نظم ”شعلہ اور شبنم“ (دیوان جوش ملیح آبادی، ص ۱۱۵۰) پر درج ہے۔ اس نظم میں ہر بند کے بعد ایک شعر (بیت یعنی دو مصرعوں) کے بجائے صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ جوش ملیح آبادی کے مذکورہ دیوان کے ص ۲۶، ص ۲۹ اور ص ۸۲ پر بھی ترجیع بند کی صنعت میں ایک ایک نظم پائی جاتی ہے لیکن ان تینوں میں بھی ہر بند کے بعد صرف ایک مصرعہ ہی ہے۔

### ☆ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں ترجیع بند کی مثال :-

(۱) یہ وہ درگہ ہے کہ جرم آئے تو غفراں ہو جائے ÷ اتقا شوقِ شفاعت میں گنہ یار ہو جائے  
نار بھی آئے تو نور چمنستاں ہو جائے ÷ غازدِ روئے سحر شامِ غریباں ہو جائے

بے ادب پامنہ این جا کہ عجب درگاہ ست  
 سجدہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہ ست  
 (۲) ہمہ تن قطب ہوں افلاک نہ کھائیں چکر ÷ موج دریا نہ بڑھے نوح کا طوفاں ہو کر  
 پاؤں پھولوں پہ ادب سے نہ رکھے بادِ سحر ÷ گرچہ این بارگہ رحمت عام ست مگر  
 بے ادب پامنہ این جا کہ عجب درگاہ ست  
 سجدہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہ ست  
 (حدائق بخشش، حصہ ۳، ص ۲۹)

### ❖ کلامِ رضا میں ترجیع بند کی دوسری مثال :-

(۱) غنچہ دل ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آہ ÷ آنکھ کو دل سے ہی تھا شوقِ نظارہ بخدا  
 بلبل زار کو اک دم بھی نہ خوش گزرا تھا ÷ کہ ہوا پھر گئی، گلزاری موسمِ بہار  
 حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد  
 روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد  
 (۲) کس قدر تیز گئی تیری سواری اے ماہ ÷ حسرتیں دل کی رہیں دل ہی میں واللہ باللہ  
 پھر کے اے گل نہ کی اس شیفۃ پر تو نے نگاہ ÷ تیرا بلبل یہی کہتا رہا بانالہ و آہ  
 حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد  
 روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد  
 صنعتِ ترجیع بند میں حضرت رضا کے اشعار تمام شرائط اور ضوابط پر کامل طور پر پورے  
 ہیں۔ علاوہ ازیں اشعار میں الفاظ کی بندش، عنوان کا طرز بیان، ماحول کی منظر کشی، اور عشق  
 کا والہانہ جذبہ اشعار کے معیار کی بلندی کی گواہی دے رہے ہیں۔

## (۳۴) "صنعتِ مسطّ"

وہ نظم جس کے ہر شعر میں تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوں۔ اس نظم میں تین سے لے کر دس اشعار ہوں اور ان تمام اشعار میں کئی جگہ ایک قسم کا قافیہ ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۴)۔

صنعتِ مسطّ عموماً لمبی بحر کے اشعار میں ہوتی ہے۔ شاعر اپنی لمبی بحر کی کئی نظموں میں سے ایک دو نظمیں اس صنعت میں نظم کرتا ہے۔ اس صنعت میں نظم کہنا شاعر اپنے لئے باعثِ فخر جانتا ہے اور اس صنعت سے شاعر کے علم کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

☆ جگر مراد آبادی کی ایک غزلِ صنعتِ مسطّ میں :-

(۱) کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر، کبھی غنچہ و گل و خار پر

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں، مرا حق ہے فصلِ بہار پر

(۲) مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں، گریں لاکھ بار یہ بجلیاں

مری سلطنت یہی آشیاں، مری ملکیت یہی چار پر

(۳) مری سمت سے اے صبا، یہ پیامِ آخرِ عم سنا

ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا، کہ خزاں ہے اپنی بہار پر

شعر نمبر ۱ مطلع ہے۔ شعر نمبر ۲ میں دھمکیاں، بجلیاں، اور آشیاں تین ہم قافیہ الفاظ ہیں اور شعر کے تین ٹکڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح شعر نمبر ۳ میں بھی شعر کے تین ٹکڑے صبا، سنا اور جا ہم قافیہ الفاظ کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ جگر مراد آبادی کی مذکورہ غزل کل نو ۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ لیکن اس غزل کے شعر نمبر ۳ اور نمبر ۵ میں صنعتِ مسطّ کا التزام نہیں ہے۔

☆ جگر مراد آبادی کی دیگر غزلِ صنعتِ مسطّ میں :-

(۱) وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سارے ہیں

یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، وہ آرہے ہیں، وہ جارہے ہیں



(۲) شراب آنکھوں سے ڈھل رہی ہے، نظرت مستی اہل رہی ہے

چھلک رہی ہے، اچھل رہی ہے، پیے ہوئے ہیں پلا رہے ہیں

(۳) یہ مست بلبل بہک رہی ہے، قریب عارض چمک رہی ہے

گلوں کی چھاتی دھڑک رہی ہے، وہ دست رنگیں بڑھارتے ہیں

جگر مراد آبادی کی یہ غزل بین<sup>۱۲</sup> اشعار پر مشتمل ہے لیکن اس غزل کے صفحہ نو<sup>۹</sup> ہی

اشعار میں صنعتِ مستط کے قواعد و ضوابط کا التزام پایا جاتا ہے۔

مذکورہ دو غزلوں کے علاوہ جگر مراد آبادی کی صنعتِ مستط میں ایک غزل ان کے

دیوان ”شعلہ طور“ کے صفحہ نمبر ۳۶ پر ہے لیکن اس غزل کے تیرہ<sup>۱۳</sup> اشعار میں سے چار اشعار

میں مذکورہ صنعت پائی جاتی ہے۔ جگر مراد آبادی کے دیوان میں لے لے کر یہی تین غزلیں

صنعتِ مستط میں پائی جاتی ہیں۔

☆ مرزا غالب کے دیوان میں اس صنعت میں ایک غزل بھی نہیں پائی جاتی۔

☆ فانی بدایونی، فیض احمد فیض، اصغر گوٹروی، جوش ملیح آبادی اور علامہ ربانی تاجاں کے کلام

میں بھی یہ صنعت مفقود ہے۔ البتہ:-

☆ شکیل بدایونی کے دیوان میں اس صنعت کی ایک غزل ”کلیاتِ ثلثیں“ ص ۱۲۸، پر

پائی جاتی ہے لیکن اس کا عنوان اور بیان عنوان دلکش نہیں اور نہ ہی اس کے اشعار

میں الفاظ کی ندرت ہے، نہ کوئی فصاحت و بلاغت ہے۔ جموں پڑی، کوٹھے، طوائف کے،

گھر، پڑوسی، کمینہ، مگار، ظالم، لیڈر، جتنا (پبلک)، دال، مرغی، جو، ستہ جیسے روزمرہ کے

عوامی مستعمل الفاظ سے ہی پوری غزل اہل رہی ہے۔ ادب کا اعلیٰ معیار یا مضمون کی

عمدگی نہیں پائی جاتی۔

صنعتِ مستط میں جب ہم حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے انیہ دیوان

کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعتِ مستط در رضا کی کنیر، حیثیت

سے قلم رضا کی جنبش کے اشارے پر مطیع اور فرمانبردار ہو کر حاضر خدمت ہے۔ اس صنعت

میں حضرت رضا کے کلام میں اتنی کثرت پائی جاتی ہے کہ عقلیں دنگ ہیں، گمان چرخ میں ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں:-

❖ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں:-

ایک نعت صنعت مسقط میں ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت کے ہر شعر میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر میں تین تین ہم قافیہ ٹکڑے ہیں۔ اس نعت شریف کا مطلع یہ ہے:-

(۱) وصفِ رخ اُن کا کیا کرتے ہیں، شرح و الشمس وضیٰ کرتے ہیں  
اُن کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں، جن کو محمود کہا کرتے ہیں  
مطلع کے بعد کے چند اشعار قارئین کی فرحتِ طبع کے لئے پیش خدمت ہیں:-

(۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم  
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ جدے میں گرا کرتے ہیں  
اس شعر میں عظیم، تعظیم اور تسلیم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے شعر کا حسن بڑھا رہے ہیں۔

(۳) تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے  
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں  
اس شعر میں پیارے، تارے اور پارے کے تین ہم قافیہ ٹکڑے زینتِ شعر بنے ہوئے ہیں۔

(۴) لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب  
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب، اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں  
اس شعر میں جناب، نایاب اور بیتاب کے قافیہ کے ساتھ تین جملے ہیں۔

(۵) اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام، سوئے ہیں اپنے انہیں کو سب کام  
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام، چارہ در در رضا کرتے ہیں  
اس شعر میں آرام، کام اور غلام کی قافیہ بندی کے ساتھ تین ٹکڑے شعر کے حسن

و جمال میں اضافہ کر رہے ہیں۔

اس نعت شریف کے تمام اشعار مذکورہ طور پر ہم قافیہ تین تین ٹکڑوں کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کی یہی ایک نعت شریف ہی صنعت مستط میں تمام شعراء اردو ادب کے کلام پر حاوی ہے۔

☆ حضرت رضا کا صنعت مستط میں عظیم شاہکار:-

صنعت مستط کی مثال میں اردو ادب کے شہرہ آفاق اور نامور شاعروں کے دیوان سے کوئی غزل پیش کرنے کے لئے ہم نے ان شاعروں کے دیوان کی گہری نظر سے اوراق گردانی کی تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم کسی صحرا میں میٹھے پانی کے چشمہ کی جستجو میں بھٹک رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے جگر مراد آبادی اور شکیل بدایونی کے کلام میں غیر تسلی بخش مثالیں نظر آئیں۔ صحرا میں سرد اور شیریں پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے کو جس طرح تلخ اور گولے پانی سے سبکدوش ہونا پڑتا ہے، اسی طرح ہم کو بھی ان غزلوں سے سبکدوش ہونا پڑا۔ لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس صنعت کی مثال نظم کی جستجو کی زحمت ہی نہ ہوئی۔ حضرت رضا کے کلام میں اس صنعت کی اتنی بہتات اور کثرت ہے کہ تلاش و جستجو کی حاجت نہیں۔ جس طرح شیریں اور شفاف پانی سے ٹھانٹھیں مارتے ہوئے دریا کے لب ساحل استادہ شخص کو پانی کی تلاش کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ پانی کی موجیں خود اچھل اچھل کر اس تک رساں ہوتی ہیں۔ اسی طرح حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانِ سمندرِ عشق کی موجیں صنعتِ مستط جیسی کئی صنعت کے گوہر شاداب کے ہمراہ خود پیش قدمی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان میں ایک نعت شریف صنعت مستط میں ۲۵ پچیس اشعار پر مشتمل ہے۔ وہ نعت پیش خدمت ہے:-

(۱) زمین و زماں تمہارے لئے، مکیں و مکاں تمہارے لئے

چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے

یہ شعر نعت کا پہلا شعر ہے لہذا مطلع کی رعایت کرتے ہوئے اس شعر میں زماں، مکاں، چناں اور جہاں چار ہم قافیہ ٹکڑوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس نعت کے چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیں:-

(۲) فرشتے خدم، رسول حشم، تمام اُمم، غلامِ کرم

وجود و عدم، حدوث و قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے

صنعتِ مسمط کے لحاظ سے اس شعر میں حشم، کرم اور قدم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے آنے ضروری تھے اور ان تین ٹکڑوں کے لیے تین قافیہ لازمی تھے لیکن حضرت رضآنے اس شعر میں تین قافیوں کے بجائے خدم، حشم، اُمم، کرم، عدم اور قدم کل چھ قافیے ایسے حسین انداز میں نظم فرمائے ہیں کہ کسی بھی شاعر کے کلام میں ایسا با معنی اور باوقار شعر نہیں پایا جاتا، ایسا لگتا ہے کہ حضرت رضا کو قافیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ قافیے چل چل کر ازخہ و کلک رضا پر شمار ہونے چلے آتے تھے۔

(۳) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل

حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے

اس شعر میں بجائے تین کے چھ قافیے استعمال کئے گئے ہیں

(۴) کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی

عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعتِ مسمط کے ہم قافیہ تین ٹکڑوں میں تین قافیوں کی ضرورت تھی لیکن حضرت رضا بریلوی نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین کے بجائے نجی، صفی، رضی، نبی، وصی، غنی اور علی کل سات قافیوں کا التزام فرما کر فن و ادب کے ماہرین کو ششدر کر دیا۔

(۵) جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں ڈلہن

سزائے محن یہ ایسے منن، یہ امن و اماں تمہارے لئے

اس شعر میں مستقل ہم وزن قافیہ کے علاوہ تین زائد قافیوں کی ضرورت تھی لیکن

حضرت رضائے تین کے بجائے چمن، چمن، سمن، سمن، پھبن، پھبن، دہن، دہن، مہن، مہن۔ کل  
 نو<sup>۹</sup> الفاظ ہم قافیہ استعمال فرما کر اپنی قادر الکلامی کا پرچم نصب فرما دیا ہے۔ مقطع پیش  
 خدمت ہے۔

(۶) صبا وہ چلے کہ بان پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے

لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعت مسقط کے لوازمات کے تحت مستقل قافیہ کے علاوہ تین مزید قافیے  
 درکار تھے لیکن حضرت رضائے تین کے بجائے چلے، پھلے، کھلے، بھلے، تلے، اور کھلے کل  
 چھ قافیے نظم فرما کر ملک سخن میں اپنی شاہانہ شان قائم فرمادی ہے۔

مختصر یہ کہ ۲۵ اشعار پر مشتمل اس نعت شریف میں غزل کے لوازمات کے تحت  
 مستقل طور پر آنے والے قافیوں کے علاوہ صنعت مسقط کے لوازمات کے تحت کل تینتر  
 (۷۵) زائد قافیوں کی ضرورت تھی۔ لیکن حضرت رضائے پوری نعت شریف میں بجائے  
 تینتر (۷۵) کے ایک سو پچاس (۱۵۰) قافیوں کا استعمال فرما کر دنیائے ادب کے  
 ناموروں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

☆ حضرت رضا کے کلام میں حیرت ہی حیرت :-

یہاں تک کی گفتگو میں صنعت مسقط میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو نعتوں  
 کا ذکر ہوا۔ ان میں سے ایک نعت ۱۷ اشعار پر اور دوسری نعت ۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔  
 علاوہ ازیں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ میں  
 صنعت مسقط میں ایک نعت ستائیس (۲۷) اشعار کی پائی جاتی ہے۔ اس نعت کے چند اشعار  
 ملاحظہ ہوں۔

(۱) نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے

عجب اس کے گل کی بہار ہے، کہ بہار بلبل زار ہے

مطلع کے اس شعر میں دو چار، ثار، بہار (بسنت)، بہار (خوشی) اور زار کل پانچ قافیوں کا استعمال ہوا ہے اور شعر کا ہر مصرعہ دو ٹکڑوں کا ہے۔ یعنی شعر چار ٹکڑوں سے مرکب ہے۔

(۲) یہ سمن، یہ سون و یامن، یہ بنفشہ سنبل و نستر

گل و سر و لالہ بھرا چمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے

اس شعر میں صنعتِ مستط کے تحت تین ہم قافیہ زائد الفاظ درکار تھے لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے تین زائد قافیوں کے سمن، سون، یامن، نستر اور چمن پانچ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے۔

(۳) یہ صبا سنک، وہ کلی چنک، یہ زباں چہک، لب جو چھلک

یہ مہک جھلک یہ چنک دمک، سب اسی کے دم کی بہار ہے

اس شعر میں لازمی تین زائد قوافی کے بجائے سنک، چنک، چہک، مہک، جھلک، چنک، اور دمک آٹھ زائد قوافی مستعمل کئے گئے ہیں۔

(۴) وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے، کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

کے چارہ جوئی کا وار ہے، کہ یہ وار، وار سے پار ہے

اس شعر میں مار، غار، وار (حوصلہ) وار (زخم) وار (بھرنا) اور پار، کل چھ ۶ قافیوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ ستائیس اشعار پر مشتمل اس نعت کا ہر شعر فن و ادب کا ایسا نمونہ ہے کہ جس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ اشعار میں الفاظ کا ربط، جملوں کی روانی، مضمون کی عمدگی، بیان کے انداز کی ندرت، اور کلمات کی جدت وغیرہ اوصاف و محاسن کے اظہار کے لئے کما حقہ موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ آئیے! مذکورہ تین نعت کے علاوہ حضرت رضا کی ایک بے مثال نعت دیکھیں:-

☆ فضل الہی کے بغیر ممکن ہی نہیں:-

مذکورہ تین نعتیں بزبان اردو ہیں۔ حالانکہ اردو زبان میں بھی صنعتِ مستط میں تخلیق



نظم میں اچھے اچھے شاعروں کے پسینے پھوٹ جانے ہیں لیکن حضرت رضا بریلوی عالیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ کمال ہے کہ آپ نے اپنی مشہور نعت جو صنعت تلمیح (ملمع مکشوف) میں ہے۔ اس چار زبان والی مشہور نعت میں بھی صنعت مسمط کا استعمال کیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے عربی، فارسی، ہندی (بھوجپوری) اور اردو چار زبانوں سے مرکب ایک نعت نظم فرمائی ہے۔ اس نعت کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ جس کا مطلع ہے:

(۱) لم یات نظیرک فی نظر، مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کوتاج تورے سرسو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اس نعت کے کل دس (۱۰) اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے تمام اشعار میں صنعت مسمط

پائی جاتی ہے۔ مثلاً:-

(۲) البحر علا والموج طغی، من بیکس وطوفاں ہو شربا

منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا

اس شعر میں ● طغی ● ہو شربا اور ● ہوا تین ٹکڑوں کے آخر میں مزید قافیہ کی

حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) انا فی عطش و سخاک اتم، اے گیسوئے پاک اے ابر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گرا جانا

اس شعر میں پہلے ٹکڑے کے آخر میں ”اتم“ دوسرے ٹکڑے کے آخر میں ”کرم“ اور

تیسرے ٹکڑے کے آخر میں ”رم جھم“ صنعت مسمط کے تحت تین مزید قافیوں کی حیثیت

سے ہیں۔

(۴) یا قافلتی زیدی اجلک، رے بر حسرت تشنہ لبک

مورا جیرا رے درک درک، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب ● اجلک ● لبک اور

● درک صنعت مسمط کے تحت مزید قافیہ کی حیثیت سے وارد ہوئے ہیں۔



حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر اللہ اور اللہ کے محبوب (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاص فضل و کرم تھا کہ آپ نے وہ علمی جوہر دکھائے ہیں جو عام طور پر کسب و تعلم سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ علم لدنی کے ذریعہ وہی ہوتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام صرف اردو زبان میں صنعت مستط میں خزاں رسیدہ معلوم ہوتے ہیں لیکن حضرت رضا کا کلام چاہے جس زبان میں ہو، بہار نو کے شاداب پھولوں کی طرح مہک رہا ہے۔ ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ چار زبانوں سے مشترک نظم میں صنعت مستط میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی بھی شاعر کی ایک غزل تو کیا بلکہ ایک شعر بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی مستقبل میں دور تک پایا جائے گا۔ جو شعراء عشق مجازی میں زیبا، نازیبا، روا، ناروا بلکہ شریعت کی سرحد کو پھلانگ کر آزادانہ تخیل کے اشعار کہہ گئے ہیں اور ان شعراء کو صف اول کے اردو شعراء میں شمار کرانے میں جن کے پاؤں زمین پر نہیں رہتے، ہم ان اہل ادب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ایک شاعر تو دکھلاؤ! جو ہر صنعت میں کمال مہارت کا دہنی ہو۔ مذہبی علوم اور عشق رسول کی حیثیت سے نہیں بلکہ اردو ادب اور فن شاعری کے اعتبار سے بھی حضرت رضا کا کوئی مد مقابل نظر نہیں آتا۔

☆ صنعت مستط میں حضرت رضا کی ایک اور نعت:-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صنعت مستزاد میں ایک حمد نظم فرمائی ہے۔ یہ حمد بھی ملک و بیرون ملک کے گوشے گوشے میں گونج رہی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا  
ہمیں بھیک مانگنے کو، تیرا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا  
اس حمد میں گل پندرہ اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے بقیہ چودہ اشعار میں صنعت مستط ایک دلکش انداز میں پائی جاتی ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:-

(۲) تمہیں حاکم برایا، تمہیں قاسم عطایا  
تمہیں دافع بلایا، تمہیں شافع خطایا  
کوئی تم سا کون آیا

اس شعر میں شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب ● برایا ● عطایا اور ● بلایا کے الفاظ صنعت مستط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) کبھی وہ تپک کہ آتش، کبھی وہ ٹپک کہ بارش  
کبھی وہ ہجوم نالش، کوئی جانے ابر چھایا بڑی کوششوں سے آیا  
اس شعر میں ● آتش، بارش اور ● نالش شروع کے تین ٹکڑوں میں بالترتیب زائد قافیہ کی حیثیت سے صنعت مستط کے تحت وارد ہوئے ہیں۔

(۴) کبھی وہ چپک کہ بلبل، کبھی وہ مہک کہ خود گل  
کبھی وہ لہک کہ بالکل، چمنِ جناں کھلایا گل قدس لہلہایا  
اس شعر میں ● بلبل ● گل اور ● بالکل صنعت مستط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں چپک، مہک اور لہک کی مزید قافیہ بندی نے شعر میں ندرت پیدا کر دی ہے۔

اس نعت کا ہر شعر عشق رسول میں ڈوبا ہوا اور قابل دید ہے۔ اس نعت کے دو اشعار میں تو صنعت مستط کے ساتھ صنعت مستزاد، صنعت اقتباس، صنعت تلمیح، صنعت حسن طلب، صنعت مقلوب، وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ ایک شعر میں اتنی کثیر تعداد میں صناعات کو جمع کر دینا اور شعر کے اوزان و ابجار کو برقرار رکھتے ہوئے شعر کے حسن کو دوبالا کرنا بازو پچہ اطفال نہیں اور نہ ہی یہ ہر کسی سے ممکن ہے۔ یہ تو حضرت رضا کا خاصہ اور کمال ہے کہ چھوٹی سی ڈبیا میں بڑا خزانہ بند کر دیا۔ ذالک فضل اللہ۔

### ☆ قصیدہ معراج میں صنعت مستط :-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ”تہنیت شادی اسرا“ کے نام سے قصیدہ معراج قلم بند فرمایا ہے۔ اس میں صنعت مستط کے تینتیس ۳۳ اشعار پائے جاتے ہیں چند اشعار پیش خدمت ہیں :-

بچا جو تلوؤں کا اُن کے دھوون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن

جنہوں نے دولہا کی پائی اُترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے  
 شعر کے پہلے تین ٹکڑے ● دھوون ● روغن اور ● اُترن کے زائد ہم قافیہ سے مزین ہیں۔  
 ■ نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنی اول آخر  
 کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے  
 شعر کے شروع کے تین ٹکڑے ● سر ● آخر اور ● حاضر کے زائد قافیوں کے ساتھ  
 نظم کئے گئے ہیں۔

■ ادھر سے پیہم تقاضے آنا، ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا  
 جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے  
 صفتِ مسمط کے تحت ● آنا ● بڑھانا اور ● تھا کے زائد قافیے شعر کے ابتدائی تین  
 ٹکڑوں میں ہیں۔

■ وہ برج بطحا کا ماہ پارہ، بہشت کی سیر کو سدھارا  
 چمک پہ تھا خلد کا ستارہ، کہ اس قمر کے قدم گئے تھے  
 اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں میں ہم قافیہ الفاظ ● پارہ ● سدھارا اور ● ستارہ  
 وارد ہیں۔

☆ صنعتِ مسمط میں حضرت رضا کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ سب کا تذکرہ  
 ممکن نہیں لہذا ان اشعار کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں:-

۱۳/ اشعار	■ ”پھر کے گلی گلی تباہ ٹھو کریں سب کی کھائے کیوں“ اس نعت میں
۵/ اشعار	■ ”ہے کلام الہی میں شمس وضحیٰ“
۶/ اشعار	■ ”بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر“
۶/ اشعار	■ ”رخ دن ہے یا مہر سماں“
۵/ اشعار	■ ”اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ“
۱۱/ اشعار	■ ”صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا“

■ ”کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود“ // // ۳۴ اشعار

مختصر یہ کہ حضرت رضانے تن تنہا صنعتِ مستط میں جتنے اشعار نظم فرمائے ہیں، اتنے اشعار اردو ادب کے نامور شاعروں کی ایک جماعت مجموعی طور پر بھی نظم نہیں کر سکی۔ راقم الحروف نے عجلت اور سرسری نظر سے حضرت رضا کے نعتیہ دیوان کا طائرانہ معائنہ کیا تو ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار صنعتِ مستط میں پائے۔ اگر بنظر عمیق کوئی ورق گردانی کرے تو یہ تعداد متجاوز ہو سکتی ہے۔ صرف ایک صنعت میں اتنی کثرت سے اشعار واقعی ایک انفرادی حیثیت اور قادر الکلامی کی بین دلیل ہے۔

## (۳۵) ”صَنْعَتِ عَزَلِ الشَّفَتَيْنِ“

وہ اشعار کہ جن میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جائے کہ شعر پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ الگ رہیں یعنی ہر لفظ پر لب سے لب الگ رہیں۔ اس صنعت کو ”وَاسِعُ الشَّفَتَيْنِ“ بھی کہتے ہیں۔

یہ ایک بہت ہی مشکل صنعت ہے۔ کیونکہ حروفِ تہجی کے وہ حروف کہ جن کو ادا کرتے وقت لب سے لب ملتا ہے، ایسے حروف والے الفاظ کو مطلقاً ترک کر کے شعر کہنا بہت مشکل مرحلہ ہے۔ کیونکہ ایسے الفاظ کے عدم استعمال کی صورت میں جملہ بندی، اظہارِ بیان، شعر کا وزن وغیرہ ضروری لوازمات کی رعایت کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بہت ہی مشکل سے پائے جاتے ہیں۔ ہم نے اس صنعت میں اردو ادب کے صفِ اوّل کے شعراء کے اشعار ڈھونڈنے کے شوق میں مسلسل دو شب کی بیداری کی مشقت برداشت کر کے ● مرزا غالب ● فانی بدایونی ● فیض احمد فیض اور ● شکیل بدایونی کے دیوان ”الف“ سے لے کر ”ی“ تک پڑھ ڈالے۔ ایک ایک شعر کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا، تو ہم نے حسبِ ذیل نتیجہ پایا یعنی صنعت

عزل الشفتین میں مذکورہ شعراء کے دیوان سے حسب ذیل تعداد میں اشعار پائے۔

## ”مرزا غالب“

مرزا غالب کے دیوان میں صرف پانچ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی کسی ایک غزل میں نہیں بلکہ متفرق غزلوں میں ایک ایک شعر کر کے پائے جاتے ہیں۔ ۳۱۲ صفحات پر مشتمل مرزا غالب کے دیوان کی ۲۳۲ غزلیں، ۱۷ قطعے، ۱۸ رباعیات، و دیگر صنعتیں مثلاً قصائد، منقبت، و متفرق اشعار کا ہم نے ایک ایک لفظ بغور پڑھا۔ گمان تو یہ تھا کہ غالب صاحب کے دیوان میں اس صنعت کے اشعار کافی تعداد میں ہوں گے لیکن پورے دیوان سے لے دے کر صرف پانچ اشعار ہی دستیاب ہوئے۔ غالب صاحب کے تین اشعار پیش خدمت ہیں:-

■ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی :- حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو (غزل نمبر ۲۶)

■ یار سے چھیڑ چلی جائے اسد :- گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی (غزل نمبر ۱۴۶)

■ دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے :- آخر اس درد کی دوا کیا ہے (غزل نمبر ۱۶۰)

مذکورہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ پورا شعر پڑھنے کے دوران کسی بھی حرف یا لفظ کے تلفظ میں پڑھنے والے کے ہونٹ نہیں ملیں گے یعنی لب سے لب مس نہیں ہوگا۔

## ”فانی بدایونی“

فانی بدایونی کا دیوان جو ”کلیات فانی“ کے نام سے ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کی ۳۸۱ غزلیں، نظمیں، مخمس، ۷ قطعے، ۸۸ رباعیات اور دیوان کے آخر میں مطبوعہ تقریباً ایک سو کے قریب متفرق اشعار کو ہم نے بہت ہی آہستہ آہستہ، رک رک کر، غور و فکر کرتے ہوئے بنظر عمیق پڑھا۔ فانی بدایونی کے وسیع التخلیق دیوان سے صرف سترہ

۷۱ اشعار غزل لشتین کی صنعت میں پائے گئے۔ لیکن وہ بھی متفرق طور پر۔ اس صنعت میں فانی صاحب کی کوئی پوری غزل نہیں۔ بلکہ متفرق غزلوں سے ایک ایک شعر کر کے کل ۷۱ اشعار پورے دیوان میں پائے جاتے ہیں۔ بڑی محنت و مشقت کر کے فانی صاحب کے دیوان کا ایک ایک لفظ مطالعہ کیا لیکن مذکورہ تعداد میں ہی اشعار ملے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:

- دیکھا نہیں وہ جلوہ جو دیکھا ہوا سا ہے
  - اس طرح وہ عیاں ہیں کہ گویا عیاں نہیں (کلیات فانی، ص ۱۴۱)
  - کچھ حیرت کے آثار سے ہیں، کچھ دل سا ٹھہرا جاتا ہے
  - وحشت سے گزرے جاتے ہیں انداز ترے دیوانے کے (کلیات فانی، ص ۲۰۵)
  - شیوہ عاشقی ہے یہ، حاصل زندگی ہے یہ
  - آہ جگر گداز کھینچ، تلاء دل خراش کو (کلیات فانی، ص ۹۹)
  - دل خوگر اندوہ ہے، کیا وصل سے خوش ہو
  - ہر چند کہ ناشاد نہیں، شاد نہیں ہے (کلیات فانی، ص ۲۳۵)
- مذکورہ اشعار میں یہ کمال ہے کہ ان اشعار کو پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے نہیں مس ہوں گے۔

## فیض احمد فیض

فیض احمد فیض کے دیوان (۱) نقش فریادی (۲) دستِ صبا (۳) دستِ تہ سنگ (۴) سر وادی سینا اور (۵) زنداں نامہ کا مجموعہ ”کلیات فیض“ جو ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی کثیر التعداد تخلیقات سے صرف چار اشعار صنعتِ واسع لشتین کے پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف دو اشعار پیش خدمت ہیں:-



- قصہ سازشِ اغیار کہوں یا نہ کہوں
- شکوہ یارِ طرحدار کروں یا نہ کروں (کلیاتِ فیض، ص ۸۲)
- تیری صورت جو دل نشیں کی ہے
- آشنا شکلِ ہر حسین کی ہے (کلیاتِ فیض، ص ۱۰۶)

## ”دو شکیل بدایونی“

شکیلِ بدایونی کے دیوان (۱) رعنائیاں (۲) صنم و حرم (۳) شبستان اور (۴) رنگینیاں کا مجموعہ ”کلیاتِ شکیل“ جو ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کو بھی ہم نے سابق الذکر دیوانوں کی طرح پڑھا۔ لیکن شکیلِ بدایونی صاحب کے دیوان میں صرف تیرہ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف تین اشعار پیش خدمت ہیں:-

- نظر سے قید تعین اٹھائی جاتی ہے
- تجلی رُخِ جاناں دکھائی جاتی ہے (کلیاتِ شکیل، ص ۱۰۶)
- ذرا حضرتِ دل کی جرأت تو دیکھو
- یہ نظارہٴ حُسنِ جاناں کریں گے (کلیاتِ شکیل، ص ۵۸)
- کسی کا وہ چہرے سے آنچل اٹھاتا
- کسی کا کسی سے نگاہیں چُرانا (کلیاتِ شکیل، ص: ۹۱)

مذکورہ اشعار پڑھتے وقت دونوں لب ایک دوسرے سے الگ رہیں گے۔ ارادہ تو یہ تھا کہ مذکورہ چار نحو شعراء کے علاوہ دیگر شعراء کے کلام کا بھی جائزہ لیں لیکن وقت کی عجلت، مضمون کی طوالت اور کم ہمتی نے حوصلہ افزائی نہ کی لہذا ان چار شعراء کے کلام پر ہی اکتفا کیا ہے۔ حالانکہ ان کے کلام کے جائزے سے اندازہ آ گیا کہ اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کے کلام میں صنعتِ واسع الشتمین کی کیا پوزیشن ہوگی۔ کیونکہ ہم نے جن



کے کلام کا جائزہ پیش کیا ہے وہ اردو ادب کے شعراء کی فہرست میں صفِ اول کے نامور شعراء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب ہم حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان کی طرف رجوع کریں۔ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ کوئی زیادہ ضخامت پر مشتمل نہیں۔ لیکن حضرت رضا کا دیوان باعتبار ضخامت نہیں بلکہ باعتبار وقار و کمال فن تمام شعراء اردو ادب کے کلام پر بھاری ہے۔

### ☆ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں صنعت واسع العتین :-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۲ اشعار پر مشتمل ایک نعت شریف نظم فرمائی ہے۔ اس نعت شریف میں یہ خوبی ہے کہ پوری نعت پڑھ جائے۔ کسی شعر کے کسی لفظ پر ہونٹ سے ہونٹ مس نہ ہوگا۔ وہ نعت شریف ذیل میں درج ہے:

- (۱) سید کونین سلطانِ جہاں ÷ ظن یزداں، شاہِ دیں، عرشِ آستاں
- (۲) کل سے اعلیٰ، کل سے اولیٰ، کل کی جان ÷ کل کے آقا، کل کے بادی، کل کی شان
- (۳) دلکش، دلکش، دل آرا، دستان ÷ کانِ جانِ وجانِ جان و شانِ شاں
- (۴) ہر حکایت، ہر کنایت، ہر ادا ÷ ہر اشارتِ دل نشین و دل نشاں
- (۵) دل دے، دل کو جان، جاں کو نور دے ÷ اے جہانِ جان و اے جانِ جہاں
- (۶) آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور ÷ روح دے اور روح کی راحِ جناں
- (۷) اللہ اللہ یاس اور اس آس سے ÷ اور یہ حضرت، یہ در، یہ آستاں
- (۸) تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا، گر تو نہ ہو ÷ کچھ نہ ہو، تو ہی تو ہے جانِ جہاں
- (۹) تو ثنا کو ہے، ثنا تیرے لئے ÷ ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
- (۱۰) تو ہو داتا اور اوروں سے رجا ÷ تو ہو آقا اور یادِ دیگران
- (۱۱) التجا اس شرک و شر سے دور رکھ ÷ ہو رضا تیرا ہی، غیر از این و آن

(۱۲) جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں، دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

صنعت واسع الشفتین میں اردو ادب کے نامور شعراء کے اشعار تو ضرور ملتے ہیں لیکن اس صنعت میں پوری غزل کسی کے بھی کلام میں نہیں پائی جاتی۔

❖ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں اس صنعت کے متفرق اشعار:-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت واسع الشفتین کے کئی کتنے اشعار ہیں یہ معلوم کرنے کے لئے ہم نے ”حداائق بخشش“ میں مرقوم اردو کلام کا ایک ایک لفظ پڑھا، تو مذکورہ نعت شریف کے ۱۲ اشعار کے علاوہ دیگر ۱۵ اشعار اس صنعت میں پائے گئے۔ یعنی حضرت رضا بریلوی کے صرف اردو کلام میں اس صنعت کے کل ستائیس (۲۷) اشعار ہیں۔ وہ متفرق پندرہ (۱۵) اشعار پیش خدمت ہیں:-

(۱) دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

(۲) وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیر حسیض

اور ہر اوج سے اونچا ہے ستارہ تیرا

(۳) آنکھیں رو رو کے سجانے والے

جانے والے نہیں آنے والے

(۴) کوئی ان تیز رووں سے کہہ دو

کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

(۵) دور جانا ہے رہا دن تھوڑا

راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے

(۶) اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی

انس کا انس اسی سے ہے، جان کی وہ ہی جان ہے

(۷) وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے  
ذکرِ خدا جو اُن سے جدا چاہو نجدیو (۸)

واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے  
یہ شبہ کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں (۹)

تصویر کھینچے ان کو گوارا ہی نہیں  
تو ہے سایہ نور کا، ہر عضو ٹکڑا نور کا (۱۰)

سایہ کا سایہ نہ ہوتا، ہے نہ سایہ نور کا  
جو سر دے کر ترا سودا خریدے (۱۱)

خدا دے عقل وہ عاقل ہے یا غوث  
غذائے دق یہی خوں استخوان گوشت (۱۲)

یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث  
قصر ”دنی“ تک کس کی رسائی (۱۳)

جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں  
(حدائق، حصہ ۳، ص ۵۲)

جس کو کوئی نہ گھلوا سکتا  
وہ زنجیر ہلاتے یہ ہیں (۱۴)

(حدائق، حصہ ۳، ص ۵۳)

کیوں نہ ہو سینہ کشادہ دلکشا  
حاشیہ ہے شرح صدر شاہ کا (۱۵)

(حدائق، حصہ ۳، ص ۸۲)

مذکورہ پندرہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ ان اشعار کو پڑھتے وقت کسی بھی لفظ پر پڑھنے  
والے کے ہونٹ ایک دوسرے سے جدا رہیں گے۔ ناظرین کرام فن و ادب کے اعتبار

سے حضرت رضا اور دیگر شعرائے اردو ادب کا تقابلی اور توازنی جائزہ لیں اور فیصلہ کریں کہ فن و ادب میں کس کا مقام اعلیٰ و ارفع ہے۔

## (۳۶) "صَنَعَتِ اِيْهَامُ"

اصطلاح شعر میں وہ صنعت جس میں شاعر اپنے کلام میں ایک ایسا لفظ لائے جس کے دو معنی ہوں۔ ایک معنی قریب کے اور دوسرے معنی بعید کے ہوں۔ سننے والے کا خیال قریب کے معنی کی طرف جائے لیکن شاعر بعید کے معنی مراد لے۔

(فیروز اللغات، ص ۱۵۲) [ Suspicion, doubt ]

اس صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں صنعت ایہام کا استعمال کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو معنی الفاظ (Double meaning words) کا ایسے حسین انداز میں استعمال فرمایا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین آفرین کے الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ چند اشعار بطور مثال پیش خدمت ہیں:-

☆ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) حورِ جناتِ ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا  
چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں  
یہ شعرا تا وسیع المعنی ہے کہ اس کی بالتفصیل وضاحت یہاں ممکن نہیں۔ اس شعر کے مصرعہ ثانی میں "پردہ حجاز" کا جو کلمہ ہے اس سے عموماً "حجاز کا پردہ" سننے والا مراد لیتا ہے لیکن یہاں پر "پردہ حجاز" سے مراد حجاز یعنی عرب کا پردہ نہیں بلکہ "پردہ حجاز" موسیقی کی ایک ڈھن ہے۔ اسی طرح مصرعہ ثانی میں "دیس" کا لفظ ہے۔ عموماً دیس کے معنی ملک، وطن یا علاقہ لیا جاتا ہے لیکن یہاں "دیس" وطن یا ملک کے معنی میں نہیں بلکہ دیس یعنی "ایک راگ"

کا نام، جو نصف شب کے وقت گایا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۶۷۱) پردہ = حجاب، راگ، آلاپ (فیروز اللغات، ص ۲۸۸)۔ لہذا اس شعر میں پردہ حجاز موسیقی کی ایک دُھن یعنی آلاپ یعنی سُر کے معنی میں ہے، اسی طرح دیس بھی۔ اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علم اور علومِ عامہ میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کو علومِ عامہ (General knowledge) میں اتنی وسیع معلومات حاصل تھی کہ فن موسیقی میں ”دیس“ راگ کے مقابلہ میں ”پردہ حجاز“ راگ اونچا اور اعلیٰ راگ ہے۔ یہ حقیقت آپ کو معلوم تھی، اسی لئے تو شعر میں فرمایا ہے کہ پردہ حجاز کا راگ چھیڑنے کے بعد اس راگ سے ہلکا راگ ”دیس“ کیوں گاتے ہو۔

(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا

جان کی اکسیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں لفظ ”عشق“ اور لفظ ”سونا“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر سننے یا پڑھنے والے کا خیال ”عشق“ کے معنی میں اُلفت، محبت، پیار وغیرہ کی طرف اور ”سونا“ کے معنی میں نیند کرنا (Sleep) کے معنی کی طرف جائے گا۔ بظاہر شعر کے معنی بھی ان معنوں پر صحیح ہیں کہ عشق میں خاک ہو کر اب قبر میں آرام سے سونا یعنی نیند کرنا میسر ہوا لیکن حضرت رضائے لفظ ”عشق“ سے مراد محبت و اُلفت نہیں بلکہ ”عشقِ پیچاں“ لیا ہے۔ علمِ کیمیا (Chemistry) میں سیماب یعنی پارہ (Mercury) کو سونا یعنی طلا (Gold) میں تبدیل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پارے کو ”عشقِ پیچاں“ نام کی نیل کے پتوں پر رکھ کر جلا کر خاک کر دیتے ہیں۔ نتیجہ پارہ سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عشقِ پیچاں کے معنی میں وارد ہے کہ ”ایک نیل جس کا پھول سرخ اور پتیاں باریک ہوتی ہیں۔ فیروز اللغات، ص ۸۹۷) اس شعر میں جو لفظ ”سونا“ ہے اس سے مراد زِ طلا یعنی گولڈ ہے۔

(۳) نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا

ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

ذوالنورین حضرت امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔ شعر پڑھنے والے کا خیال اس طرف جائے گا کہ نور یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے حضرت ذوالنورین کو دو شمالہ کا جوڑا یعنی ایک سی دو اونی چادریں ملیں۔ دو شمالہ یعنی پشمینہ کی دوہری چادر۔ (فیروز اللغات، ص ۶۵۶) اور پشمینہ یعنی اونی (Wool) کپڑا۔ (فیروز اللغات، ص ۶۹۸)۔ جوڑا یعنی ایک سی دو چیزیں (Pair) اس شعر سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مراد نہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے پشمینہ کی دوہری چادر دو عدد ملیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کے عقد میں حضور اقدس کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہاں جوڑا سے مراد زوجہ یعنی بیوی ہے۔

اس صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ بلا کسی وضاحت و تشریح صرف اشعار پیش کرنا بھی دشوار ہے۔ اس صنعت میں حضرت رضا کے اشعار سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ خصوصاً قصیدہ سوم میں علم بیانات و نجوم کی اصطلاح میں جو نعتیہ قصیدہ ہے، وہ قصیدہ اس صنعت کے اشعار سے چھلک رہا ہے۔ ناظرین کی ضیافت طبع کی خاطر چند اشعار ”حدائق بخشش“ حصہ اول و دوم سے پیش کر رہے ہیں لیکن بلا کسی تبصرے اور تفصیل کے صرف رواں رواں پیش کر رہے ہیں:-

(۴) صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری

شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں مجرا تیرا

(۵) ہوئی کم خوابی ہجراں میں ساتوں پردے کنخوابی

تھوڑ خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا

(۶) جرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی

کر چلکی ہیں بدر کو نکسال باہر ایڑیاں

(۷) اشک برساؤں چلے کوچہ جاناں سے نسیم

یا خدا جلد کہیں نکلے بخار دامن



(۸) کیوں نالہ سوز لے کروں، کیوں خونِ دل پیوں

سیخ کباب ہوں نہ میں جامِ شراب ہوں  
(۹) بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے سے کشو

پھلکا شرابِ چشت سے جامِ ابوالحسین  
(۱۰) سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل

کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے  
(۱۱) ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے

دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے  
(۱۲) عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے

جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے  
(۱۳) نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی

ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے  
(۱۴) سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے  
(۱۵) کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے

سکتے میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

مضمون کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو ادب کے نامور شعراء کے اشعار کا جائزہ

ترک کر کے صرف حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار ہی پیش کئے ہیں۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ صنعت ایہام کے اشعار جس کثرت سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ

اللہ علیہ کے کلام میں پائے جاتے ہیں، وہ کثرتِ تعداد دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پائی

جاتی۔ علاوہ ازیں حضرت رضا کے کلام میں جس نفاست اور معنویت کے ساتھ ذومعنی الفاظ

کا استعمال اور مراد پائی جاتی ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔



## (۳۷) "خَطِ تَوَامٍ"

لفظ توام کے لغوی معنی ہیں جڑواں۔ ایک ساتھ کے پیدا شدہ بچے (فیروز اللغات، ص ۳۸۷)۔ اور عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ پیدا ہونے والے جڑواں بچے شکل، صورت اور سیرت میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لغوی لفظ "توام" کے ساتھ لفظ "خط" کی اضافت کر کے "خط توام" ایجاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ خط توام دو ورقوں میں ہوتا ہے اور دونوں اوراق میں صرف حروف تہجی منفرد طور پر لکھے ہوتے ہیں اور دونوں اوراق بنظر ظاہر بالکل مشابہ ہوتے ہیں۔

خط توام اس خط کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے عاشق و معشوق کے درمیان کے نازک ترین معاملات اور عشق و محبت کے راز اور پیغام ایک دوسرے تک پہنچائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ملکی، فوجی، سیاسی اور حکومت سے تعلق رکھنے والے اور دیگر نوعیت کے اہم اور خفیہ راز اور احکام و فرامین بھی اس خط کے ذریعے پہنچائے جاتے ہیں کیونکہ اس خط کے طرزِ تحریر اور اس کے ارسال کے ضوابط کی وجہ سے افشاء راز کا اندیشہ نہیں ہوتا بلکہ پوشیدہ رہتے ہیں۔ خط و کتابت کا یہ طریقہ نہایت سلامت و محفوظ ہونے کی وجہ سے ازراہ احتیاط معاملات کی سنجیدگی اور اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خط توام کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔

خط توام لکھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے خط کا مضمون طے کیا جاتا ہے۔ پھر ایک کاغذ کے دو ٹکڑے کر کے اس مضمون کو ان دو ٹکڑوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جاتا ہے کہ صفحہ نمبر ۱ پر مضمون کے جملے کے لفظ کا ایک حرف اور صفحہ نمبر ۲ پر دوسرا حرف لکھ دیا جاتا ہے۔ اسی ترکیب سے پورا مضمون خط ان دونوں ٹکڑوں میں لکھ کر پورا کیا جاتا ہے۔ پھر مکتوب ایہ کو ان میں کا ایک ٹکڑا پہلے بھیجا جاتا ہے۔ جب مکتوب ایہ کی طرف سے مکتوب منہ (خط لکھنے والے) کو اطلاع ملتی ہے کہ پہلا حصہ خیریت سے پہنچ گیا ہے، تب وہ دوسرا حصہ ارسال کرتا ہے۔

مکتوب الیہ دونوں ٹکڑے مل جانے پر دونوں کو ملا کر مضمون حل کر لیتا ہے۔ اس خط لکھنے کے کئی طریقے ہیں۔ قارئین کی آسانی کیلئے ہم ذیل میں ایک سہل طریقہ پیش کرتے ہیں:-

### ”صفحہ اول“

6	5	4	3	2	1
ا	ک م	م ن	ا ت ا	خ ن	م ب ب

### ”صفحہ دوم“

6	5	4	3	2	1
و	ا ی ب	ی	م ح ن	ا	ح و

مذکورہ دو صفحات میں سے اگر کسی کے ہاتھ میں ایک صفحہ آگیا یا نامہ برنے راہ میں خط کو لفافے سے نکال کر پڑھنے کی کوشش کی، تو اس کے پتلے کچھ بھی نہ پڑے گا۔ لیکن مکتوب الیہ جو اس خط کے طور طریقے سے واقف ہے، وہ دونوں ٹکڑوں کی وصولی پر آسانی سے خط حل کر لے گا۔ مندرجہ بالا جو دو ٹکڑے لکھے ہوئے ہیں، اس کو حل کرنے کی ترکیب یہ ہے۔ صفحہ اول اور صفحہ دوم میں خط کا مضمون دو حصوں میں لکھا ہوا ہے۔ دونوں مضمون پر نمبر ۱ سے نمبر ۲ تک کے کل چھ لفاظ ہیں۔ اس کو حل کرنے کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ ہر لفظ کا پہلا حرف صفحہ اول سے لیا جائے اور دوسرا حرف صفحہ دوم سے لیا جائے۔ صفحہ اول کے لفظ نمبر ۱ کے کالم میں ”م۔ ب۔ ب“ حروف ہیں۔

صفحہ دوم کے لفظ نمبر ۱ کے کالم میں ”ح۔ و“ حروف ہیں۔

اب صفحہ اول سے پہلے حرف ”م“ کو اس کے بعد صفحہ دوم سے ”ح“ لو۔ پھر صفحہ اول سے ”ب“ لو۔ پھر صفحہ دوم سے ”و“ لو۔ پھر صفحہ اول سے ”ب“ لو۔ نتیجہ یہ آیا ”م۔ ح۔ ب۔ و۔ ب۔ ب“ یعنی ”محبوب“۔ اس طریقے سے صفحہ اول اور دوم دونوں کے الفاظ کے کالم نمبر ۱ سے ”محبوب“ کا لفظ حاصل ہوا۔ اسی طریقے پر پھر صفحہ نمبر ۲ کے الفاظ نمبر ۲

سے حرف لینے کی ابتداء کر کے تمام الفاظ حل کریں گے تو حسب ذیل نتیجہ آئے گا:-

### صورت حل

6	5	4	3	2	1
ھوا	کامیاب	میان	امتحان	خان	محبوب

### ماحصل (نتیجہ)

6	5	4	3	2	1
ہوا	کامیاب	میان	امتحان	خان	محبوب

مذکورہ ترکیب سے صفحہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ کو حل کرنے سے ”محبوب خان امتحان میں کامیاب ہوا“ کا جملہ حاصل ہوا۔ یعنی دو ٹکڑے جمع ہوئے اور ان دونوں ٹکڑوں کو عارف یعنی جاننے والے کی نظر نے دیکھا، تو اُس نے دونوں ٹکڑوں کو ملا کر ایک مضمون حاصل کر لیا۔ اسی طرزِ خطِ توام میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایمان افروز مثال پیش کی ہے جو ذیل میں ملاحظہ ہو:

❖ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

ایک سینہ تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک  
 حُسنِ سبطین اُن کے جاموں میں ہے نیا نور کا  
 صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں  
 خطِ توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

یعنی شہزادہ رسول، سیدنا سرکار امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان، حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سینہ تک مشابہ تھے اور شہید کربلا، دافع کرب و بلا، شہزادہ گل گوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے لے کر پاؤں تک اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک جگہ ساتھ میں جمع کر دیا جائے، تو ان دونوں شہزادوں کو ایک ساتھ دیکھنے سے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پورا جسم اقدس اپنے پورے وجود نورانی کے ساتھ صاف اور نمایاں طور پر نظر آئے گا۔ یعنی جس طرح خط توام کے دو ٹکڑوں کو ملا دینے سے خط کا مضمون سامنے آجاتا ہے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر کے دو نورانی ٹکڑوں کو ملا دینے سے حضور کا سراپا نظر آجائے گا۔ اسی مضمون کو حضرت رضا بریلوی نے ایک نرالے ایمانی انداز میں اپنی رباعی میں اس طرح بیان کیا ہے:-

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین  
 اُس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسین  
 تمثیل نے اُس سایہ کے دو حصے کئے  
 آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

نظرِ توام کے ذکر کے ساتھ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو اشعار نظم فرمائے ہیں، اس کی مثال میں اردو ادب میں کسی بھی شاعر کا ایسا شعر نہیں پایا جاتا۔ علاوہ ازیں حضرت رضوانے دو شہزادوں کے ملانے پر ناتا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سراپا نظر آنے کا جو تخیل بیان کیا ہے، ایسا تخیل عربی، فارسی، اردو، ہندی یا دیگر کسی بھی زبان کے شاعر کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

## (۳۸) "صَنَعَتِ اِشْتِاقٍ"

اشتقاق = ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ بنانا۔ (فیروز اللغات) یعنی شاعر کا اپنے شعر میں ایسے چند الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک ہی ماخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں۔ نیز وہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں۔

[ Derivation of one word from another word ]

اس صنعت میں اردو ادب کے صفِ اوّل کے شعراء نے اشعار کہنے کی ضرورت کی

ہے۔ ان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں لیکن بہت ہی محدود تعداد میں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ قارئین کرام کی فرح طبع کی غرض سے چند اشعار پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:-

☆ مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اس شعر میں ● مٹ ● مٹتے ● مٹ جائیں گے ● مٹا ● مٹے گا کے الفاظ ہیں۔ یہ تمام الفاظ ایک ہی ماخذ سے اور معنی میں بھی موافقت رکھتے ہیں۔

☆ طور پر کوئی کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار،

سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

اس شعر میں تین متفرق الفاظ ● بالاؤں ● بالا اور ● بالائی کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تمام الفاظ کی اصل ایک ہی ہے۔ ان تمام الفاظ کے معنی الگ ہونے کے باوجود ان تمام الفاظ میں باعتبار معنی موافقت پائی جاتی ہے۔

☆ سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے،

ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

اس شعر میں ● اچھوں ● اچھا ● اچھے اور ● اچھا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

☆ قادری کر قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا،

قدرِ عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

اس شعر میں ● قادری ● قادری ● قادریوں ● قدر ● قادر ● قدرت کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان تمام الفاظ کا ایک ہی ماخذ ہے۔

☆ مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا،

نہ یہاں ”نا“ ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا ”کیا ہے“

اس شعر میں ● مانگ ● مانگی اور ● منگتا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ ● ”نہ“ اور ● ”نا“ بھی ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

☆ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو،

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اس شعر میں ● تھے اور ● تھا ایک ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ ● ہوں اور ● ہو کا ماخذ بھی ایک ہے۔ ● ہیں اور ● ہے یہ دونوں الفاظ کی اصل بھی ایک ہے۔

☆ ذیابٹ فی ثیاب، لب پہ کلمہ دل میں گستاخی،

سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

اس شعر میں ● سلام ● اسلام اور ● تسلیم کے الفاظ ایک ماخذ سے ہیں۔

☆ رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود

شرح صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں لفظ ● رفع اور ● ارفع ایک ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ ● صدر اور ● صدارت بھی ایک ماخذ سے ہیں۔

☆ ان کو تملیک ملیک الملک سے،

مالک عالم کیا پھر تجھ کو کیا

اس شعر میں لفظ ● تملیک ● ملک اور ● مالک ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

☆ نصر و بونصر اس کے نصر نصیر،

ناصر اپنا ہے احمد نوری (حدائق، حصہ ۳، ص ۷۵)

اس شعر میں لفظ ● نصر ● نصیر اور ● ناصر ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

مندرجہ بالا صرف دس (۱۰) اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے اشعار

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ایک سو (۱۰۰) سے بھی زائد ہیں۔



## (۳۹) ”صَنَعَتِ شُبَّهٍ اِشْتِقَاقِ“

**شُبَّه** = گمان، وہم (فیروز اللغات، ص ۸۳۷) یعنی اشتقاق کا گمان کرنا۔ یہ اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے شعر میں چند ایسے الفاظ لائے جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں۔ حالانکہ بنظر ظاہر وہ الفاظ ایک ماخذ سے محسوس ہوں۔

صنعت اشتقاق کے مقابلے میں صنعت ”شُبَّه اِشْتِقَاقِ“ مشکل ہے۔ اس صنعت میں شعر گوئی کے لئے شاعر کا لغت پر کامل عبور ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں علم الصرف اور علم النحو میں بھی کمال مہارت کا حامل ہونا لازمی ہے۔ اسی وجہ سے اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بہت ہی قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ شاعروں کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کے اصاغر شعراء کو تو اس صنعت کی بھنک تک بھی محسوس ہونا دشوار ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش شریف“ میں اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ عقلیں حیران و دنگ ہیں۔ خوبی کی بات تو یہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے مختلف اور متفرق ماخذ و معنی کے یکساں محسوس ہونے والے الفاظ کو اتنی عمدگی سے استعمال فرمایا ہے کہ داد و تحسین کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

☆ ابن زہرا سے تیرے دل میں ہیں یہ زہر بھرے

بل بے او منکر بے باک یہ زہرا تیرا

اس شعر میں لفظ ● زہرا ● زہرا اور ● زہرا تین الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ تینوں الفاظ بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن تینوں الگ ماخذ سے ہیں اور تینوں الگ معنوں میں ہیں۔ ● زہرا = حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب

ہے۔ ● زہر = سم، بس، ہلاہل (Poision) ● زہرا = حوصلہ، دلیری۔ الفاظ کے معنی جاننے کے بعد اب شعر کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”ابن زہرا یعنی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے یعنی حضور قطب الاقطاب، غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیرے دل میں زہر بھرا ہوا ہے۔ یعنی تیرے دل میں بغض اور عداوت ہے۔ ”زہر بھرا ہونا“ محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ ہونا یا کسی کی طرف سے بغض یا بدی ہونا۔ (فیروز اللغات، ص ۷۵۵)۔ یہ خطاب منکروں سے کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ منکر بارگاہِ غوثیت کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ ”بل بے“ یعنی آہا۔ واہ۔ خوب (فیروز اللغات، ص ۲۱۰)۔ اے منکر! تو اتنا بے باک یعنی بے ادب اور بے پروا ہو گیا ہے کہ تیری دلیری پر اور تیرے آوارہ حوصلوں پر تعجب ہے۔“

☆ مُشک بو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے

حوریو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

اس شعر میں لفظ ● سارا اور سارے بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن دونوں کے ماخذ الگ ہیں۔ ● سارا = خوشبودار (فیروز اللغات، ص ۷۶۳) اور ● سارے = تمام، کُل (ایضاً) معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

☆ سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

اس شعر میں ● سونا = طلا، (Gold)، ● سونا = ویران اور سونا = نیند کرنا بظاہر ایک ہی ماخذ کے الفاظ محسوس ہوتے ہیں لیکن تینوں الفاظ کے ماخذ الگ الگ ہیں۔

☆ شر خیر شور شرر دور نار نور

بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے

اس شعر میں ● شر ● شور ● شرر یہ تینوں بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں۔  
 اسی طرح ● بشری اور ● بشر بھی بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ  
 کے الگ الگ ماخذ ہیں۔ ● شر = بدی، برائی (فیروز اللغات، ص ۷۳۸) ● شور = غل،  
 غوغا (فیروز اللغات، ص ۸۳۹) ● شرر = آگ کی چنگاری، کینہ (فیروز اللغات، ص  
 ۸۳۹) ● بشری = بشارت، خوشخبری اور ● بشر = آدمی، انسان (فیروز اللغات، ص ۲۰۵)  
 کے معنی میں الگ الگ ماخذ سے استعمال ہوئے ہیں۔

☆ کیا بنا نامِ خدا اسرا کا دولہا نور کا

سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

اس شعر میں لفظ ● اسرا ● سرا اور ● سہرا بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن  
 ان تینوں الفاظ کے ماخذ جدا ہیں۔

☆ مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے وہ سن لیں

جنہیں جنونِ جنان سوئے زاغ لے کے چلے

اس شعر میں ● جان ● جنان ● جہاں ● جنون اور ● جنان کے الفاظ بظاہر ایک  
 ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

☆ جو تیرا طفل ہے کابل ہے یا غوث

طفیلی کا لقب واصل ہے یا غوث

اس شعر میں لفظ ● طفل اور ● طفیلی بظاہر ایک ماخذ کے معلوم ہوتے ہیں لیکن  
 دونوں الگ الگ ماخذ سے ہیں۔ ● طفل = لڑکا، بچہ (فیروز اللغات، ص ۸۷۸) اور  
 ● طفیلی = دوسروں کی بدولت گزارہ کرنے والا (فیروز اللغات، ص ۸۷۹)۔

☆ فرشتے خدم، رسولِ حشم، تمام اُمم، غلامِ کرم

وجود و عدم، حدوثِ قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے

اس شعر میں ● خدم ● حشم ● عدم ● قدم ● اُمم ● تمام ● کرم ● غلام کے

الفاظ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان کا ماخذ ایک ہے لیکن الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

☆ سر میں ساری ہے سر پاک ترے

سر یہ سارا ہے احمد نوری (حدائق، حصہ ۳، ص ۷۳)

اس شعر میں ● سر ● ساری ● سر اور ● سارا بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن ان کا ماخذ ایک نہیں۔

☆ رحم فرمائیے یا شاہ کہ اب تاب نہیں

تاب کے خون زلایے غم ہجران ہم کو

اس شعر میں لفظ ● تاب اور تاب کے بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن دونوں الگ الگ ماخذ سے ہیں۔ ● تاب = صبر، برداشت، تحمل، طاقت، مجال وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۳۲۳)۔ اور ● تاب کے = کب تک (فیروز اللغات، ص ۳۳۳)۔

مذکورہ اشعار کے معائنہ سے ناظرین کرام لطف اندوز ہوئے ہوں گے۔ ناظرین کرام کی فرح طبع کی خاطر اس اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے دیگر اشعار کے لئے اہل ذوق حضرات، ”حدائق بخشش“ کی طرف رجوع فرمائیں۔

## (۴۰) ”صَنَعَتِ سِيَاقُ الْأَعْدَادُ“

شاعر اپنے شعر میں حلف اعداد کا استعمال کرے۔ پھر وہ اعداد چاہے ترتیب وار ہوں خواہ بے ترتیب ہوں۔ لفظ ”سیاق“ کے لغوی معنی ربط مضمون، حساب، گنتی، دفتری اصطلاح، حساب کے قاعدے وغیرہ ہیں، (فیروز اللغات، ص ۸۲۵)۔

[ Enumeration by the Arabic alphabet ]

اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اس صنعت کے معدودے اشعار پائے جاتے ہیں۔

☆ ظفر کا شعر ہے:-

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن  
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اس شعر میں شاعر نے ● چار اور ● دو کے اعداد کا اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔  
شاعری کی اس صنعت کے لوازمات میں یہ امر بھی ہے کہ شعر میں ایک سے زیادہ اعداد کا ذکر  
کرنا لازمی ہے۔ اگر شاعر نے شعر میں کسی ایک ہی عدد کا ذکر کر دیا تو وہ شعر اس صنعت میں  
شمار نہ ہوگا۔ مثلاً

☆ کلیل بدایونی کا شعر ہے:-

نالہ کشو اٹھا دو آہ و فغاں کی رسمیں  
دو دن کی زندگی ہے، کاٹو ہنسی خوشی سے

اس شعر میں شاعر نے دو کا ایک ہی عدد استعمال کیا ہے۔ لہذا یہ شعر صنعت سیاق  
الاعداد میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کافی  
تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

■ ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی

مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

اس شعر میں ● ایک ● سو اور ● لاکھ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں

پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

اس شعر میں ● پانچ ● اور ● چار کے اعداد کا ذکر کیا گیا ہے۔

■ پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام

آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

اس شعر میں ● ۵۰۰ اور ● ۲ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال  
 دھوم و انجم میں ہے آپ کی بینائی کی  
 اس شعر میں ● شش یعنی چھ<sup>۶</sup> اور ● ایک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ترے چاروں ہدم ہیں یک جان یک دل  
 ابوبکر فاروق عثمان علی ہے  
 اس شعر میں ● چار<sup>۴</sup> اور ● یک یعنی ایک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی  
 پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے  
 شعر میں ● بست یعنی بیس<sup>۲۰</sup> اور ● چہارم یعنی چار<sup>۴</sup> کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ جو ایک بار آئے دو بارہ نہ آئیں گے  
 رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے  
 اس شعر میں ● ایک اور ● دو کے اعداد استعمال کئے گئے ہیں۔

■ قسمت میں لاکھ چچ ہوں، سو بل ہزار کج  
 یہ ساری گتھی اک تری سیدھی نظر کی ہے  
 اس شعر میں ● لاکھ ● سو<sup>۱۰۰</sup> ● ہزار<sup>۱۰۰۰</sup> اور ● اک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ دو قمر دو پنجہ خور دو ستارے دس ہلال  
 ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں  
 اس شعر میں ● دو<sup>۲</sup> تین مرتبہ اور ● دس کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ہاں نہ ان دو کا تیسرا دیکھا  
 آنکھیں کھلتیں ذرا محبت رسول حدائق، حصہ ۳، ص ۴۲

اس شعر میں ● دو<sup>۲</sup> اور ● تین<sup>۳</sup> کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

مذکورہ اشعار کے علاوہ دیگر اشعار صنعت سیاق الاعداد کے لئے قارئین کرام حدائق  
 بخشش کی طرف رجوع فرمائیں۔



# ”حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت“

دنیا کی ہر زبان میں عوام کی بول چال اور عوامی اصطلاحات کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی خاص مفہوم بیان کرنے کیلئے لغوی اور اصطلاحی معنی کی مناسبت سے کچھ جملے اور مقولے متعین کئے گئے ہیں اور کچھ خود بخود متعین ہو گئے ہیں۔ عوام اور خواص اپنی روزمرہ کی گفتگو میں ان کلمات کو استعمال کرتے ہیں۔ ان جملوں یا کلمات کو محاورہ، کہاوت اور مثل کہا جاتا ہے۔

⊛ محاورہ : بول چال، بات چیت، وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص مفہوم کے لئے مخصوص کر لیا ہو۔

(فیروز اللغات، ص ۱۲۱۰) [ Idiom ]

⊛ کہاوت : قول، بچن، مثل، ضرب المثل۔

(فیروز اللغات، ص ۱۰۴۹) [ Proverb ]

⊛ مثل : کہاوت، مثال (فیروز اللغات، ص ۱۲۰۳)

[ Metaphor Proverb ]

مذکورہ تفصیل سے محاورہ اور کہاوت کے طور پر دو قسم کے مقولے اور کلمے خواص و عوام میں رائج ہیں۔ مثل اور کہاوت ایک ہی معنی میں ہیں۔ شاعر اپنی شاعری میں محاورات اور کہاوت کا استعمال کرتا ہے لیکن محدود تعداد میں۔ کیونکہ محاورات و کہاوت کے رائج الفاظ کو شعر میں نظم کرنا اور ان الفاظ کو شعر میں استعمال کرنے کے بعد شعر کا وزن برقرار رکھنا اور مضمون کا تسلسل قائم رکھنا نہایت دشوار مرحلہ ہے۔ لیکن پھر بھی موقعہ اور محل کی مناسبت اور موافقت کی حصول پر شاعر اپنے کلام میں محاورہ یا کہاوت کا استعمال کرنے میں تامل نہیں کرتا بلکہ حتی الامکان سعی کرتا ہے کہ اس کا کلام ضرب المثل کلمات سے آراستہ

ہو کیونکہ اُن محاورات اور کہاوت کا اشعار میں استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شاعر کو زبان (Language) پر کامل عبور حاصل ہے۔ علاوہ ازیں شاعر اپنے کلام کے ذریعہ بہت سے امور کی ترجمانی کرتا ہے۔ شاعر کا کلام معاشرے سے بھی تعلق رکھتا ہے لہذا معاشرے کی رائج بولی، محاورے، مقولے، ملفوظات، کہاوت، ضرب المثل کلمے وغیرہ سے واقفیت رکھنا شاعر کے لئے ضروری ہے۔ لہذا اسی لئے اسلامی قوانین میں ”رسم الافشاء“ کی شاخ میں یہ بات لوازمات سے ہے کہ مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ زمانے کی رائج زبان کی لغت اور محاورات سے کامل طور پر واقفیت رکھتا ہو تا کہ کسی کے قول پر کوئی شرعی حکم نافذ کرنے سے پہلے وہ متکلم کے قول کو لغت اور کہاوت کی میزان میں تول پرکھ کر متکلم کے قول کی تاویل، اس کی مراد، منشاء وغیرہ کی تہ تک پہنچ سکے اور اس کے بعد ہی وہ کوئی فتویٰ صادر کرے۔

عوام کی اصطلاح اور عوام میں ضرب المثل کلمات سے مطلع ہونا اور ان کلمات کا اپنے اشعار میں استعمال کرنا شاعر کی علمی وسعت اور لغت کی مہارت کی دلیل ہے۔ اردو ادب کے چند نامور شاعروں کے کلام سے بطور نمونہ ایک ایک شعر پیش خدمت کرتے ہیں:-

⊙ مرزا غالب کا شعر ہے:- غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

روئے زار زار کیا؟ کیجئے ہائے ہائے کیوں

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) زار زار رونا = آٹھ آٹھ آنسو رونا۔ بہت رونا۔

(فیروز اللغات، ص ۷۳۷)۔ (۲) ہائے ہائے کرنا = واویلا کرنا، غل مچانا، کراہنا۔ (فیروز

اللغات، ص ۱۲۳۰)۔

⊙ جل مراد آبادی کا شعر ہے:- لکے خط اُن کا کیا ضبط بہت کچھ لیکن

تھر تھرائے ہوئے ہاتھوں نے بھرم کھول دیا

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) ہاتھ تھراتا = ہاتھ کانپنا (فیروز اللغات، ص ۱۲۲۲)

(۲) بھرم کھلنا = بھید ظاہر ہونا۔ (فیروز اللغات، ص ۲۳۳)

❖ کھیل بدایونی کا شعر ہے:- پھیگا سا ہو چلا ہے کچھ افسانہ حیات  
 آؤ کہ اس میں رنگ بھریں ابتدا سے ہم  
 اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) رنگ بھرنا = داستان کو دلچسپ بنانا (فیروز اللغات،  
 ص ۷۲۱)۔

❖ فراق گورکھپوری کا شعر ہے:- بدلتا ہے جس طرح پہلو زمانہ  
 یونہی بھول جاتا، یونہی یاد آتا  
 اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) پہلو بدلنا = دوسرا طرز اختیار کرنا۔ (فیروز اللغات،  
 ص ۳۱۱)۔

❖ اکبر الہ آبادی کا شعر ہے:- بوٹ ڈاسن نے بنایا، میں نے اک مضمون لکھا  
 ملک میں مضمون نہ پھیلا اور جوتا چل گیا  
 اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ جو شاعر نے اپنے مضمون شعر کا حاصل بنایا ہے (۱) جوتا  
 چلنا = ایک دوسرے کو جوتے سے مارنا (فیروز اللغات، ص ۴۸۱)۔

❖ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:- اس زمانے میں کہ ہر ذرہ ہو جب جاذبِ دل  
 نرگس ناز کے دھوکے میں نہ آتا کیسا؟  
 اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) دھوکے میں آنا = دھوکا کھانا (فیروز اللغات، ص  
 ۶۶۸)۔

❖ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- اب جنوں حد سے بڑھ چلا ہے  
 اب طبیعت بہل چلی ہے  
 اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (۱) طبیعت بہلنا = جی لگنا، وقت خوشی میں گزرتا، دل کا  
 سیرتماشے کی طرف مصروف ہونا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۷۵)۔

❖ اصغر گوونڈی کا شعر ہے:- دیر و حرم بھی منزل جاناں میں آئے تھے  
 پر شکر ہے کہ بڑھ گئے دامن بچا کے ہم

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) دامن بچانا = الگ رہنا، سلامت روی۔ (فیروز

اللغات، ص ۶۱۰)۔

○ قاتی بدایونی کا شعر ہے:- ہر تبسم کو چمن میں گریہ سماں دیکھ کر

جی لرز جاتا ہے ان غنچوں کو خنداں دیکھ کر

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (۱) جی لرزنا = خوف یا اندیشہ ہونا، ڈرنا۔ (فیروز

اللغات، ص ۵۰۳)۔

اردو ادب کے ہر شاعر کے کلام میں اسی طرح محاورات پائے جاتے ہیں لیکن محدود

تعداد میں۔ ان شعراء کے کلام میں زیادہ تر ”چبے چبائے“ ہی محاورات پائے جاتے ہیں۔

ایک ہی محاورہ کئی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا لطفِ جدت نایاب ہے۔ لیکن حضرت

رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں محاورات اور کہاوت کی اتنی کثرت ہے کہ

عقلیں دنگ ہیں۔ اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کے دیوان ہم نے طائرانہ نظر سے

دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا کہ ان کے کلام میں محاورات کا استعمال کرنے میں نخل سے کام لیا گیا

ہے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان ”حدائقِ بخشش“ کو ہم نے پہلے

سرسری نظر سے دیکھا۔ اس طرح کے مطالعہ میں ہم کو بہت سارے محاورات نظر پڑے لہذا

ارادہ کیا کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں استعمال شدہ محاورات کو چھانٹ کر

اس کی ایک فہرست مرتب کر لی جائے۔ بڑی اُمنگ، بڑے حوصلے اور شوق سے ہم نے اس

کام کو حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیض کے بھروسے پر شروع کیا۔ مسلسل

دو شب تک کام جاری رکھا۔ چند نعتوں کا محاورات ڈھونڈنے کے لئے گہری نظر سے معائنہ

کیا اور محاورات کی فہرست مرتب کرنی شروع کی، تو ایسا لگا کہ اس عنوان پر تو ایک ضخیم کتاب

مرتب ہو سکتی ہے۔ اتنی کثرت سے محاورات پائے گئے کہ ان تمام کو یہاں صرف اشارۃً یا

کنایۃً ذکر کرنا بھی ممکن نہیں۔ چند نعتوں میں ہی کئی صفحات بھر گئے۔ لہذا مجبوراً پوری

”حدائق“ سے محاورات الگ چھانٹ کر فہرست مرتب کرنے کا کام ادھورا چھوڑنا پڑا۔

حوصلہ جواب دے چکا۔ اگر کوئی صاحب قلم ہمت اور حوصلے سے یہ کام انجام دے تو ایک ضخیم کتاب اس عنوان پر مرتب ہو سکتی ہے، جو رضویات کے خزانے میں اضافہ کرے گی۔ ہماری اس تمہیدی گزارش کی شہادت ذیل میں درج حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار کے معائنہ سے حاصل ہو جائے گی کہ جب دو چار نظم میں محاورات کی اتنی بہتات و کثرت ہے تو پوری ”حدائق بخشش“ کا عالم کیا ہوگا؟

❖ حضرت رضا کے کلام میں محاورات کی جھلک :-

شعر نمبر	شعر از حدائق بخشش	شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کا مطلب	فیروز تعداد محاورہ
(۱)	دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا	تارے کھلنا = صاف رات میں تارے نکلنا	۱ صفحہ ۳۳۶
(۲)	تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا	قدموں میں = زیر سایہ منہ دیکھنا = صورت دیکھنا، چہرہ دیکھنا نظر پر چڑھنا = پسند آنا	۳ ۹۵۲ ۱۳۰۳ ۱۳۶۳
(۳)	تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا	ٹکڑوں پر پڑے ہونا = مفت کی روٹیاں کھانا ٹھوکر مارنا = ٹھکرانا جھڑکیاں کھانا = عتاب سننا صدقہ دینا = خیرات کرنا	۴ ۴۱۸ ۴۳۰ ۴۹۵ ۸۶۱
(۴)	دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا	دل اڑ چلنا = دل کا بے قابو ہونا بھاری ہونا = وزنی اور قیمتی ہونا	۲ ۶۳۲ ۲۲۹
(۵)	جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا	قیامت ہے = آفت ہے، بلا ہے جان جانا = وفات پانا، مرجانا مرنے کو ٹھہرا ہے = موت کے قریب ہے	۳ ۹۶۸ ۴۴۴ ۱۲۳۳

۲	۳۱۱	میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد	پہرا دینا = حفاظت کرنا، نگرانی کرنا
	۹۵۵	ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا	قسم کھانا = حلف اٹھانا، عہد کرنا
۳	۱۰۹۰	گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل لوٹ گئے	گردن جھکنا = مطیع ہونا
	۶۳۹	کشفِ ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا	دل لوٹ ہونا = فریفتہ ہونا، شہدا ہونا
			سر بچھنا = عاجزی و انکساری کرنا
۳	۳۵۷	شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے	جڑ کاٹنا = بنیاد کھودنا
	۹۳۶	کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا	فکر میں ہونا = خیال میں محو ہونا
	۱۳۹۳		نیچا دکھانا = شرمندہ کرنا
۳	۳۵	بازِ شہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی	آنکھ پھرنا = بیزار ہونا، رُخ پھرنا
	۹۱۵	دیکھ از جائے گا ایمان کا طوطا تیرا	غلام ہونا = تابع ہونا
	۸۸۱		طوطا از جانا = بدحواس ہو جانا
۲	۶۳۳	دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رنجیم	دل پر کندہ ہونا = دل میں بیٹھ جانا
	۱۱۳	لٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا	لٹے پاؤں پھرنا = فوراً واپس ہونا
۲	۶۶۶	دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دُھن ہے	دُھن ہونا = شوق ہونا
	۱۳۷۹	اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا	نمک چھڑکنا = تکلیف میں اضافہ کرنا
۳	۱۳۳۹	منجدھار پہ آ کے ناؤ ٹوٹی	ناؤ منجدھار میں پڑنا = سخت مشکل آن
	۱۳۲۳	دے ہاتھ کہ ہوں پار آقا پڑنا	
	۲۶۳		ہاتھ دینا = مدد دینا
			پار ہونا = مراد پا جانا، بچ جانا
۲	۳۲۵	ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری	پیٹھ ٹوٹنا = ناامید ہونا
	۲۲۲	لٹے یہ بوجھ اتار اتار	بوجھ اتارنا = چھٹکارا پانا
۲	۱۳۳۵	ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ	ہلکا ہونا = کم وزن ہونا
	۲۲۹	بھاری ہے تیرا وقار آقا	بھاری ہونا = وزنی ہونا



۲	۱۳۰۷	۲۲۵	(۱۵) پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا منہ نہ پڑنا = حوصلہ نہ ہونا دے دے ایسی بہار آقا بہار دکھانا = سماں دکھانا
۳	۱۳۷۹	۱۲۳۵ ۱۳۱۹	(۱۶) یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کافور ہاتھ آیا نمک چھڑکنا = تکلیف میں اضافہ کرنا دل زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا مرہم لگانا = زخم پر مرہم چھڑنا ہاتھ آنا = میسر ہونا، حاصل ہونا
۳	۲۳۰	۱۳۷ ۹۷۹	(۱۷) غم تو ان کو بھول کر لپٹا ہے یوں بھول جانا = یاد سے اتر جانا جیسے اپنا کام ہو ہی جائے گا لپٹ جانا = زبردستی کسی سے گتھ جانا کام ہونا = مطلب حاصل ہونا
۲	۱۳۵۹	۱۳۲۷	(۱۸) بے نشانوں کا نشان متا نہیں نشان فنا = نام و نشان باقی نہ رہنا متھے متھے نام ہو ہی جائے گا نام ہونا = شہرت ہونا
۲	۱۳۶۳	۹۷۹	(۱۹) عاقلو! ان کی نظر سیدھی رہے نظر سیدھی ہونا = مہربانی کی نظر ہونا بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا کام ہونا = مطلب حاصل ہونا
۳	۱۳۳۱	۱۲۹۱ ۷۶۰	(۲۰) الہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں ناز کرنا = لاڈ کرنا بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کجواب بصارت کا منتظر رہنا = امید میں رہنا آنکھیں بچھانا = نہایت تعظیم و تکریم کرنا
۲	۱۳۱۳	۱۶	(۲۱) اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے وقت ہونا = موقع ہونا دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا آرام ہو جانا = تکلیف کا دور ہونا
۲	۸۸۷	۱۳۷۳	(۲۲) مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی عادت پڑنا = عادی ہونا اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا نکما ہونا = بے کار ہونا
۱	۶۳۹		(۲۳) تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں دل میلا کرنا = دل کو اداس و متشکر کرنا کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا
۱	۵۳۷		(۲۴) فخر آقا میں رضا اور بھی اک نظم رفیع چہر لکھوانا = درج کروانا چل لکھا لائیں شاخونوں میں چہر تیرا

قارئین کرام کے میلان طبع کی خاطر مذکورہ نقشہ ہم نے صرف اس نیت سے پیش کیا ہے کہ ہر شعر میں کتنے محاورات ہیں اور ہر محاورے کا کیا مطلب ہے اور اس محاورے کے مطلب سے شعر کا مطلب کیا ہے؟ وہ باسانی سمجھ میں آجائے۔ مثلاً شعر نمبر ۲۳ ”تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں“ کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا“ اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں حضرت رضا دل کے میل یعنی گناہ، خیالات بد، بُرے ارادے وغیرہ صیقل ہونے کی گزارش اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کرتے ہیں اور مصرعہ ثانی میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! خدا آپ کا دل میلا نہیں کرتا۔ یہاں دل میلا ہونے سے مراد وہ نہیں جو مصرعہ اولیٰ میں ”دل کے میل“ سے ہے لیکن یہاں پر ”دل کا میلا نہ ہونا“ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے اور اس کا مطلب ہے دل کا اُداس نہ ہونا۔ مصرعہ ثانی میں حضرت رضا نے محاورے کا استعمال فرما کر شعر کو عظمتِ مصطفیٰ کی شان کے اظہار میں معنی خیز بنا دیا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کا مہربان خدا آپ کو کبھی اُداس اور مایوس نہیں کرتا۔

ہم نے اشعار میں محاورات کی نشاندہی کرنے والا جو نقشہ مرتب کیا ہے، اس کو دیکھ کر ”حدائقِ بخشش“ سے واقفیت رکھنے والے کسی صاحب کو یہ سوال ہوگا کہ اس نقشہ میں حدائقِ بخشش کی ابتدائی نعتوں کے ہی اشعار ہیں۔ دیگر مشہور نعتوں کے اشعار کیوں شامل نہیں کئے گئے؟ جو ابنا عرض ہے کہ ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے پورے دیوان ”حدائقِ بخشش شریف“ کے تمام اشعار میں مستعمل محاورات اور کہاوت کو الگ چھانٹ کر اس کی فہرست مرتب کریں اور اسی نیک ارادے سے ہم نے کام کا آغاز کیا۔ ”رضا اکیڈمی بمبئی“ نے حدائقِ بخشش کا جولا جواب و بے مثال نسخہ شائع کیا ہے، اس کو سامنے رکھا اور اشعار سے محاورات شمار کرنے شروع کئے۔ صفحہ نمبر ۱ سے صفحہ نمبر ۲۰ تک کی پانچ نعت اور تین منقبت کا ہی جائزہ لیا اور ان کے اشعار سے محاورات الگ کیے، تو ان کی تعداد ایک سو ایک (۱۰۱) پہنچ گئی۔ ہم نے صفحہ نمبر ۲۰ پر درج نعت شریف

”لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا“ تک محاورہ شماری کرنے کے بعد محاورہ شماری کا کام اس لئے روک دیا کہ صرف بیس (۲۰) صفحات کا جائزہ لینے کے نتیجے میں محاورات کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ سنیچری پوری ہو گئی، تو حصہ اول کے صفحات ۱۵۷ اور حصہ دوم کے صفحات ۱۳۷ ملا کر کل ۲۹۴ صفحات سے تقریباً ایک ہزار سے زائد محاورات برآمد ہونے کا امکان ہے۔ اور فی الحال یہ امر راقم الحروف کے لئے دشوار ہے۔ لہذا صرف بیس صفحات پر کام روک دیا۔ انشاء اللہ و انشاء حبیبہ (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک مستقل کتاب کی صورت میں یہ کام انجام دوں گا۔ فی الحال صفحہ نمبر ۲۰ تک کے کلام سے ۲۴ اشعار کا خاکہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ ۲۴ اشعار میں ۵۶ محاورات پائے جاتے ہیں۔ اس حساب سے ایک شعر میں دو محاورے سے بھی زائد کی اوسط (Average) پائی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا خاکہ میں ہر شعر کے سامنے شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کے معنی ”فیروز اللغات“ سے نقل کر کے صفحہ نمبر بھی درج کر دیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب حوالہ دیکھنا چاہیں تو ان کو آسانی رہے۔ الحاصل.....! حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الکلام کی شایانِ شان اپنے کلام میں محاورات کا ایسے حسین پیرائے میں استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، شیرینی اور تسلسل میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

## ”کلام رضا میں سنسکرت اور ہندی زبان کا استعمال“

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کے کلام میں عربی، فارسی، اردو، بھوجپوری اور سنسکرت زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت رضا مذہبیات میں امام العلماء والفضلاء کے درجہ اعلیٰ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ فن ادب اور مختلف زبانوں پر عبور رکھنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں سنسکرت اور ہندی کے الفاظ، محاورات اور کہاوت کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:-

☆ حدائق بخشش حصہ اول :- (شائع کردہ :- رضا اکیڈمی، بمبئی - ۱۹۹۷ء)

نمبر	صفحہ	شعر	شعر اختصار کے ساتھ	شعر میں مستعمل لفظ اور اس کے معنی	کونسی زبان	حوالہ
۱	۱	۲	دھارے چلتے ہیں	دھارا = چشمہ، منبع	سنسکرت	غیروزاللفغات صفحہ ۶۶۰
۲	۴	۳	جوت پڑتی ہے تیری نور	جوت = روشنی، اجالا، نور	ہندی	ص ۴۸۰
۳	۶	۱	کون سے چک یہ پہنچا نہیں	چک = قطعہ، پٹی، کاشت	ہندی	ص ۵۳۰
۴	۱۰	۳	برسا نہیں جھالا تیرا	جھالا = مقامی بارش	ہندی	ص ۴۹۰
۵	۱۳	۲	بل بے او منگر بے باک یہ زہرا تیرا	بل = زور، طاقت، قوت	سنسکرت	ص ۲۱۰
۶	۲۱	۴	تورے چندر چندر پرو کنڈل	چندن = صندل، صندل کی لکڑی	سنسکرت	ص ۵۳۷
۷	۷	۷	چندر = چاند، ماہتاب		سنسکرت	ص ۵۳۷
۸	۸	۷	کنڈل = دائرہ، چکر، ہالہ		سنسکرت	ص ۱۰۳۵
۹	۲۲	۲	پت اپنی پت میں کا سے کہوں	پت = مصیبت، آفت، دکھ	ہندی	ص ۱۷۷
۱۰	۱۰۱	۴	دیس کا جنگلا سنانے والے	جنگلا = ایک راگنی کا نام	ہندی	ص ۴۷۵
۱۱	۱۱۷	۲	قاتل ڈائن شوہر کش	ڈائن = جلاوگرنی بد صورت عورت	ہندی	ص ۶۷۷
۱۲	۱۱۳	۸	اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دودن	پاکھ = پندرہ روزہ، نصف ماہ	سنسکرت	ص ۲۶۵
۱۳	۱۱۶	۴	ڈر سمجھائے کوئی پون ہے	پون = ہوا، باد، سانس	سنسکرت	ص ۳۱۰
۱۴	۱۳۳	۳	جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے	پی = پریم، معشوق، پیارا	ہندی	ص ۳۲۲
۱۵	۱۱	۷	سہاگن = وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو		ہندی	ص ۸۲۳

۱۰۳۷ ص	ہندی	کنور = شہزادہ	// // //	// //	۱۶
۷۷۵ ص	سنسکرت	بھ = مبارک، مسعود	برسوں کہ یہ سمھ گھڑی پھری	۸	۱۳۸
۶۳ ص	ہندی	اُترن = پہننے ہو سچرانے کپڑے	جنہوں نے دولہا کی پائی اُترن	۲	۱۳۹
۷۰۴ ص	ہندی	فصل = موسم، سماں، فصل	کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی	۳	//
۴۶۶ ص	سنسکرت	جل تھل = پانی سے بھری ہوئی زمین	گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل	۸	//
۱۱۱۹ ص	ہندی	گھاٹ = دریا سے اترنے کا مقام	کے ملے گھاٹ کا کنارہ	۱	۱۵۳

ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر حدائق بخشش حصہ اول سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ حصہ اول، دوم اور سوم میں سنسکرت اور ہندی کے اتنے الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور جن اشعار میں سنسکرت اور ہندی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ ان اشعار کے چند الفاظ ذیل میں پیش ہیں۔

☆ حضرت رضا کے اشعار میں سنسکرت اور ہندی الفاظ :-

☆ بن ☆ کٹر ☆ بھیانک ☆ دھار ☆ پتیم ☆ باڑا ☆ مت ☆ چرن ☆ نکسال  
☆ سنسان ☆ پاٹ ☆ پتا ☆ چھالا ☆ موا ☆ دھوون ☆ ماتھا ☆ بھنور ☆ جنم ☆ داتا  
☆ باٹ ☆ پنگ ☆ کوپل ☆ ٹھگ ☆ کوڑی ☆ پت ☆ مد ☆ مدھ ☆ جڑاؤ ☆ گھپتا  
☆ پھانس ☆ کنول ☆ دھیان ☆ پتلا ☆ گھڑی ☆ سہاگ ☆ بھوکا ☆ لاج ☆ گتھی  
☆ ماتا ☆ پل ☆ جگنو ☆ بدرا ☆ چھینٹ ☆ گانٹھ ☆ مہاراجہ ☆ مکھ ☆ جگ راج ☆ بین  
☆ سیس ☆ چھوٹ ☆ دمک ☆ گودی ☆ سکھین ☆ گھٹا ☆ دیو ☆ سپنا ☆ رس ☆ بوٹی  
☆ ان داتا ☆ چنر یا ☆ دھان ☆ نین ☆ مالا ☆ ادھار ☆ کرپا ☆ نیر ☆ بھرن ☆ کتھا  
☆ برھا ☆ آنجل ☆ برکھا ☆ درشن ☆ نیا ☆ جیوں ☆ لہنا ☆ کلس ☆ چھاگل ☆ ناگنی



مذکورہ الفاظ کے علاوہ سنسکرت اور ہندی زبان کے بہت سارے الفاظ، محاورے اور کہاوت کو حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں ایسے حسن اسلوب سے استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبان دیگر ہونے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ شعر کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا بلکہ شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔

## ■ ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج تجارت، شاہی دربار کے طور طریقے اور دیگر معاملاتِ زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلامِ رضا میں تذکرہ

ہر انسان کو سماج اور معاشرہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ آدمی اکیلے پن سے گھبراتا ہے اور ڈر محسوس کرتا ہے۔ اپنی حفاظت، ترقی، فلاح، بہبود، خوشی، غم اور دیگر معاملاتِ زندگی آسانی سے طے کرنے کے لئے آدمی جماعتی زندگی بسر کرتا ہے اور جماعت، سماج، یا معاشرہ سے منسلک رہتا ہے۔ معاشرہ میں بہت سے رسم و رواج رائج ہوتے ہیں۔ ہر شخص حتی الامکان ان رسومات کی ادائیگی کر کے معاشرہ کے ساتھ اتفاق، انضمام اور انطباق ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شادی، بیاہ، تولد، موت، طلاق، لین دین، تعاون، مدد، جرم، سزا، حق تلفی، حق طلبی، تجارتی معاملات، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، وغیرہ امور میں آدمی سماجی رسم و رواج کو ملحوظ رکھ کر اس کی ادائیگی میں کوشاں رہتا ہے۔ ہر معاملہ کے تعلق سے سماج میں کوئی نہ کوئی رسم یا رواج متعین کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ رسم و رواج بطور سماجی قانون



کے ہر فرد کو معلوم ہوتے ہیں۔ ان سماجی رسومات میں سے کچھ شریعت کے مطابق ہوتے ہیں اور کچھ خلاف شرع بھی ہوتے ہیں۔

شاعر کا چونکہ معاشرہ سے سیدھا تعلق ہوتا ہے اور وہ جس طرح سماج میں رائج محاورات و کہاوت کو اپنے کلام میں نظم و پیوست کرتا ہے، اسی طرح وہ سماج کے رسم و رواج کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے کلام میں بیان کر کے سماج کے ساتھ اپنے گہرے تعلقات کا اظہار کرتا ہے۔ کبھی وہ تمثیل کے طور پر ان رسومات کا ذکر کرتا ہے تو کبھی خود کو درپیش معاملے کو ان رسومات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔ اردو ادب کے شعراء کے کلام میں رسم و رواج کے تعلق سے کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان اشعار کا پس منظر اکثر ان کا کسی کے ساتھ عشق کا معاملہ ہی ہوتا تھا۔ عشق مجازی کے نتیجے میں موصول وصل، ہجر، رنج، الم، وفا، جفا و دیگر کیفیات کا اظہار ان رسم و روایت کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً سماج کا رواج ہے کہ جانے پہچانے لوگ آپس میں ملتے ہیں تو دعا سلام کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی جانا پہچانا شخص دعا سلام کرنے کی رسم ترک کرتا ہے، تو اسے سماجی اعتبار سے بے لحاظ یا بے مروت سمجھا جاتا ہے۔

☆ کھیل بدایونی کا شعر ہے:- یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک

مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کو سلام کا جواب نہ دینے کے عوض بے رخی کا طعنہ دیا ہے۔ اردو ادب کے دیگر شعراء نے صف اول کے کلام میں ایسے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کے پس پردہ عشق مجازی کا جذبہ کارگر ہے۔

عاشق صادق وہ ہوتا ہے جس کا سراپا، جس کے ہوش و حواس اور اس کے تمام حرکات و سکنات یاد محبوب میں محو ہوتے ہیں۔ اس کو کائنات کے ہر ذرے میں محبوب کے ہی جلوے نظر آتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی معاملہ ہو، چاہے وہ ذاتیات سے متعلق ہو یا عمومی ہو، وہ ہر معاملے کو اپنے محبوب کے ساتھ محمول کریگا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا شعر

عشق حقیقی میں فنایت کی حد تک پہنچنے والے عاشق صادق میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے زندگی کے ہر محاذ پر اور ہر لمحہ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و ذکر کو اپنا سبب حیات و زندگی بنا رکھا تھا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں ہندوستانی رسم و رواج کے بیان میں کافی اشعار پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کا معائنہ کرنے سے صرف یہی بات سامنے آتی ہے کہ حضرت رضا نے ان رسومات کا ذکر بھی نہ کیا اور نہ ہی اپنے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عظمت کا اظہار کرنے کے لئے کیا ہے۔

### ❖ شادی کے رسومات :-

صرف ایک شادی کا ہی ذکر کر لے لو۔ جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو ڈھیر ساری رسمیں ادا کی جاتی ہیں مثلاً ❖ خوشی اور طرب کے سماں مہیا کئے جاتے ہیں ❖ جس گھر میں شادی ہوتی ہے اس گھر کو بھیجے گئے قہتموں سے مرنے کیا جاتا ہے اور رات کے وقت ان قہتموں کے ذریعہ رات کو جگمگاتی شب بنائی جاتی ہے ❖ دولہا دلہن کے لئے نئے نئے کپڑے اور خوشبو کا انتھام کیا جاتا ہے ❖ دولہا کے دوست احباب خادم کی حیثیت سے دولہا کو بھر مٹ میں لے کر نئے کپڑوں سے آراستہ کر کے دوہا بنانے کے لئے سجاتے ہیں ❖ دولہا جب نکاح خوانی کے لئے جاتا ہے تو اس کے ساتھ براق چلتے ہیں ❖ اس موقع پر دولہا کا صدقہ اتار کر بانٹا جاتا ہے ❖ اس خوشی کے موقع پر خیرات دی جاتی ہے ❖ نوشہ کے لئے پھولوں کا ہار گوندھا جاتا ہے ❖ دولہا کے ماتھے پر سہا باندا جاتا ہے ❖ عورتیں شادی کے گیت گاتی ہیں ❖ بینوں اور باجوں سے موسیقی کی مترنم دھن و نئے بجائی جاتی ہیں ❖ دولہا کے پاؤں دھو کر اس دھوون کا مکان میں چھڑکاؤ کیا جاتا ہے ❖ دولہا کی آمد پر پٹانے چھوڑے جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ تمام امور شادی بیاہ کے تعلق سے ہندوستانی رسم و رواج کے طور پر سماج و معاشرہ میں رائج ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان تمام رسم و رواج کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف میں ایسے حسین

انداز سے بیان کر دیا ہے کہ معاشرہ میں رائج رسم کو مثال بنا کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عظمت ظاہر فرمادی ہے۔ بہت ہی اختصار کے ساتھ مذکورہ چند رسومات سے متعلق حضرت رضا بریلوی کے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں:-

### ☆ شادی رچانا اور خوشی کا سامان مہیا کرنا:- (رسم)

(۱) وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نئے زالے طرب کے سامان عرب کے مہمان کے لئے تھے

(۲) وہاں فلک پر، یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھو میں

ادھر سے انوار ہنستے آتے، ادھر سے نجات اٹھ رہے تھے

### ☆ شادی والے مکان پر روشنی کرنا:- (رسم)

(۱) یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی

وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

### ☆ خوشبو اور نئے کپڑوں کا انتظام:- (رسم)

(۱) دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے

غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نانی بسا رہے تھے

(۲) خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی

وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

(۳) واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

### ☆ دوست خادم بن کر دولہا کو سجاتے ہیں:- (رسم)

(۱) خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم

جب ان کو جہر مٹ میں لے کے قدسی جنان کا دولہا بنا رہے تھے

### ❖ دولہا کے ساتھ براتی کا چلنا:-(رسم)

- (۱) تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
- لائی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا
- (۲) جھلک سی اک قدسیوں پر آئی، ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
- سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
- (۳) دولہا سے اتنا کہہ دو، پیارے سواری روکو
- مشکل میں ہیں براتی، پرخار بادے ہیں

### ❖ دولہا کے رخ کا صدقہ اور اترن خیرات کرنا:-(رسم)

- (۱) اتار کر ان کے رخ کا صدقہ، یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
- کہ چاند سورج چل چل کر، جبیں کی خیرات مانگتے تھے
- (۲) نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
- اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ
- (۳) جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
- مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

### ❖ دولہا کیلئے پھولوں کا ہار اور سہرا:-(رسم)

- (۱) کیا بنا نامِ خدا اسرا کا دولہا نور ہے
- سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا
- (۲) ادھر تھیں نذر شہ نمازیں، ادھر سے انعام خسروی میں
- سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے
- (۳) اجابت کا سہرا، عنایت کا جوڑا
- دلہن بن کے نکلی دعائے محمد (ﷺ)

✽ عورتوں کا شادی کے گیت گانا اور بینوں، باجوں پر موسیقی کی دُھن:- (رسم)

(۱) وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا

قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

✽ دولہا کے پاؤں کا دھون:- (رسم)

(۱) بچا جو تلووں کا ان کے دھون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن

جنہوں نے دولہا کی پائی اترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے

(۲) جس کے تلووں کا دھون ہے آب حیات

ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

✽ دولہا کی آمد پر پٹا خے پھوڑنا:- (رسم)

(۱) ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلگ

صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

**نوٹ:-** شلگ = بندو توں یا توپوں کی باڑ جو سلامی کے لئے چھوڑی جائے۔ (فیروز

اللغات، ص ۸۳۷)۔

(۱) اسرا میں نزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے

ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیئے ہیں

**نوٹ:-** سلامی = توپیں، بندو قیس، گولے چلا کر تعظیم کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (فیروز

اللغات، ص ۸۰۶)۔

مذکورہ اشعار میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندوستانی رسم و رواج

کے تحت شادی بیاہ کے سماجی رسومات کو کتنے نفیس انداز میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں ڈھال دیا ہے۔ چند اور رسم و رواج ذیل میں پیش ہیں:-

✽ پالتو کتوں کے گلوں میں پٹے:- (سماج میں رائج رواج)

ہر گاؤں اور شہر میں بلکہ ہر محلے اور گلی میں مفت کے چوکیدار کی حیثیت سے کتے پائے

جاتے ہیں۔ کسی اجنبی یا غیر مانوس شخص کو دیکھ کر کتا بھونکتا ہے اور کبھی کبھی کاٹ بھی لیتا ہے۔ کتا جب کاٹتا ہے تو اس کے کانٹے سے اتنی اذیت نہیں ہوتی جتنی اس کے علاج سے ہوتی ہے کیونکہ کتا کانٹے کے نتیجے میں Hydrophobia نہ ہو جائے اس لیے ناف کے نیچے چودہ (۱۴) دن تک روزانہ انجکشن لگوانا پڑتا ہے۔ جب کتوں کی کانٹے کی شہادت حد سے بڑھ جاتی ہے تب بلدیہ (Municipality) والے کتا گاڑی لے کر نکلتے ہیں اور کتوں کو پکڑ لیتے ہیں یا مار ڈالتے ہیں۔ لیکن جس کتے کے گلے میں پٹا ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں لہذا پالتو کتوں کے مالک اپنے کتوں کے گلے میں چمڑے کا پٹا باندھ دیتے ہیں۔ سماج کے رسم و رواج کے تحت یہ بات عام ہو گئی ہے کہ جس کتے کے گلے میں پٹا ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی کتا پالتو ہے، فالتو نہیں۔ بلدیہ والے بھی اس رواج سے واقف ہوتے ہیں لہذا وہ گلے میں پٹا پڑے ہوئے کتے کو نہیں مارتے۔ سماج کے اس رواج کو حضرت رضا بریلوی بارگاہِ نقوشیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اپنی عقیدت اور غلامی کا اظہار کرنے کی غرض سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے  
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

### ❖ عیب اور نقص والا مال خریدار واپس دے گا:۔ (سماج کا تجارتی دستور)

ہر شخص کو تجارتی امور کے تحت خرید اور فروخت کرنے کا سابقہ پڑتا ہے۔ سماج میں تجارت کا دستور ہے کہ کسی خریدار نے کسی دوکان سے کوئی چیز خریدی اور دوکاندار پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے دام بھی چکا دیئے اور جب وہ گھر آ کر اس چیز کو بکس یا پیکٹ سے نکالتا ہے تو وہ چیز نقص والی پاتا ہے۔ اس صورت میں وہ شخص دوکاندار کو وہ عیب دار چیز واپس پلٹا کر اپنا مول دوکاندار سے وصول کر لے گا اور دوکاندار عیب دار چیز کو واپس لینے اور مول چکانے سے انکار نہیں کر سکتا۔ سماج کے اس دستور اور رواج کو حضرت رضی اللہ عنہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:-



■ رکھے جیسے ہیں، خانہ زاد ہیں ہم

مول کے عیب دار پھرتے ہیں

اس شعر میں حضرت رضآنے بیع و شریٰ یعنی خرید اور فروخت کے تعلق سے فقہ کا ایک مسئلہ، قرآن مجید کی ایک آیت کا مفہوم اور چند احادیث کا مغز بیان کر دیا ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ شعر کی تفصیلی وضاحت کی جائے۔

❖ عید کا چاند نظر آنے پر مبارکباد دینا:۔ (رسم)

عید کا چاند نظر آتے ہی ماحول میں خوشی کی لہر پھیل جاتی ہے۔ عید کا چاند نظر آتے ہی ہر شخص خوشی میں مچلتا ہے اور اپنے دینی بھائیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ حالانکہ عید تو صبح کو ہے لیکن مغرب کے بعد سے ہی آپس میں مبارکبادی کی لین دین شروع ہو جاتی ہے۔ ہر شخص اپنے اقرباء اور رفقاء کو عید کی بشارت دیتا ہے۔ سماج کے اس رواج کو کلامِ رضا میں ملاحظہ فرمائیں:۔

■ عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال

ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

❖ میت کا آخری دیدار:۔ (رسم)

جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اسے غسل دے کر کفنا کر جنازے پر رکھا جاتا ہے اور جنازہ لے کر قبرستان میں دفن کرنے کے لئے روانہ ہونے سے پہلے میت کا آخری دیدار کرایا جاتا ہے۔ اعزاء، اقرباء، رفقاء اور خاص خاص لوگوں کو میت کا منہ دکھایا جاتا ہے اور مردے کا منہ دکھانے کے لئے اس کے چہرے سے کفن ہٹا دیا جاتا ہے۔ سماج میں اس کو آخری دیدار کی رسم کہا جاتا ہے۔ اس رسم کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شعر میں نصیحت آمیز انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ:۔

■ مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو

منہ دیکھ کے کیا ہوگا، پردے میں بھلائی ہے

(۲) آخری دید ہے آؤ مل لیں

رنج بے کار ہے کیا ہوتا ہے

☆ سہاگن اور بیوہ کے دوپٹے کا رنگ:- (رسم)

بیوہ عورت اکثر و بیشتر سیاہ رنگ کا دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ اس کے دوپٹے کے رنگ سے ہی اس کے بیوہ ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ جب کہ سہاگن رنگ برنگ کے دوپٹوں سے آراستہ ہوتی ہے، اسی سماجی رواج کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کے سیاہ غلاف اور گنبد خضراء کے سبز (Green) رنگ پر قیاس کیا ہے۔ جس کا آقا (خاوند) رخصت ہو جاتا ہے وہ عورت اپنے آقا کے ہجر میں سیاہ لباس اختیار کرتی ہے اور جو وصل کی لذتوں سے فیضیاب ہوتی ہے وہ سبز جوڑا زیب تن کرتی ہے۔ خانہ کعبہ کے غلاف کا سیاہ رنگ ہجر کی علامت اور گنبد خضراء کا سبز رنگ وصل کی کیفیت ظاہر کر رہے ہیں۔ اس تخیل کو حضرت رضا کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:-

دونوں بنیں سجلی انیلی بنی مگر

جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

(۲) سر سبز وصل یہ ہے، یہ پوش ہجر وہ

چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

☆ بادشاہوں کے دربار سے خطاب پانا:- (شاہی رسم)

بادشاہوں اور راجاؤں کے دربار کا دستور ہوتا ہے کہ کسی ذی علم، ماہر فن و ہنر، یا حکومت کے وفادار اور بہادر شخص کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کے لئے شاہی دربار سے اس کو کوئی نہ کوئی خطاب عنایت کیا جاتا ہے۔ مثلاً مغل بادشاہوں کی طرف سے ☆ خان بہادر ☆ رائے بہادر ☆ جنگ بہادر وغیرہ القاب دیئے جاتے تھے۔ ابوالحسن نام کے مشہور ظریف یعنی لطیفہ گو (Jocose) کو ”مُلا دو پیازہ“ کا لقب دیا گیا تھا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے ”سر“ (Sir) کا خطاب دیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں بھارت رتن، پدم شری، وغیرہ

خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ الغرض ہر حکومت کا دستور اور رواج ہوتا ہے کہ وہ ذی مرتبت شخصیتوں کی عزت افزائی کے لئے اس کی شایان شان خطاب عنایت کرتی ہے۔ دنیا کے شاہی درباروں کے اس دستور کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس انداز سے بیان کیا ہے:-

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب  
خسرو خیل ملک، خادم سلطان عرب

### ❖ انعام و اکرام پر بادشاہ کی واہ واہ:- (رسم)

جب کوئی بادشاہ کسی شخص پر فیاضی کرتے ہوئے اسے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے تو بادشاہ کی فیاضی کا شہرہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کے درباری اور رعیت بادشاہ کی فیاضی کی ہر جگہ تعریف کرتے ہیں۔ ایسی تعریف کو عوامی محاورے میں واہ واہ کرنا کہا جاتا ہے (فیروز اللغات، ص ۱۴۰۴)۔ بادشاہ کی فیاضی کی واہ واہ کر کے اس کی سخاوت کو داد و تحسین دینا اور بادشاہ کو مزید سخاوت کرنے کے لئے ابھارنا ہندوستانی عوام میں رسم و رواج کے طور پر رائج تھا۔ اسی رسم و رواج کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوب و کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بیان کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعام و اکرام پر صدقے اور قربان ہونے اور دونوں عالم میں ”واہ واہ“ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:-

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے

ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

یہاں چند اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ والرضوان

کے کلام میں ایک سو (۱۰۰) کے قریب اس قسم کے اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو

یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہذا چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

■ سانلو دامن سخی کا تھام لو،

کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

■ تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا،

سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست

■ مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن،

گیا جو کاسہ مہ لے کے شب گدائے فلک

■ وردیاں بولتے ہیں ہر کارے،

پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

■ دستگیر ہر دو عالم کر دیا سبطین کو،

اے میں قرباں جان جاں انگشت کیالی ہاتھ میں

■ میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو،

کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

■ بہ ادب جھکا لوسرولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا،

گل تر محمد مصطفیٰ چمن ان کا پاک دیار ہے

■ اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ،

دم گھٹنے لگا ظالم، کیا دھونی رمانی ہے

■ جارو کشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے،

وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے

■ برسے کرم کی بھرن، پھولیں نعم کے چمن

ایسی چلا دو ہوا، تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں سب سے آخری شعر میں لفظ ”بھرن“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر

میں لفظ "بھرن" سے ایک مراد بارش برسانے کی ہے اور دوسری مراد لفظ "بھرن" سے اس ہندوستانی رسم و رواج کی طرف اشارہ ہے، جو راجستھان کے راجاؤں میں رسم راج تھی۔ جب کوئی شخص راجاؤں کے حضور خراج و نذر پیش کرتا، تو راجاؤں کا دستور تھا کہ وہ ایسے شخص کو اس کے حسب مرتبہ "بھرن" عطا کرتے یعنی انعام، اکرام اور خلعت سے نوازتے۔ بھرن ایک پیمانہ (Goblet) ہوتا تھا جو لگن یعنی بڑے پیالے کی طرح ہوتا تھا۔ اس میں روپے، جواہرات، اور دیگر اشیاء بھر کر دی جاتی تھیں۔ اس کو "بھرن دینا" یا "بھرن برسانا" بھی کہا جاتا ہے۔ صوبہ راجستھان کے میواڑی راجاؤں میں یہ رسم و رواج آزادی ہند تک جاری تھی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس رواج کی جھلک اپنے شعر میں پیش فرمائی ہے۔

## ■ "حضرت رضا نے فن شاعری کس طرح سیکھی"

فن شاعری میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مہارت، قادر الکلامی، عبور، سخن وری، جملہ اصناف پر طبع آزمائی، تمام صناعات میں بے نظیر شعر گوئی، عظیم اشعار میں کامل طور پر دسترس وغیرہ محاسن کو دیکھ کر ہر کوئی شخص یہ سوچتا ہوگا کہ فن شاعری میں آپ کا استاد کون تھا؟ اور آپ اپنے اشعار کی اصلاح کے لئے کس کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اس فن کے لئے کسی کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کئے اور نہ ہی کسی سے اصلاح کرائی ہے بلکہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل شدہ کثیر علوم و فنون میں فن شاعری بھی شامل تھی۔ اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

☆ جبیں طبع ہے نا سودہ داغ شاگردی

غبارِ منتِ اصلاح سے ہے دامن دور (حدائق، حصہ ۳، ص ۳۴)

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاگردی کے کلنگ کے

ٹپکے سے میری جبیں یعنی پیشانی سیاہ نہیں بلکہ طبع ہے یعنی اچھے نشان سے سرشت ہے۔ اور اصلاح کی منت کے غبار سے میرا دامن بھی دور یعنی بے داغ ہے۔ یہ حقیقت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے کبھی بھی شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ شاعری بھی جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کے لئے ہی نظم فرمائی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ آپ کا غذا اور قلم لے کر شاعری لکھنے کے لئے بیٹھتے نہ تھے، جیسا کہ اکثر شاعروں کا دستور ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت رضا بریلوی شاعری کس طرح کرتے تھے وہ خود انہیں کے مبارک الفاظ میں سماعت فرمائیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

✽ مگر جو ملہم غیبی مجھے بتاتا ہے

زباں تک او سے لاتا ہوں میں مدح حضور (صداق، ص ۳۲) میں  
یعنی الہامِ غیبی سے مجھ کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے، اس کو میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و مدح کے طور پر اپنی زبان پر لاتا ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ:-

✽ جو اذن بارگہ شاہ سے ملے مجھ کو

سناؤں مطلع برجستہ رشک مطلع نور

یعنی شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ سے مجھے اجازت ملے  
اجازت پاتے ہی برجستہ یعنی فی الفور یعنی اسی وقت مطلع یعنی غزل کا پہلا شعر سنا دوں اور  
اس پہلے شعر پر نور کا مطلع بھی رشک کرے۔ اس شعر کی تشریح فقیر کی کتاب ”عرفانِ رضا  
مدحِ مصطفیٰ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فنِ شاعری میں بے مثالی حیثیت ہونے  
کے باوجود آپ نے اپنی باکمال سخن وری پر کبھی بھی غرور و گھمنہ نہیں کیا اور نہ ہی اپنے آپ  
شعراء کی صف میں داخل مانا، نہ آپ نے کبھی یہ کوشش کی کہ اربابِ فن و سخن آپ کی شاعر  
کو داد و تحسین دیں اور آپ بحیثیت شاعر مشہور ہوں۔ اسی لئے آپ نے شاعروں  
تعلقات قائم نہیں کئے اور شاعروں کے ساتھ نشست و برخاست سے آپ ہمیشہ کنارہ کش



رہے۔ بلکہ ازراہ تواضع اور انکساری آپ نے فنِ شاعری سے اپنے بجز اور بے شعوری کا اظہار کیا ہے۔ خود فرماتے ہیں:-

- ☆ نہ لفظ سُستہ نہ مضمون کوئی نہ بندش چست
- ☆ نظامِ نظم نہ مجھ سے نہ شاعری میں شعور
- ☆ رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیواں سے
- ☆ ہمیشہ صحبتِ اربابِ شعر سے ہوں نفور
- ☆ نہ اپنے کاموں سے تضييع وقت کی فرصت
- ☆ نہ اپنی وضع کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور
- ☆ رہے وبال سے اس کے تجھے سبکدوشی
- ☆ کہ ویسے ہی ہے گراں سر پہ بارِ جرم و قصور
- ☆ علوم میں ہو تاجر تو ورثہ آباء
- ☆ ڈبوؤں آبرو کیوں کر کے بحرِ شعر عبور

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری وہی تھی۔ خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوبِ اعظم کے عاشقِ صادق کو وہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں کہ فنِ شاعری کے میدانِ سخن گوئی میں رضا کا کوئی مددِ مقابل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں صرف ”آمد ہی آمد“ کا شور شورہ ہے ”آورد“ کا نام و نشان نہیں۔ آپ کا جملہ کلام دیوانگی عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور کیفیت سے سرشار ہے۔ آپ اپنی اس دیوانگی عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر اپنے کلام میں تمام مقامات میں سراپا عشق و محبت نظر آتے ہیں لیکن عشق کی سرمستی میں آپ ذرہ برابر بھی بہکے نہیں بلکہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کو اختیار کر کے قرآن مجید سے محبوبِ صاحبِ قرآن کی مدح و ثنا کی ہدایت پائی اور اسی ہدایت کی رہنمائی میں آپ نے جوشِ اُلفت پر ہوشِ حدودِ شریعت کی لگام لگا کر دیوانگی میں بھی فرزانگی کا مظاہرہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند پایہ تخیلِ عشق کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو نعتیں نظم کی ہیں، ان میں آپ کا بڑے سے بڑا

مخالف بھی صرف نظر کر کے آپ کی کمال گوئی میں کوئی نقص نکال نہیں سکتا۔ آپ کے کلام کو میزان شریعت میں تول کر ٹولا جائے تو ایک شعر تو کیا بلکہ ایک لفظ بھی ایسا نہ پایا جائے گا کہ کسی مخالف یا نقاد کو انگلی رکھنے کی جگہ ملے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام اردو ادب میں حرفِ آخر کی حیثیت کا حامل ہے۔ اردو شاعری کے وہ سارے اوصاف جو اردو کے نامور شعراء کے کلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ تمام اوصاف حضرت رضا بریلوی کے کلام میں مجتمع ہو گئے ہیں۔ جن اوصاف پر اہل زبان کو ناز تھا، ان تمام اوصاف کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں ایسے حسین اور اچھوتے انداز سے جمع فرما دیا ہے کہ اردو ادب کے ان اوصاف کو بھی کلام رضا پر ناز ہے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شوخی طبع کے باوجود عروسِ فن شاعری کو نعت گوئی کے تقدس اور احترام کے گوہر بے بہا کے زیورات سے آراستہ کر کے اس کے حسن و جمال کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ جن صناعات میں شعر گوئی بڑے بڑے شاعروں کے لئے لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھی، ان صناعات میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو شعر گوئی کا کامل ملکہ تھا۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری سے اردو ادب کو تقویت اور زینت بخشی بلکہ نعتیہ شاعری کو ایک مستقل فن کی حیثیت دیتے ہوئے نعتیہ شاعری کی نسیم عشق سے اردو ادب کو بہارِ جانفزا سے روشناس کرایا۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گوہرِ بارِ قلم عشق سے اردو ادب کے دامن کو فن کے جواہرات سے بھر دیا۔ شاعری کی سنگلاخِ ابھار میں اشعارِ نظم کر کے ویران اور بنجر راہوں پر عشقِ رسول اور فراقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بہنے والے اشکوں کی آبشاری کر کے، اُسے آبِ حیات کا تحفہ دے کر، اُسے عروج و ترقی کی راہ پر گامزن کیا اور اس راہ میں عشقِ رسول کے شاداب پھول اور سایہ دار شجرِ ثمر دار کھلائے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تمام کلام عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور درد و سوز کی دولت سے مالا مال ہے۔ آپ نے عشق کی مخصوص حالت و کیفیت سے متاثر ہو کر جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اتنا بہترین ہے کہ اغیار کو بھی مجبور ہو کر آپ کے کلام کو دادِ تحسین دینی پڑی۔ آپ کی شاعری اردوئے معلیٰ کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ اور رہتی دنیا تک ادب اور اہل

ادب حضرت رضا کے مرہون منت رہیں گے۔

## ■ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر

### شہرت کیوں نہیں دی گئی

اوراقِ سابقہ میں قارئین کرام نے فنِ وادب کے اعتبار سے اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء اور حضرت رضا کے مابین تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمایا۔ یہاں تک کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر و ثابت ہو چکی ہوگی کہ شعر گوئی کی راہ میں فنِ وادب کے اعتبار سے حضرت رضا کی حیثیت میر کارواں کی رہی ہے۔ بلکہ رہبرِ کامل کی حیثیت سے آپ قیامت تک ہونے والے شاعروں کے مقتدا بن کر رہیں گے۔ اردو شاعری کی شاید ہی کوئی ایسی صنعت ہوگی جس کو حضرت رضا نے مزین و آراستہ نہ کیا ہو۔ جب کہ اردو ادب کے صفِ اول کے شاعر کہلانے والے نامور شاعروں کے دیوان اردو شاعری کی بہت سی صناعات سے محروم ہیں۔ اردو ادب کے نامور شعراء فنِ وادب کے اعتبار سے جو کمال ”عشق مجازی“ میں کی گئی شاعری میں مجموعی طور پر بھی پیدا نہ کر سکے، اس سے بڑھ چڑھ کر کمال و حسن حضرت رضا بریلوی نے تن تنہا ”عشق حقیقی“ میں کی گئی شاعری میں دکھا دیا ہے۔ جن شاعروں کو بڑے بڑے اور وزنی خطابات سے نواز کر ان کے نام سے منسوب اکیڈمیاں، ادارے، اسکول وغیرہ قائم کرنے میں اہل ادب فخر محسوس کرتے ہیں، وہ تمام شعراء فن و ادب کے اعتبار سے حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقابلے میں آفتاب کے سامنے چراغ کی طرح ہیں لیکن افسوس ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا مبارک نام سیر فہرست درج کرنا تو درکنار، شعراءِ اردو ادب میں حضرت رضا بریلوی کا شمار کرنے، کرانے میں بھی تعصب کے جذبے کے تحت قصداً انحراف کیا جا رہا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے ساتھ

کی جانے والی نا انصافی کی چند وجوہات ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنی شاعری کو اپنے مسلک حق کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنانے کے ساتھ ساتھ عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم گیر پیغام کا واسطہ قرار دیا اور احکام شریعت اور آداب عشق رسول کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے کلام کو صرف اور صرف ”عشق حقیقی“ تک محدود رکھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے کمال فن کا یہ عالم تھا کہ فن اور ادب کے اعتبار سے بھی آپ تمام دل پھینک اور مجازی عشق کے متوالے شاعروں پر چھا گئے۔ جو رنگینی اور رعنائی عشق مجازی میں شعر گو شعراء پیدا نہ کر سکے، وہ حضرت رضا بریلوی نے عشق حقیقی میں کی گئی شاعری میں پیدا کر دیا۔ اور یہ دنیائے ادب کے لئے ایک چیلنج تھا۔ علاوہ ازیں حضرت رضا بریلوی نے جو زمانہ پایا وہ برطانوی حکومت کی غلامی کا دور تھا۔ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے زوال کا دور تھا لیکن اس کے باوجود علمی تہذیب اور فنون لطیفہ کی دلکشی کا حسن برقرار تھا۔ حالانکہ فن و ادب پر ماحول کی پراگندگی اثر پذیر تھی۔ شرعی اعتبار سے ہزاروں عیوب شامل تھے۔ اس کے باوجود بھی شعر و سخن کا چرچا تھا اور بزم شعر و سخن سابقہ طمطراق قائم رکھتے ہوئے گرم تھیں۔ معاشرے پر سخن گوئی اور زبان دانی کا تسلط تھا۔ اگر حضرت رضا اپنی تمام تر صلاحیتوں اور بی شمار خوبیوں کے ساتھ صرف شعر گوئی میں ہی مصروف رہتے تو آپ کا کوئی مقابل ہی نہ تھا۔ لیکن آپ نے ایسی محفلوں سے اعراض و احتراز فرمایا بلکہ دنیا کے عشق میں الجھے شاعروں کی صحبت سے بھی اجتناب کیا اور آپ زہد و تقویٰ اور روحانی تصرفات کی عملی مثال بنے رہے۔ اور اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو ملت اسلامیہ کی صحیح خدمت اور رہنمائی میں صرف فرمایا۔ فرقہ نجدیہ، وہابیہ و دیگر باطل فرقوں کے اٹھتے ہوئے سیلاب کے سامنے آپ اپنی چٹان کی طرح جھے رہے اور ملت اسلامیہ کی ایک بھاری اکثریت کو بے دینی کے سمندر میں غرق ہونے سے بچا کر صحیح و سالم کنارے تک پہنچایا۔ صد ہا فتنوں کا سد باب اور استیصال فرمانے میں آپ ہمہ وقت ایسے منہمک رہے کہ شاعرانہ تخلیقات کی طرف آپ کو توجہ کرنے کا وقت ہی نہ تھا۔ آپ شعر گوئی کے لئے وقت

نکال کر کاغذ اور قلم لے کر تخلیق اشعار میں مجھد ہو کر بیٹھتے نہیں تھے۔ البتہ آپ نے عشق رسول کے جذبے کے تحت کثرت سے اشعار گوئی فرمائی ہے لیکن آپ کی تمام شاعری عشق رسول کی نشر و اشاعت اور بارگاہ رسالت کے گستاخوں کی ہجو اور تذلیل میں ہے اور اس طرح آپ نے اپنے عقائد حقہ کا بے لاگ اظہار فرمایا۔ حضرت رضا بریلوی نے سنت اسلامیہ کو جو علمی سرمایہ دیا ہے، وہ اتنا سمد اور وسیع ہے کہ تمام عالم اسلام کے علماء حضرت رضا بریلوی کی علمی وجاہت اور شان تجدید کے معترف اور مداح ہیں۔ آپ نے اپنے تبحر علم اور وہی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں ذہنی اور ایمانی انقلاب پیدا کر کے عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ قلوب مسلمین میں اس طرح نقش فرمادیا کہ بے دینی کے فتنوں کے سیلاب اس نقش کو کبھی مٹا نہیں سکتے۔ حضرت رضا بریلوی اپنی بے لوث دینی اور علمی خدمات کی وجہ سے ”عالم دین“ کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اور آپ کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ عوام نے انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے جانا ہی نہیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلنا اختیار کر کے مجازی راہ سخن سے اعراض فرما کر، نعت رسول اور تذلیل گستاخ رسول کو موضوع سخن بنا کر ”کلک رضا“ کے جو جو ہر دکھائے ہیں، اس کی تاب لانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ حضرت رضوانے دین کے معاملے میں کسی کی بھی رعایت نہ کی اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے کو خاطر میں لائے بلکہ پورے طنطنہ اور طمطراق کے ساتھ اپنے کلک خنجر خونخوار برق بار سے صدائے چقا چاق بلند فرماتے رہے اور آپ کی اس حق گوئی اور صداقت پسندی کی وجہ سے آپ بہت سے حلقوں میں مورد طعن و مخالفت رہے اور آپ کی شاعرانہ مقبولیت کی راہ میں حائل ہونے والا یہی بڑا سبب ہے۔ مسلکی اختلاف رکھنے والوں نے تعصب اور تنگ نظری کی راہ اپنا کر ایک منظم سازش کے تحت حضرت رضا بریلوی کی شاعرانہ شخصیت کو نارواداری، ناانصافی، نا



التفاتی اور نا حق شنای کی دبیزتہ کے تحت نہاں کر دینے کی مہم چلائی اور فن و ادب کے دامن کو بھی داغدار کیا۔ عدل و انصاف کا تو تقاضا یہی تھا کہ مسلکی اختلاف کی چشم مخالفت سے عصیت کی عینک ہٹا کر غیر جانبدارانہ طور پر فن و ادب کے اعتبار سے حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کا جائزہ لینے میں اہل ادب تامل نہ کرتے اور فن و ادب کے کمال کی میزان میں حضرت رضا کے کلام اور دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام کا توازن کرتے۔ لیکن براہو اس تنگ نظری اور تعصب پذیر ذہنیت کا جس نے فن و ادب سے وابستگی رکھنے والے ذی شعور طبقے کو بھی طوطا چشمی کے مرض میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ فن شاعری کی تمام صنعات میں کہے گئے حضرت رضا بریلوی کے ااجواب اشعار پر اہل ادب فخر کرتے اور ان اشعار کو بطور مثال پیش کرنے کہ اردو ادب میں ایک ایسا عظیم سخن ور پیدا ہوا ہے، جس نے تمام صنعات میں اشعار کہہ کر فن شاعری کو سر بلندی بخشی ہے لیکن وائے! حسرتا! حضرت رضا بریلوی سے مسلکی اختلاف کے تعصب کی بنا پر حضرت رضا جیسے ”امام فن و ادب“ کو شاعروں کے زمرے میں شمار کرانے سے بھی گریز کیا جا رہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ کچھ جبلاء اور کم فہموں کو حضرت رضا بریلوی کے کلام پر مضحکہ خیز اعتراضات قائم کرنے کیلئے متعین کر رکھا ہے۔

## ■ حضرت رضا کے ایک شعر پر اعتراض

کچھ لوگوں کی یہ ذہنیت ہوتی ہے کہ تعصب کی بنا پر اعتراض برائے اعتراض کرنا۔ پھر چاہے اس اعتراض کا ”سرنہ پیر“ کچھ بھی نہ ہو۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مسلکی اختلاف رکھنے والے گروہ کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ حضرت رضا بریلوی جیسی ذی وقار شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے کسی نہ کسی بہانے اعتراض و نکتہ چینی کرنا۔ خصوصاً فرقہ نجدیہ و ہابیہ دیوبندیہ تبلیغیہ کے قبعین اور ان کے ہمنوا ہمہ وقت حضرت رضا بریلوی کے دامن تقدس کو بے تکی اعتراضات سے تارتار کرنے کی سعی ناکام کرتے رہتے ہیں۔ پھر



چاہے ان کے قائم کردہ اعتراض ”منہ میں آیا سو بک دیا“ ثابت ہو اور ان کے قائم کردہ اعتراض سے خود ان کے ”منہ میں کالک لگ جائے“۔

۱۹۹۶ء میں راقم الحروف کی قسمت کی معراج ہوئی اور اس عبد مذنب کو رشک جنت اور افضل مقام کائنات، شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار عالی کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ سے واپسی پر جدہ شریف میں میرے مخدوم و محترم، ناصر مسلک اعلیٰ حضرت، میرے برادر طریقت، حضرت قبلہ سید شوکت حسین صاحب نوری دامت برکاتہم القدسیہ کے اصرار پر چار گون تک ان کے دولت کدہ پر فقیر کا قیام رہا۔ سید شوکت صاحب کے دولت کدہ پر روزانہ شب میں علمی محفل جمتی تھی۔ خوش قسمتی سے جناب شیخ بدرالدین صاحب قبلہ کی ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ شیخ بدرالدین صاحب کا جدہ شریف میں وسیع حلقہ ہے۔ ان کو اکثر و بیشتر ایسے افراد سے سابقہ پڑا کرتا ہے، جو امام عشق و محبت حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے بغض و عناد رکھتے ہیں اور گاہے گاہے اعتراضات کی بھرمار کرتے رہتے ہیں۔ محترم و مکرم شیخ بدرالدین صاحب قبلہ نے ایسے کئی اعتراضات کا فقیر سے تذکرہ کیا اور ان اعتراضات کے معقول جوابات طلب فرمائے۔ فقیر سراپا تقصیر نے اپنی علمی بے مانگی کے باوجود ان تمام اعتراضات کے کافی، وافی اور شافی جوابات پیش کیے۔ اعتراضات اور ان کے جوابات کا سلسلہ چار شب تک جاری رہا۔ تمام گفت و شنید کو ٹیپ کر لیا گیا۔ ان اعتراضات میں ایک اعتراض حضرت رضا کے ایک شعر پر تھا۔ جس کی تفصیل ذیل میں مرقوم ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مشہور و معروف نعت شریف ”چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے“ مراد ل بھی چمک دے چکانے والے“ اس نعت کا ایک شعر ہے ”حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا“ ارے سر کا موقع ہے او جانے والے“۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لبریز حضرت رضا بریلوی کے اس شعر پر وہابیوں نے اعتراض کیا ہے کہ اس شعر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کی توہین کی گئی ہے۔ اعتراض سن کر

تعب ہوا کہ سراسر عشق سے بھرے ہوئے شعر میں توہین کا شائبہ تک نہیں۔ لہذا ہم نے عرض کیا کہ اس شعر میں ایسی کوئی بات ہے جو باعث توہین ہے؟ جواب ملا کہ حضرت رضا بریلوی ”ارے سر کا موقعہ ہے اوجانے والے“ کہہ کر ادب کے نام پر زائرین مدینہ طیبہ کو جانوروں کی ہیئت تعلیم کر رہے ہیں۔ کیونکہ سر کے بل چلنا جانوروں کی ہیئت ہے۔ بندر (Monkey) شرارت کرتے ہوئے سر کے بل یعنی الٹا ہو کر چلتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حاکم یا معزز شخص کو ملنے کے لئے جائے اور سر کے بل چلے تو حاکم کے دربار کی بے عزتی ہے۔ لوگوں کا ہجوم تماشا سائی کی حیثیت سے جمع ہو جائے گا کہ آج حاکم کے دربار میں کوئی مسخرہ آپہنچا ہے۔ حاکم بھی نجلت اور شرم محسوس کرے گا کہ اس کے دربار کو مورد تمسخر بنایا گیا ہے۔ بلکہ اس طرح سے آنے والے پر حاکم غضبناک ہوگا کہ جانوروں کی ہیئت سے کون آیا ہے؟ اس طرح الٹا ہو کر چل کر اس نے ہمارے دربار کا مذاق اڑا کر ہماری شان میں توہین کی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں سر کے بل چل کر جانے سے بھی یقیناً توہین ہوتی ہے۔ اعتراض کی مذکورہ وضاحت سن کر ہم واقعی ششدر رہ گئے۔ ہمارے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ حضرت رضا کے شعر پر مخالفین ایسا گھنونا اعتراض کریں گے۔

جواباً ہم نے عرض کیا کہ جناب! حضرت رضا بریلوی کے شعر میں جو کہا گیا ہے کہ ”ارے سر کا موقعہ ہے اوجانے والے“ یہ بتقاضائے ادب و احترام کہا گیا ہے اور اردو زبان میں ”سر کے بل چلنا“ اور ”سر سے چلنا“ یہ دونوں جملے محاورات سے ہیں۔ ان محاورات کا مطلب ہے ”بے حد تعظیم و تکریم سے جانا“ (فیروز اللغات ص ۷۹۲)۔ شعر میں یہ نہیں کہا گیا کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر اٹھا کر جانوروں کی ہیئت سے چلو بلکہ اردو زبان کے محاورے کا فن و ادب کے اعتبار سے استعمال کر کے یہ کہا گیا ہے کہ ”نہایت تعظیم و تکریم سے مدینہ منورہ میں جانا“۔ ہم نے سوچا کہ شعر میں مستعمل محاورے کے معنی اور وضاحت سے معترض صاحب کے اعتراض کا اطمینان بخش جواب دے دیا گیا ہے لیکن اعتراض برائے اعتراض کا سلسلہ قائم رکھتے ہوئے ایک نیا شوشہ نکالا گیا کہ ہمدانی صاحب! آپ محاورے

کی بات جانے دو۔ اگر کوئی شخص شعر میں استعمال شدہ محاورے کے مطلب سے آگاہ نہ ہو اور وہ شخص اس شعر کے جملے کا ظاہری معنی اخذ کر کے، مولانا احمد رضا بریلوی کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مدینہ شریف میں سر کے بل چلے، تو کیا حشر ہوگا؟ ایام حج میں لاکھوں کی تعداد میں زائرین کرام کا مدینہ منورہ میں ہجوم ہوتا ہے۔ لوگوں کی کثرت اور بھیڑ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ راستہ چلنے میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کوئی شخص مولانا احمد رضا بریلوی کے شعر پر عمل کرتے ہوئے الٹا ہو کر سر کے بل چلے، تو ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ لوگ حیرت اور تعجب میں پڑ جائیں گے کہ یہ کون دیوانہ یا مسخرہ آ گیا ہے، جو جانوروں کی ہیئت اپنائے ہوئے ہے۔ اس شخص کو قریب سے دیکھنے کے لئے لوگ تماشا کی شکل اختیار کرتے ہوئے شور و غل مچائیں گے، لوگوں کی بھیڑ لگ جائے گی، دھکا دھکی ہوگی، لوگ ایک دوسرے پر گریں گے، جھگڑا اور فساد ہو جائے گا اور حرم شریف کا احترام ملحوظ نہ رہے گا۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا ادب کا بہانہ بنا کر لوگوں کو جانوروں کی ہیئت سکھا کر در پردہ دربار رسالت کی بے عزتی اور توہین کر رہے ہیں۔

اب بات بہت ہی نازک موڑ پر آ گئی تھی۔ ہم نے ہر چند سمجھانے کی سعی کی کہ جناب! شعر میں استعمال کردہ محاورے کے الفاظ سے نہیں بلکہ اس کے مطلب اور مفہوم سے استدلال کرنا چاہئے اور اس ضمن میں ہم نے کئی محاورات بطور مثال پیش کیے لیکن ہماری ایک بھی نہ سنی گئی اور اسی بات پر اصرار ہوتا رہا کہ جانوروں کی ہیئت سکھائی جا رہی ہے۔ اب ہم بھی پریشان کہ اس عقدہ کو کس طرح حل کریں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کا تصور کیا اور ان کی بارگاہ میں استدعا کی کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کے اشعار کا صحیح مفہوم و مطلب جان سکوں اور کسی کو سمجھا سکوں۔ آپ اپنا فیض جاری کرو اور اپنے در کے سوالی اور منگتا کے دماغ میں مدلل جواب القافر ماؤ تا کہ آپ کا یہ غلام آپ کے شعر پر عائد اعتراض کا مثبت اور مسکت جواب دے سکے۔ ہماری اس التجا پر ”فیض رضا“ جاری ہوا اور ہمارے ذہن میں شعر کا جو مفہوم آیا اس کو جواباً پیش کرتے ہوئے ہم نے عرض کیا کہ جناب! پہلے آپ یہ

بتائے کہ عشق کے جو دو مقام ہیں یعنی (۱) مقام ادب اور (۲) مقام فنا۔ ان دونوں میں کس کا درجہ اعلیٰ ہے؟ جواب ملا کہ ”مقام فنا“ کا۔ ہم نے کہا الحمد للہ! یہ حضرت رضا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض و کرم ہے کہ حضرت رضا بریلوی کی شخصیت کو جتنی دبانے کی کوشش کی جاتی، اتنی ہی ان کی شخصیت اُبھرتی ہے۔ چونکہ حضرت رضا کا یہ شعر مقام ادب میں ہے لیکن اب اس شعر پر اعتراض عائد ہوا ہے لہذا اب یہ شعر مقام ادب سے نکل کر مقام فنا کا شعر ہو گیا۔ ہم سے سوال ہوا ”وہ کس طرح؟ ہم نے کہا کہ جناب! اب آپ پھر سے ایک مرتبہ اس شعر کا مطلب بیان کرو۔“

مطلب بیان کیا گیا کہ ”مولانا احمد رضا بریلوی مدینہ منورہ میں جانے والے کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے مدینے میں جانے والے! حرم کی زمین میں قدم رکھ کر مت چلنا بلکہ یہ موقع سر سے چلنے کا ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ نے شعر کا جو مطلب بیان فرمایا ہے وہ مطلب مقام ادب کا ہے۔ حالانکہ یہ شعر مقام فنا کا ہے۔ اور شعر کو مقام فنا میں شمار کرنے پر شعر کا مطلب ہی دیگر ہے۔ اس شعر میں حضرت رضا بریلوی ”مدینہ میں“ جانے والے کو محاسب نہیں کرتے بلکہ ”مدینہ سے“ جانے والے کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ اگر مدینہ میں جانے والے کو مخاطب فرماتے تو شعر اس طرح ہوتا کہ:

■ ”حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا:-:- ارے سر کا موقع ہے او آنے والے“

لیکن حضرت رضائے شعر اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:-

☆ ”حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا:-:- ارے سر کا موقع ہے او جانے والے“

یعنی شعر میں ”جانے والے“ کا کلمہ ہے۔ ”آنے والے“ کا کلمہ نہیں۔ اس سے یہ

مطلب ہوا کہ مدینہ منورہ میں حاضری دینے کے بعد ”مدینہ منورہ سے“ جانے والے زائر کو

مدینہ سے زندہ رخصت ہونے پر حضرت رضا بریلوی متعجب لہجے میں فرماتے ہیں کہ ”اے

مدینہ منورہ کے زائر۔ کیا یہی تیرے عشق کا تقاضا ہے کہ مدینہ منورہ میں تو آیا اور تیرا آنا اس

طرح کہ مدینہ میں قدم رکھنا یعنی پاؤں دھرنا اور پھر چلنا یعنی روانہ ہونا یا رخصت ہونا“

ارے یہ وہ موقع ہے کہ جو بار بار نصیب نہ ہوگا۔ ارے سر کا موقع ہے یعنی مدینہ منورہ میں پاؤں رکھنا یعنی تھوڑا سا قیام کرنا اور چلنا یعنی رخصت ہونے کا موقع نہیں بلکہ یہاں پر سر کو ہمیشہ کے لئے رکھنے کا موقع ہے۔ اور کسی زمین میں ہمیشہ کے لئے سر کو رکھنے کے لئے اس زمین میں دفن ہونا پڑتا ہے اور دفن تب ہی ہوتا ہے، جب وہ مرجاتا ہے۔ الحاصل اے مدینے سے رخصت ہونے والے! پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی اور فراق کس طرح برداشت کرے گا؟ فراق نبی کے غم میں مرجا۔ اور مدینہ منورہ کی سرزمین میں دفن ہو جا۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے تیرے سر کو اس مقدس سرزمین سے مس ہونے کا موقع میسر ہو۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس شعر کو ”مقام فنا“ میں شمار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس شعر میں جو ”چلنا“ کا لفظ ہے وہ شعر کو ”مقام فنا“ کے معنی میں موزوں کر رہا ہے۔ اس شعر میں جو لفظ ”چلنا“ ہے وہ چلنے یعنی مشی کرنا (Walking) کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ”چلنا“ رخصت یا روانہ ہونا (Departure or Exit) کے معنی میں ہے۔ لغت کا حوالہ ملا خطہ ہو۔ چلنا = روانہ ہونا، رخصت ہونا (فیروز اللغات، ص ۵۳۳) قدم رکھنا = پاؤں دھرنا، آنا وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۹۵۱) دھرنا = رکھنا (فیروز اللغات، ص ۶۶۳) جانا = روانہ ہونا، رخصت ہونا، چلنا، سدھارنا، سرکنا، ٹلنا۔ (فیروز اللغات، ص ۴۴۷)۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مذکورہ شعر میں ”چلنا“ اور ”جانے والے“ کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت رضائے مدینہ منورہ میں آنے والے کو مخاطب بنا کر نہیں کہا بلکہ ”مدینہ منورہ سے جانے والے“ کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا ہے کیونکہ شعر کے اختتام میں ”او جانے والے“ کا جملہ ہے۔ اور لغت کے مندرجہ بالا حوالے کے اعتبار سے ”جانے والے“ کا مطلب ”رخصت ہونے والے“ ہوتا ہے۔ اپنی بات کو اور بھی زیادہ آسانی سے تفہیم کراتے ہوئے ہم نے شیخ صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ قدم رکھنا اور چلنا کو آسانی سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش خدمت ہے کہ آپ کا



یہ خادم ہمدانی آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوا۔ آپ نے ”مرحبا“ اور ”اهلاً وسهلاً“ فرماتے ہوئے خادم کا استقبال فرمایا۔ دعا اور سلام کے بعد مصافحہ اور معانقہ ہوا۔ آپ نے ”تفضل“ کہہ کر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم آپ کے دالان میں رکھے ہوئے سوفا پر بیٹھ گئے۔ آپ اپنے نوکر کو چائے۔ ناشتہ کا حکم دینے ہی والے تھے کہ ہم نے عرض کیا کہ شیخ مخدوم صاحب! چلنے (رخصت) کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ خادم کی اس گزارش پر آپ نے تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ واہ! ہمدانی صاحب! یہ کیا محبت ہوئی؟ آئے، قدم رکھا اور چل دیئے؟ اسی انداز میں حضرت رضا بریلوی نے اپنے شعر میں ”قدم رکھنا“ اور ”چلنا“ فرمایا ہے۔

ہماری اس مختصر سی وضاحت سے حضرت رضا بریلوی کے شعر پر عائد اعتراض رفع اور دفع ہو گیا اور شعر کا جو مطلب اور مفہوم ہم نے بیان کیا وہ محترم و مخدوم شیخ بدرالدین صاحب کو اتنا پسند آیا کہ انہوں نے حضرت رضا علیہ الرحمۃ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے راقم الحروف کو اپنی پر خلوص دعاؤں سے نوازا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مذکورہ شعر کے جملے ”ارے سر کا موقع ہے“ کی تشریح میں ہم نے جو مفہوم بیان کیا کہ مدینہ میں مر جاؤ، اس پر بہت سی احادیث وارد ہیں کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں انتقال کرنے اور مدینہ منورہ میں مدفون ہونے کے فضائل بیان فرمائے ہیں بلکہ ترغیب فرمائی ہے۔ ان تمام احادیث کو یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر صرف ایک حدیث شریف پیش کرتے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ فَمَنْ مَاتَ بِالْمَدِينَةِ كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا وَشَهِيدًا“ ترجمہ:- جو شخص مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہے، تو اسے چاہیے کہ اسی جگہ مرے۔ وہ میری شفاعت اور شہادت باسعادت سے مشرف ہوگا“ (حوالہ:- ”جذب القلوب الی دیار المحبوب“ از:- شیخ محقق شاہ عبدالحق



محدث دہلوی، ص ۲۲)۔ اس حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسول حضرت رضا بریلوی ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:-

■ ”طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند:- سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے“  
 ✪ امیر المؤمنین، خلیفہ المسلمین، سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ ”اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَ اجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ“۔ ترجمہ:- ”اے اللہ! مجھے تیری راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت تیرے رسول کے شہر میں کر“ (حوالہ:- جذب القلوب، از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

جدہ شریف میں حضرت رضا کے دیگر چند اشعار پر بھی اعتراض قائم کئے گئے تھے۔ ان اشعار میں ● ”وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں“ اور ✪ ”یادگیسوذ کر حق ہے آہ کر دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا“ خصوصی طور پر تھے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ تمام اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف مذہبی شاعری تک محدود رہ کر ہی شعر گوئی میں اپنا ایسا کمال دکھایا ہے کہ آپ تمام سخنوروں کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت رضا کو زبان و بیان پر وہ عبور اور ملکہ حاصل تھا، کہ آپ زبان کی لغت میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ مقامی اصطلاحات، محاورات کا بھی ستھرا اور سنجیدہ شعور رکھتے تھے۔ اردو زبان میں آپ دہلی یا لکھنؤ کے پابند نہ تھے بلکہ شعر کے عنوان کے ساتھ موازنت اور موافقت میں جو محاورہ اور مثال زیادہ صحیح اور فصیح ہوتا تھا، اسے اختیار فرماتے تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت رضا کے کلام کا ایک نرالا اور انوکھا رنگ ڈھنگ ہے۔ ان کی اردو میں کہیں خالص لکھنؤ کی ٹکسالی بیگماتی زبان کا رنگ نظر آتا ہے، تو کہیں خالص دہلی کی اردو کی سنجیدگی محسوس ہوتی ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں حقیقت اور اصلیت کی نسادگی کے ساتھ ساتھ تخیل کی بلندی اور باریکی بھی پائی جاتی ہے۔ کلام کی متانت و تہذیب کی استواری کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے ہمیشہ شستہ، شفاف اور شگفتہ الفاظ میں اشعار نظم فرمائے ہیں۔

# ۲۱۵ علوم و فنون میں حضرت رضا

## کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث شریف کے ارشاد کے بموجب مجدد بن کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔ مجدد ہر ۱۰۰ سال کے بعد دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور وہ اپنی علمی صلاحیتوں اور عملی کوششوں سے تجدید و احیائے دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل علوم کثیرہ عطا فرمائے تھے۔ حضرت رضا بریلوی ”علم لدنی“ کی زندہ مثال تھے کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے بھی زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کتب میں آپ نے متعدد علوم و فنون پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ الحمد للہ! راقم الحروف کے پاس حضرت رضا بریلوی کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں۔ راقم الحروف کے پاس حضرت رضا کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کا جو ذخیرہ ہے، وہ شاید ہی کسی کے پاس ہوگا۔ ہم نے انفرادی طور پر حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف پر ریسرچ کا کام تقریباً دس سال سے جاری رکھا ہے۔ حضرت رضا کے ۹۶۸ رسائل، حواشی، وغیرہ کی فہرست باعتبار فن اور عنوان مرتب کر لی ہے، جو عنقریب منظر عام پر آجائے گی۔ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف میں جو علوم و فنون پائے جاتے ہیں ان کو ہم نے شمار کیا، تو ان کی تعداد دو سو پندرہ تک پہنچتی ہے۔ یہ کوئی مبالغہ یا غلو پر مشتمل گپ نہیں بلکہ حقائق اور صداقت پر مبنی دعویٰ ہے۔ کیونکہ ہم نے ہر علم و فن میں حضرت رضا کی کونسی تصنیف ہے؟ وہ چھانٹ کر اس تصنیف کا نام، مع سن تصنیف، وغیرہ تفصیلات کے ساتھ متعین کر لیا ہے۔ اور انشاء اللہ

و حبیبہ بہت جلد کتابی شکل میں اسے شائع کریں گے۔ حضرت رضا مجدد کی حیثیت سے دین متین کی خدمت میں منہمک تھے لہذا علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، علم اسماء الرجال، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم الفرائض وغیرہ میں مہارت رکھنا لازمی تھا لیکن آپ کو دنیوی علوم و فنون اور خصوصاً علوم جدیدہ مثلاً ٹاپولوجی (Topology) جیسے علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ جس کی تفصیلی گفتگو اس کتاب میں ملاحظہ خاطر ہوگی، جو عنقریب شائع ہوگی۔ یہاں پر ہم صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش شریف“ میں وہ تمام علوم پائے جاتے ہیں۔ ہر فن کے تعلق سے حضرت رضا کے دیوان میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ لہذا ہم اپنی آئندہ تصنیف میں ان ۲۱۵ علوم و فنون کو حسب ذیل ترتیب سے شائع کریں گے۔

- (۱) علم اور فن کا نام اور اس کی کیفیت۔
- (۲) یہ علم یا فن کب ایجاد ہوا؟ اور اس کے موجد کا نام۔
- (۳) انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں اس علم و فن کی کیا حیثیت تھی؟ اور ان ادوار میں اس علم و فن کے ماہرین کے نام اور اس فن کا استعمال کس مقصد کے تحت تھا؟
- (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دورِ ظاہری حیات میں اس علم و فن کی حیثیت، اس کے ماہرین اور استعمال کی کیفیت۔
- (۵) عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیکر حضرت رضا بریلوی کے زمانے تک ہر دور میں اس علم و فن کی کیا حیثیت رہی؟ اور ہر دور کے ماہرین کے نام۔
- (۶) حضرت رضا بریلوی کے دور میں اس فن و علم کی حیثیت اور ماہرین کے نام۔
- (۷) حضرت رضا بریلوی نے اس فن و علم میں کس طرح مہارت حاصل کی؟ اور کس لئے کی؟

(۸) اس علم و فن میں حضرت رضا کی مہارت کی کیفیت اور حضرت رضا نے اس علم و فن کو علم شریعت کے تابع بنا کر خدمت دین کی غرض سے کس طرح استعمال فرمایا؟

(۹) اس علم و فن میں حضرت رضا کی تصنیف اور اس کا نام۔

(۱۰) اس علم و فن میں حضرت رضا کا شعر اور اس شعر کی تشریح۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان میں ان علوم و فنون کے تعلق سے جو اشعار ہیں، وہ تمام اشعار خصوصی طور پر اپنے آقا و مولیٰ، مصطفیٰ جانِ مست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں اور دیگر نفوس قدسیہ کی تعریف و توصیف میں ہیں۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اختصار کے ساتھ بھی ان اشعار پر گفتگو کی جائے۔ پھر بھی ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر رواں رواں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:-

### علم نجوم کی اصطلاح میں:- (Astronomy)

(۱) بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا

بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں علم نجوم کی اصطلاح

میں ہے۔ اس شعر میں بارہ برجوں کا ذکر ہے۔ برج (Zodiac signs) بارہ گاہیں ہیں۔ (۱) اسد

Leo = (۲) ثور = Taurus = (۳) جدی = Capricorn = (۴) جوزہ = Gemini = (۵) حمل =

Aries = (۶) حوت = Pisces = (۷) دلو = Aquarius = (۸) سرطان = Cancer = (۹) سنبلہ =

Virgo = (۱۰) شرف = Sagittarius = (۱۱) عقرب = Scorpio = (۱۲) میزان = Libra =

(۲) سعدین کا قرآن ہے پہلوئے ماہ میں،

جھر مٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے۔

● سعدین = دو مبارک ستارے زہرہ اور مشتری (فیروز اللغات، ص ۸۰۰)

● قران = دو ستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا (فیروز اللغات، ص ۹۵۳)

### ■ علم ہیئت پر مبنی اشعار: - (Astrophysics)

(۱) مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے،

ڈالے اک بوند شب دے میں جو باران عرب

● مہر = آفتاب (فیروز اللغات، ص ۱۳۲۲) ● میزاں = آسمان کا ساتواں برج

(فیروز اللغات، ص ۱۳۳۰) ● حمل = آسمان کا پہلا برج (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)۔

(۲) ہیں عکس چہرہ سے لب گلگوں میں سرخیاں،

ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

### ■ علم نباتات پر مبنی اشعار: - (Botany)

(۱) یہ سمن یہ سون ویا سمن یہ بنفشہ سنبل و نسترن،

گل و سرو و لالہ بھرا چمن وہی ایک جلوہ ہزار ہے

(۲) شاخ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب ہیں،

سنبل، زگس، گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

### ■ علم ہندسہ پر مبنی اشعار: - (Geometry)

(۱) محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل،

کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

(۲) کیا لکیروں میں ید اللہ خط سرو آسا لکھا،

راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

## ■ علم موسیقی پر مبنی اشعار:- (Music)

- (۱) حورِ جاناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا،  
چھیڑ کے پردہٴ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں
- (۲) ارے بد فال بُری ہوتی ہے،  
دیس کا جنگلا سنانے والے

## ■ علم ارضیات و معدنیات پر مبنی اشعار:- (Geology & Mineralogy)

- (۱) نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن،  
حسنی لعل، حسینی ہے تجھلا تیرا
- (۲) کوہ سرمکھ ہو تو اک وار میں دو پر کالے،  
ہاتھ پڑتا ہی نہیں، بھول کے اوچھا تیرا

## ■ علم موسمیاتی پر مبنی اشعار:- (Meteorology)

- (۱) درودیں صورتِ ہالہ محیط ماہِ طیبہ ہیں،  
برستانتِ عاصی پہ اب رحمت کا پانی ہے
- (۲) اشک برسواؤں چلے کوچہٴ جاناں سے نسیم،  
یا خدا جلد کہیں نکلے بخارِ دامن

## ■ علم اکسیر پر مبنی اشعار:- (Alchemy)

- (۱) سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل،  
کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے



(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا،  
جان کی اکیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

### ■ علم منطق پر مبنی اشعار:- (Logic)

(۱) تم سے خدا کا ظہور اُس سے تمہارا ظہور،

”لم“ ہے وہ، یہ ”ان“ ہوا تم پہ کروڑوں درود

(۲) سبب ہر سبب منجھائے طلب،

علتِ جملہ علت پہ لاکھوں سلام

### ■ علم نفسیات پر مبنی اشعار:- (Psychology)

(۱) یہ مہمتیں کہ کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گتیں،

قصور کریں اور ان سے بھریں قصورِ جناں تمہارے لئے

(۲) سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں،

ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

قارئینِ کرام اپنے عفو اور معافی سے ہمیں نوازیں کہ طوالتِ تحریر کے خوف سے ہم نے

مذکورہ متفرق علوم کی مثال میں پیش شدہ اشعار کی کوئی تشریح نہیں کی۔ ورنہ مطالعہ کا لطف مزید

بڑھ جاتا۔ ہم خود بھی اپنی اس کوتاہی پر طول اور خجل ہیں اور قارئینِ کرام سے معذرت خواہ

ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جن علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی

ان میں سے چند علوم و فنون کے نام اور کیفیت ذیل میں پیش خدمت ہیں:-

انگریزی	کیفیت	اسمائے علوم و فنون	نمبر
Meteorology	موسموں کی معلومات کا علم	علم موسمیات	۱
Entomology	کیڑے مکوڑوں کا علم	علم حشریات	۲
Economics	اقتصادیات و معاشیات کا علم	علم المعیشت	۳
Dynamics	حرکت اور سرعت کی بحث کا فن	علم حرکت	۴
Zoology	حیوانات کے حالات کا علم	علم حیوانات	۵
Temprament Physics	چیزوں کی خاصیت کا علم	علم طبیعات	۶
Chemistry	چیزوں کے اجزاء و بناوٹ کا علم	علم کیمیا	۷
Botany	نباتات، پھول وغیرہ کی معلومات	علم نباتات	۸
Geometry	لکیروں، خطوط اور زاویوں کا علم	علم ہندسہ	۹
Astronomy	ستاروں کا علم	علم نجوم و زیجات	۱۰
Theology	حقائق اشیاء کی بحث کا علم۔ تصوف	علم الحقیقت	۱۱
Psychology	انسان کے تحت الشعور و لا شعور کی شرح کا علم	علم نفسیات	۱۲
Temperament	مرد۔ عورت کے جسمانی تعلق کی تحقیق	علم جنسیات	۱۳
Epidemiology	وباؤں کی تحقیق اور روک تھام کا علم	علم وبائیات	۱۴
Phonetics	وہ علم و فن جو آواز سے تعلق رکھے	علم صوتیات	۱۵
Geography	زمین کی طبعی تقسیم کا علم	علم جغرافیہ	۱۶
Statistics	اعداد و شمار کی باضابطہ فراہمی کا علم	علم شماریات	۱۷
Sociology	مل جل کر جماعتی زندگی بسر کرنے کی تحقیق	علم معاشرت	۱۸
Logic	دلائل کا علم	علم منطق	۱۹

Alchemy	کیمیا۔ تانبے کو سونا بنانا وغیرہ کا علم	علم اکسیر	۲۰
Philosophy	حکمت، دانائی اور موجودات کا علم	علم فلسفہ	۲۱
Logarithm	حساب کے پھیلاؤ کو مختصر کرنے کا علم	علم لوگارٹم	۲۲
Ancestry	نسل، نسب اور خاندانی شجرے کا علم	علم الانساب	۲۳
Mysticism	قرب الہی اور تلاش حق کا علم	علم سلوک	۲۴
Horoscology	بچے کے پیدائش پر جنم کنڈلی کا علم	علم زائچہ و زائرچہ	۲۵
Astrophysics	اجرام فلکی، زمین کی گردش و کشش کا علم	علم ہیئت	۲۶
Ethics	اخلاق کی تعلیم و تربیت کا علم	علم اخلاقیات	۲۷
Law of Inheritance	میراث کی تقسیم اور ورثاء کے حقوق کا علم	علم الفرائض	۲۸
Recitation	حروف کی صحیح ادائیگی اور مخارج کا علم	علم قرأت و تجوید	۲۹
Ephemeris	طلوع، غروب، و دیگر اوقات کا علم	علم توقيت	۳۰
Numerology	عدد، حساب، شمار وغیرہ کا علم	علم الاعداد	۳۱
International affairs	عالمی پیمانے پر ملکی امور و سیاست کا علم	علم بین الاقوامی امور	۳۲
Foretelling astrology	ایک علم جس سے غیب کا حال معلوم ہو	علم جفر	۳۳
Augury	ہندسوں اور خطوط سے غیب کا حال بتانا	علم رمل	۳۴
Abstract of science	وجود خارجی میں مادہ کا استخراج عقلی کا علم	علم ریاضی	۳۵
Medical science	امراض اور اس کے علاج کا علم	علم طب و حکمت	۳۶
Pharmacy	دوائیوں کا علم	علم ادویات	۳۷
Arithmetic	حساب کے حاصل اور کسر کا علم	علم تکسیر	۳۸
Equation & Algebra	علامات و حروف سے عمل کا علم (شاخ ریاضی)	علم جبر و مقابلہ	۳۹
Squarology	مربع خانے، تعویذ کے خانے بھرنے کا علم	علم مربعات	۴۰

Geology	زمین کے طبقات کا علم	علم ارضیات	۴۱
Minerology	زمین سے برآمد ہونے والی اشیاء کا علم	علم معدنیات	۴۲
Viru & History	تاریخ اور ماضی کے واقعات کا علم	علم سیر و تواریخ	۴۳
Research & Analysis	قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے کا علم	علم استنباط و استخراج	۴۴
Marginal Explanation	کتاب کے متن پر شرح و تفسیر لکھنے کا علم	علم حاشیہ نگاری	۴۵
Vocabulary	الفاظ کے معنی اور اصل کا علم	علم لغات	۴۶
Art of Versification	شعر گوئی اور شعر کے اوزان و قواعد کا علم	علم عروض	۴۷
Arabic Chirography	عربی تحریر کی ایک قسم	علم خط نسخ	۴۸
Curiosity	کلام کی لفظی و معنوی خوبیوں کا علم	علم بدیع	۴۹
Art of Refutation	پھیرنے اور رد کرنے کا علم	علم ردات	۵۰

مندرجہ بالا فہرست میں صرف پچاس (۵۰) علوم و فنون کا ہی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف کثیرہ سے کل ۲۱۵ علوم و فنون ثابت ہوتے ہیں۔ جس کا تفصیلی تذکرہ ہم اپنی آئندہ (Next) تصنیف میں کریں گے۔ ایک اہم بات قارئین کرام کے گوش گزار کر دیں کہ مذکورہ ایک دو سو پندرہ (۲۱۵) علوم و فنون کی حضرت رضا کو صرف معلومات ہی نہ تھی بلکہ مہارت تامہ (Mastery) حاصل تھی۔ ان علوم و فنون میں حضرت رضا بریلوی کے ہم عصر ماہرین کو جب حضرت رضا بریلوی سے ان علوم و فنون کے تعلق سے سابقہ پڑا تو انہوں نے دانتوں تلے انگلیاں دبالیں اور حضرت رضا کے تبحر علم کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت رضا کے مقابل طفلِ مکتب محسوس کیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، امریکی منجم البرٹ پورٹا، مشہور سائنسدان آئن اسٹائن وغیرہ کے واقعات ہمارے اس دعوے کی شہادت دیتے ہیں۔

## ”اتنی عرضِ آخری سن لو ذرا.....“

یہاں تک کے مطالعہ سے قارئین کرام پر روشن ہو گیا ہوگا کہ حضرت رضا بریلوی جیسی نادر زمن شخصیت صدیوں کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت رضّا نے جس جس علم و فن کی طرف توجہ فرمائی، اس فن کے ماہرین پر فوقیت و سبقت لے گئے۔ فنِ شاعری میں حضرت رضا کی قادر الکلامی میں کوئی کلام نہیں بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے شہنشاہ ہونے کے ناطے امام الکلام کا تاج آپ کے سر پر ہی زیب دیتا ہے۔ فنِ عروض کی میزان میں ایک پلے میں حضرت رضا بریلوی کے کلام کو رکھا جائے اور دوسرے پلے میں تمام شعراء اردو ادب کے کلام کو رکھا جائے تو بلاشبہ حضرت رضا کے کلام کا پلہ بھاری رہے گا۔ حضرت رضا کے کلام میں فنِ وادب کے اعتبار سے جو محاسن پائے جاتے ہیں، وہ کسی ایک شاعر کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ لیکن صد افسوس! باوجود بے شمار فنی محاسن فنِ شاعری کے حامل ہونے کے باوجود اردو ادب کی تاریخ میں جہاں دیگر شاعروں کو خراجِ تحسین دینے میں غلو اور مبالغہ کرنے میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا جاتا، وہاں حضرت رضا جیسے باکمال سخنور کہ جن کو فنِ شاعری میں اپنے وقت کا امام کہنا، درحقیقت فنِ وادب کی آبرو کو چار چاند لگانا ہے، ایسے باکمال شاعر کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اپنایا گیا ہے۔ جیسا کہ اوارقِ سابقہ میں ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کی گئی نا انصافی کے پس پردہ مسلکی اختلاف کا تعصب ہی کا رفرما ہے۔ اس حقیقت کو حضرت رضا جانتے تھے اور آپ نے اس حقیقت کا برملا انکشاف کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں یہاں تک فرمایا ہے کہ:-

سنت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں

پھول ہو کر بن گئے کیا خار ہم

لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے عقائد کی بنا پر کی جانے والی ایسی ناحق مخالفت کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور ایسی مخالفت و لعن - طعن سے ذرہ برابر بھی ملول و بددل نہیں ہوئے بلکہ اس کو بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عشق کے جذبے کے تحت خندہ پیشانی سے جھیلے ہوئے، اپنے آقا کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

■ مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی

کہ وہی نا، وہ رضا بندہ رسوا تیرا

حضرت رضا بریلوی متعصب اور مخالف گروہ کی بے اعتدالیوں سے بالکل بے اعتنائی

کا مظاہر کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ:-

■ خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا

دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆ حضرت رضا بریلوی کو فنِ شاعری میں جو عبور حاصل تھا اور آپ فن کی جس بلندی

پر پرواز کناں تھے۔ وہاں پہنچ کر بہت سے حضرت انسان کو بقاضائے بشری تکبر اور

خودستائی کی بانگ پکارنے کی سگدی ہوتی ہے لیکن حضرت رضا بریلوی نے خود آرائی کے

عیب سے اپنے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار فرماتے ہوئے

اپنے عجز و نقائص کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

■ کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں

شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں

ہقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو

ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

☆ اردو ادب کے بہت سے شاعروں نے اپنے ہی منہ سے تعریف کے ٹال باندھے

ہیں اور فنِ شاعری میں اپنے کمال کے گن گانے کے غلو میں کمال کر دیا ہے لیکن حضرت رضا

بریلوی نے تواضع اور انکساری اپناتے ہوئے اپنے کمال کا نہیں بلکہ اپنی ”بے کمالی“ کا



اظہار فرمایا ہے:-

■ محصور جہاندانی و عالی میں ہے  
کیا شبہ رضا کی بے مثالی میں ہے  
ہر شخص کو اک وصف میں ہوتا ہے کمال  
بندے کو کمال بے کمالی میں ہے

☆ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں شاعر ہوں یا اپنی شاعری کو کھانے کمانے کا پیشہ بنایا۔ آپ نے اپنی شاعری، شاعری برائے پیشہ یا برائے پیسا نہیں کی بلکہ شاعری برائے عبادت کی۔ اور ایمان کی جان عظمت و محبت رسول کا عالمگیر پیغام عام فرمایا لیکن آپ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں عشق کی دیوانگی پر پاس شریعت کے ہوش کی فرزانگی کی لگام دی۔ اور اس امر کا پورا لحاظ فرمایا کہ حضور کی تعریف کرنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔

■ پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو  
ہاں شرع کا البتہ ہے جنبہ مجھ کو  
مولیٰ کی ثنا میں حکم مولیٰ کا خلاف  
لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

● جنبہ = حمایت، طرفداری وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۴۷۳)۔ ● لوزینہ = بادام کا حلوا، ایک قسم کی مٹھائی جس میں بادام ڈالتے ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۶۹)۔ ● سیر = لہسن (Garlic) (فیروز اللغات، ص ۸۲۷)۔ مذکورہ رباعی کے آخری مصرعہ میں ایک مثال دیتے ہوئے حضرت رضا فرماتے ہیں کہ جس طرح بادام کے حلوے میں لہسن ڈالنا طباخی یعنی کھانے پکانے کے امور کے خلاف ہے اور بادام کی مٹھائی میں لہسن کی آمیزش کسی کو نہیں بھاتی، یونہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کرنے میں کوئی ایسی بات کہنی جو حضور کے حکم کے خلاف ہو، تو یہ امر بھی شریعت میں ناروا ہے۔ لہذا میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں

شاعر ہوں، البتہ شریعت کے احکام کی میں ضرور حمایت و لحاظ کرتا ہوں۔

● نعتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں احکامِ شریعت جو قرآن شریف

سے واضح ہیں، اُن کا لحاظ کرنا از بس ضروری ہے۔ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

■ ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ

بیجا سے ہے المنة لله محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

● محفوظ = مسرور، بہرہ مند، خوش و خرم، شاد، مگن وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۱۲۱۳)۔

● بیجا = ایک ڈراؤنی شکل کا کاغذی چہرہ جسے بچے منہ پر رکھ کر ڈراتے ہیں۔ (فیروز

اللغات، ص ۲۵۳)۔ ● المنة لله = خدا کا شکر کرنا (فیروز اللغات، ص ۱۱۹)۔ ● محفوظ =

حفاظت کیا گیا، صحیح سلامت، (فیروز اللغات، ص ۱۲۱۳)۔ ● ملحوظ = لحاظ کیا گیا، خیال کیا

گیا (فیروز اللغات، ص ۱۲۸۳)۔

یعنی میں اپنے کلام سے مسرور ہوں کیونکہ اس راہ میں جو ڈراؤنی صورت پیش آتی ہے

اس سے اللہ کا شکر ہے کہ میں حفاظت کیا گیا ہوں۔ قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ہے

لہذا مجھ پر لازم ہے کہ میں شریعت کے احکام کا پورا خیال کروں۔

● نعت گوئی کی راہ میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جب بھی رہبر کی

ضرورت محسوس ہوئی، تب آپ نے دنیا دار شاعروں اور ادیبوں کی طرف رجوع نہ کیا بلکہ

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعت گو شاعر عاشق رسول حضرت حسان بن

ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقش قدم اختیار کیا۔ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

■ توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے

افغانِ دل زارِ خدی خواں بس ہے

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو

## نقشِ قدمِ حضرتِ حسان بس ہے

- توشہ = زادِ راہ، وہ کھانا جو مسافر ساتھ لے جائے، وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۳۹۰)
- افغان = فریاد، فغان، وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۱۰۴) ● زار = نالہ، فریاد، غمگین (فیروز اللغات، ص ۷۳۷)۔ ● حُدی = عرب شتر بانوں کا نغمہ (فیروز اللغات، ص ۵۶۴)
- شتر بان = اونٹ ہانکنے والا (فیروز اللغات، ص ۴۳۷)۔

مذکورہ رباعی میں حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں سفر کے توشہ میں غم اور آنسوؤں کا سامان کافی ہے اور غمگین دل کی فریاد و نالہ کیلئے عرب کے شتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔ نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہو تو حضرت حسان بن ثابت کا نقشِ قدم اختیار کرنا کافی ہے۔

دل تو یہ چاہتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذکورہ رباعی کی تشریح لکھیں لیکن مضمون کی طوالت مانع ہونے کی وجہ سے صرف اہم نکات کی طرف اشارہ کر کے سبکدوش ہوتے ہیں۔ رباعی کی ابتداء میں لفظ ”توشہ“ کا استعمال کیا گیا۔ جب آدمی سفر کرتا ہے تو کھانے اور پینے کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ صرف کھانے کا یا صرف پینے کا سامان نہیں لیتا بلکہ کھانے اور پینے دونوں کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت رضائے ”غم“ اور ”اشک“ کا ذکر فرمایا ہے یعنی کھانے کے لئے غم اور پینے کے لئے اشک یعنی آنسو۔ حالانکہ روزمرہ کی اصطلاح میں ”غم کھانا“ اور ”آنسو پینا“ کے محاورے رائج ہیں ● غم کھانا = صدمہ اٹھانا، رنج سہنا، دکھ بھوگنا (فیروز اللغات، ص ۹۱۷) ● آنسو پینا = ضبط کرنا، صبر کرنا، دکھ درد کے وقت خاموش رہنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۴) یعنی عشق کی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے جو سفر درکار ہے اس سفر میں ایک عاشق صادق کے لئے لازمی ہے کہ زادِ سفر کے لئے ”غم عشق رسول“ اور ”اشک در فراق نبی“ کا سامان ساتھ لے کر چلے۔ مصرعہ ثانی میں فرمایا ہے کہ غمگین دل کی فریاد و نالہ کے لئے عرب کے شتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔ ملک عرب میں اکثر و بیشتر اونٹ پر ہی سفر کیا جاتا تھا کیونکہ وہاں کی زمین ریتیلی (Sandy) ہونے کی وجہ سے صرف اونٹ کی سواری موزوں ہوتی۔

اونٹ کے سائبان یعنی ہانکنے والے اکثر سفر میں رہتے تھے۔ آج اس مسافر کے ساتھ توکل دوسرے مسافر کے ساتھ سفر کرنا پڑتا تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال سے جدا ہو کر ملک عرب کی ریتیلی زمینوں میں سفر میں رہتے تھے کیونکہ یہی اُن کا پیشہ تھا۔ رات کے وقت جب قافلہ کہیں پڑاؤ کرتا اور ٹھہرتا تب اونٹ کے سائبان جمع ہو کر حلقہ بنا کر بیٹھتے اور اپنے اہل و عیال کو یاد کر کے ان کے فراق و ہجر میں نہایت پُر درد لہجے میں نغمے گاتے تھے۔ اونٹ کے سائبانوں کے درد بھرے نعماں اتنے رقت آمیز ہوتے تھے کہ سننے والے پر بھی رنج و غم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ان کے بھی آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ اُن شتر بانوں کے پُر درد نغموں کو ملک عرب میں غم کے نغموں کی حیثیت سے بہت ہی شہرت حاصل ہوئی تھی اور ان نعماں کو ”حُدی“ یعنی Elegy کہا جاتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہے تو حضرت حسان کا نقش قدم اختیار کرنا کافی ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس رباعی شریف پر تفصیلی گفتگو کریں۔ مختصر یہ کہ اس رباعی میں حضرت رضائے سفر سے تعلق رکھنے والے تمام امور مثلاً توشہ، سامان، سواری، سائبان، فراق، نغمہ، رہبر، راہ، نقش قدم وغیرہ کا با ترتیب ذکر ایسے حسین انداز میں فرمایا ہے کہ شعر کا ربط و تسلسل قائم رہتے ہوئے شعر میں الفاظ کی ندرت، بیان کی شائستگی، زبان کی شیرینی، جذبات کی شدت، عشق کی صداقت، سخن کی سلاست، محبت کی وارفتگی وغیرہ کئی محاسن مجتمع نظر آتے ہیں۔

❖ مذکورہ رباعی کے آخری دو امصار میں حضرت رضا بریلوی نے حضرت حسان بن ثابت کا نقش قدم اختیار کرنے کا فرما رہے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقش قدم اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت حسان نے ہر موقع پر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تذلیل اور ہجو کرنے میں کسی قسم کی کمی، کسر، کوتاہی، کاہلی، تاخیر، یا تا مل نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت رضا بریلوی نے بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی تعریف و توصیف اور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تردید اور اور تذلیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان اس کی گھلی شہادت ہے۔ مثلاً

☆ اپنے آقا و مولیٰ، رحمتِ عالم، جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بے پناہ عشق کا اظہار اور پیارے آقا کی مدح و ثنا کرتے ہوئے حضرت رضا رقمطراز ہیں کہ

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ،  
 ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ  
 قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں،  
 ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ  
 فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں،  
 ٹھسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا  
 وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو،  
 جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے،  
 کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے،  
 دینے والا ہے سچا ہمارا نبی  
 وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا،  
 کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا، ترے شہر و کلام و بقا کی قسم  
 ہشت خلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضا،  
 چار دن برسے جہاں لبِ بہارانِ عرب  
 خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم،  
 خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا،  
 دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں  
 مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے ہیں،  
 دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں  
 وہی نورِ حق وہی ظنِ رب، ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب،  
 نہیں ان کی ملک میں آسماں، کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں  
 اپنے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم،  
 سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں  
 حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو،  
 کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو  
 اے رضا خود صاحبِ قرآن ہے مذاہجِ حضور،  
 تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحتِ رسول اللہ کی  
 تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ،  
 مرے چشمِ عالم سے بھپ جانے والے  
 لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا،  
 خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے  
 ترا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے،  
 اُسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے  
 شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی،  
 سوا تیرے کس کو یہ عزت ملی ہے  
 وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر،  
 اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اُس کی طرف گئے تھے



■ تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا،  
 تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا  
 ■ ملکِ خاص کبریا ہو ÷ مالکِ ہر ما سوا ہو  
 ■ اصالتِ کل، امانتِ کل، سیادتِ کل، امارتِ کل،  
 حکومتِ کل، ولایتِ کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے  
 ■ وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا،  
 وہ ہے جان، جان سے ہے بقا، وہی بن ہے، بن سے ہی بار ہے  
 ■ کل سے بالا، رُسل سے اعلیٰ ÷ اجلال و جلالِ مصطفائی  
 ■ میرے آقا کا وہ در ہے جس پر ÷ ماتھے کھس جاتے ہیں سرداروں کے  
 ■ وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا،  
 ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستاں بتایا ÷ تجھے حمد ہے خدایا  
 ■ صاحبِ رجعتِ شمس و شمسِ القمر  
 نائبِ دستِ قدرتِ پہ لاکھوں سلام

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے چند اشعار بطور مثال پیش کئے  
 ہیں حالانکہ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان ”حدائقِ بخشش شریف“ اول تا آخر عشق رسول کے  
 گوہر شاداب سے لبریز ہے۔ حضرت رضا کے کلام میں غیرتِ عشق، آدابِ عشق، سوزِ  
 عشق، نوائے عشق، توقیرِ عشق، جوشِ عشق، ہوشِ عشق، اجترامِ عشق، لحاظِ عشق، آرزوئے  
 عشق، خلوصِ عشق، صداقتِ عشق اور فنایتِ عشق کی جو گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے، وہ  
 صرف آپ کا ہی خاصہ اور کمال ہے۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں  
 حضرت رضا بریلوی نے ایسے اچھوتے اور انوکھے اشعار نظم فرمائے ہیں کہ دور تک ان  
 اشعار کی مثال نظر نہیں آتی۔ حالانکہ زمانہ ماضی کے عشاق شاعروں نے اپنے عشق کی

رعنائی کو بہترین انداز میں نظم بند فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر لسان العرب علامہ امام بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

■ كَانَمَا اللُّوْلُو الْمَكْنُونُ فِي صَدْفٍ

مِنْ مَعْدِنِي مَنْطِقِي مِّنْهُ وَمُبْتَسِمِ

یعنی:- ”یا رسول اللہ! آپ کے دندان مبارک ایسے چمکدار موتی ہیں جو سیپ میں چھپے ہوئے ہیں یعنی دہن شریف میں نہاں ہیں۔ اور وہ موتی گفتگو اور تبسم کرنے کے وقت اپنی معدن سے نمایاں ہوتے ہیں“ اس شعر میں علامہ بوصیری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ”لؤلؤ“ یعنی موتی سے تشبیہ دی ہے اور صرف دندان مبارک کی توصیف میں پورا ایک شعر نظم فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے بارگاہ رسالت میں اس طرح عرض کیا ہے کہ:-

■ دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی

ہیں دُرِّ عدن لعل یمن مُشک حُغْنِ پھول

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ”دُرِّ عدن“ یعنی جنت کا موتی کہنے کے ساتھ ساتھ ایک ہی شعر میں دندان، لب، زلف اور رخ کی تعریف کر کے شعر کو جامعیت کا حسن بخشا ہے۔

اگر حضرت رضا بریلوی علامہ بوصیری کے ہم عصر ہوتے اور علامہ بوصیری علیہ الرحمۃ حضرت رضا کا یہ شعر ملاحظہ فرماتے تو یقیناً علامہ بوصیری حضرت رضا کو اپنے سینے سے لگا کر حضرت رضا کے اس شعر کو داد دیتے ہوئے سراہتے۔

# ■ کلکِ رضا کی برق بار جولا نیاں

حضرت رضا بریلوی نے بارگاہ رسالت کے مقبول نعت گو شاعر حضرت حسان بن ثابت کے نقشِ قدم پر چل کر بارگاہ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنے نیزے (قلم) کی نوک سے چھلنی کرنے میں کوئی جھجک اور ڈر محسوس نہیں کیا اور بلا خوف لومۃ لائم احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت رضا کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار قارئین کرام کی طبعِ خاطر کے لئے پیش خدمت ہیں:-

■ آج لے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے،  
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا  
■ جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں،  
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں  
■ کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں،  
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں  
■ مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے،  
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے  
■ سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک،  
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی  
■ ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں،  
ہیں منکر عجب کھانے غزانے والے  
■ سُنو! اُن سے مدد مانگے جاؤ،  
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے،  
 سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے  
 دشمن احمد یہ شدت کیجئے،  
 ملحدوں کی کیا مرؤت کیجئے  
 شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب،  
 اُس بڑے مذہب پہ لعنت کیجئے  
 ذکرِ خدا جو اُن سے جدا چاہو نجدیو!،  
 واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی ستر کی ہے  
 حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم،  
 مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے  
 ٹف نجدیت نہ کفر، نہ اسلام سب پہ حرف،  
 کافر ادھر کی ہے نہ ادھر کی، ادھر کی ہے،  
 کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو، تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو،  
 محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے  
 وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبح کا،  
 وہ شہید لیلیٰ نجد تھا، وہ ذبح تیغِ خیار ہے  
 وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر،  
 ارے تجھ کو کھائے تپ ستر ترے دل میں کس سے بخار ہے  
 نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی،  
 یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا  
 پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شور بہ ہی سے کھائے،  
 ٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے

■ اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصبِ آخر،

بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

■ دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض،

ہم ہیں عبدِ مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

■ وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے،

کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے سینے

اپنی قلم کی ضربِ کاری سے ایسے چھلنی کئے کہ پورے گروہ نے براہین و شواہد کے میدان سے

مبہوت ہو کر راہ فرار اختیار کی۔ انتقام کی آگ سے دہکتے ہوئے شقاوت سے بھرے اُن

کے دل حضرت رضا بریلوی کی عالمگیر شخصیت کو مجروح اور غیر معروف کر دینے کے لئے ہم

وقت مستعد تھے۔ فنِ شاعری اور ادب کے اعتبار سے حضرت رضا کے کلام میں جو محاسن تھے

اُن کو ارادۂ پس پردہ رکھنے کی منظم مہم چلائی۔ حضرت رضا کے کلام کو دادِ تحسین دینے کے

بجائے غلط پروپیگنڈے اور افواہیں پھیلا کر حضرت رضا کے کلام کو ہلکی اور گھٹیا سطح کا ٹھہرایا

بلکہ حضرت رضا کو اردو ادب کے شعراء میں شمار کرنے سے بھی اعراض و احتراز کیا۔ لیکن

حضرت رضا ایسے مخالف پروپیگنڈوں سے بے پرواہ تھے۔ خود فرماتے ہیں:-

■ نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش ز طعن،

نہ مرا گوش بدمے، نہ مرا ہوش ز مے،

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد در دے،

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

یعنی:- ”میری تعریف کی جائے یہ مجھے خوشگوار نہیں اور مجھ پر کوئی طنز اور ملامت

کرے تو مجھے اُس سے کوئی ڈنک نہیں لگتا یعنی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ میں اپنی تعریف کی نہ

تو پروا کرتا ہوں اور نہ اپنی بُرائی پر کان دھرتا ہوں۔ میں ہوں اور میرا تنہائی و گمنامی کا گوشہ

ہے۔ جس میں چند کتابیں، قلم و دوات اور میری اپنی ذات کے سوا کوئی نہیں۔“  
 مذکورہ بالا قطعہ امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مکمل سوانح  
 حیات کی عکاسی کرتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضا نے دنیوی جاہ و جلال اور  
 سماجی اقتدار حاصل کرنے کی مطلق پروا نہیں کی اور بقول خود:-

■ اُن کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج،

جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہمہ وقت تجدید و احیاء دین کی خاطر تصنیفی  
 خدمت میں ایسے مصروف و منہمک رہے کہ آپ نے یہ جاننے کے لئے بھی وقت ضائع نہیں  
 کیا کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے فریضے کی ادائیگی کے ثمرے میں آپ کی تعریف و تحسین  
 کی جارہی ہے یا تذلیل و تکذیب کی جارہی ہے۔ آپ کا صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ تھا  
 عشقِ رسول کا پیغامِ عالمی پیمانے پر عام کرنا۔ پھر چاہے وہ نثر و نظم سے ہو، چاہے تقریر و تصنیف  
 سے ہو۔ ویران، مرجھائے ہوئے اور اُجڑے ہوئے دلوں کو عشقِ صادق کی آبخاری سے آپ  
 نے عشقِ رسول کے شاداب اور مہکتے پھولوں سے اس طرح آباد فرمایا ہے کہ اس گلستانِ عشق  
 پر ہمیشہ نو بہار ہی رہے گی اور خزاں کا منہد یکھنا نہ پڑے گا۔ حضرت رضا نے قلوبِ مسلمین پر  
 جو عشق کا دلولہ اور جذبہ نقش فرمایا ہے وہ کبھی مٹنے والا نہیں۔ ایک مؤمن کے لئے نبی کی محبت  
 ہی جانِ ایمان و جانِ جان و جانِ جہان ہے، یہ سبق آپ نے عالمِ اسلام کو ازبر کرایا اور  
 پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کی سچی تڑپ  
 اور جذبہ پیدا کیا۔ ذیل میں درج حضرت رضا کے کچھ اشعار ہماری اس بات کی پر زور تائید  
 کرتے ہیں۔ ناظرین کرام ان اشعار سے یقیناً محظوظ ہوں گے۔

■ تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں۔

کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلو تیرا

■ جان دے دو وعدہ دیدار پر



نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا  
 الروح فداك فزد حرقاً یک شعله دگر برزن عشقا،  
 موراتن من دهن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا  
 دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا،  
 سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا  
 دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر،  
 محمد محمد خدائے محمد ﷺ

یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما، وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ تیرا،  
 مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم  
 دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں،  
 اے سگانِ کوچہ دلدار ہم  
 جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فزوں کرے خدا،  
 جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں  
 بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے،  
 ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رُخ کدھر کریں  
 کروں تیرے نام پہ جانِ فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا،  
 دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں  
 لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب،  
 وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں  
 خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے،  
 یا الہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو  
 ایسا گُما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں،

ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو  
 دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے ÷ بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے  
 حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا،  
 ارے سر کا موقع ہے او جانے والے  
 جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو! ÷ طیبہ سے خلد میں آنے والے  
 عاصیو! تھام لو دامن اُن کا ÷ وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے  
 لو وہ آیا مرا حامی مرا غم خوار امم،  
 آگئی جان تن بے جاں میں یہ آنا کیا ہے  
 جلی جلی بو سے اُس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا،  
 کتاب آبو میں بھی نہ پایا، مزہ جو دل کے کتاب میں ہے  
 نصیب دوستاں گر اُن کے در پر موت آئی ہے،  
 خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے  
 اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے،  
 جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لکائی ہے  
 اُن کے در پر جیسے ہو مٹ جائیے ÷ نا تو انو! کچھ تو بہت کیجئے  
 غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل،  
 ”یا رسول اللہ“ کی کثرت کیجئے  
 نور الہ کیا ہے؟ محبت حبیب کی،  
 جس دل میں یہ نہ ہو وہ جلد خاک و خرد کی ہے  
 زندہ رہیں تو حاضری بارگہ نصیب،  
 مرجائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے  
 نزع میں لوٹے گا خاک در پہ شیدا نور کا،

مر کے اوڑھے گی عروس جاں دوپٹا نور کا  
 دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے،  
 ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے  
 وہی آنکھ اُن کا جو منہ تکی، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے،  
 وہی دل جو اُن کے لئے جھکے، وہی سر جو اُن پہ نثار ہے  
 بلبلو! مالک فردوس تمہارا گل ہے،  
 باغباں کس کا ہے، گل کس کا، گلستاں کس کا  
 ان کے نام کے صدقے جس سے جیتے ہم ہیں جلاتے یہ ہیں  
 ہجر مولیٰ میں تڑپنے دے، قرار اچھا نہیں،  
 کیوں ہے اے تصویر دامنگیر پشتِ آئینہ  
 ہمارے دردِ جگر کی کوئی دوا نہ کرے،  
 کمی ہو عشقِ نبی میں کبھی خدا نہ کرے  
 یہ دل کو بھایا گل زخمِ عشق کا لکھا،  
 ہزار پھولے چمن قصدِ انتہا نہ کرے  
 قبر میں آپ کو دیکھا تو رضائے یہ کہا  
 دیکھئے آئے وہ مردوں کو جلانے والے  
 پروانہ کوئی شمع کا، بلبل کوئی گل کا،  
 اللہ ہے شاہد مرا جاناں ہے تو تو ہے  
 جس کو اُس کے مکاں کا پتہ مل گیا،  
 بے نشاں، بے نشاں، بے نشاں ہو گیا  
 بے نشانوں کا نشاں مٹا نہیں

منٹے منٹے نام ہو ہی جائے گا  
 سائل ہوں ترا، مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو،  
 معلوم ہے اقرار کی عادت تیری ہم کو  
 بھیجتا خود ہے خدا جس کے سلامی پہ سلام،  
 عرض تسلیم ہے اُس شاہ پر ایمان اپنا  
 تری تعریف میں جتنا بڑھیں، سب تجھ کو شایاں ہے،  
 فقط اک ناروا یہ ہے کہ یوں کہئے خدا تو ہے  
 کیوں نہ گزرے خیر سے دن حشر کا جب خواب سے،  
 ان کا منہ دیکھیں گے اٹھ کر خفتگانِ کوئے دوست  
 کون ہے وہ جو نہ چاہے تم کو  
 قسمت اس کی ہے جسے تم چاہو

مذکورہ اشعار میں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت کی  
 پُر اضطراب کیفیت کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے خونِ جگر سے دھوئے ہوئے پُر کیف  
 الفاظ میں نظم فرما کر عشقِ صادق کے صحیح سوز و گداز کو حقیقت اور لطافت کے پھولوں کی مانند  
 کھلایا ہے۔ حضرت رضا بریلوی ایسے عاشقِ جاں سوختہ تھے کہ اپنی پوری زندگی اپنے آقا  
 و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں بسر کرنے کے باوجود ان کی تشنگی میں کوئی کمی نہ  
 ہوئی بلکہ عشق کا ولولہ روز افزوں ترقی پذیر ہوتا رہا اور اب مرنے کے بعد قبر میں اور قبر سے  
 اٹھ کر میدانِ محشر میں بھی اپنے آقا و مولیٰ کی تعریف و توصیف کرنے کی سعادت کے حصول  
 کی آرزو اور تمنا کرتے ہیں:-

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے  
 اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے  
 صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے

لو ا کے تلے، ثنا میں گھلے، رضا کی زباں، تمہارے لئے

حضرت رضا بریلوی کے عشق صادق نے حضرت رضا کو قلوبِ مؤمنین و عاشقین میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ ان کا کلام ہر عاشق سوختہ جان کے دل کا قرار بن چکا ہے۔ حضرت رضا کے نعمات سے گلستانِ عشق گونج اٹھے ہیں اور بلبلِ باغِ جناں کی ترنم ریزیاں بلند صدا میں کہہ رہی ہیں کہ:-

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں  
نہیں ہند میں و اصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم

## ■ ایک نظر ادھر بھی.....!!!

حضرت رضا بریلوی کے ساتھ متعصبین اور تنگ نظروں نے مسلکی اختلاف کی بنا پر فنِ وادب کے معاملے میں بھی نا انصافی اور بے اعتدالی کا رویہ اپنا کر حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کو نا آشنا اور نابود کرنے کی تمام کوششیں کر لیں لیکن حضرت رضا کے کلام کو بارگاہِ رسالت میں مقبولیت حاصل تھی لہذا ان کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ محفلِ نعت و میلاد میں جب تک کلامِ رضا نہیں پڑھا جاتا، کمالِ لطف حاصل نہیں ہوتا۔ بالخصوص ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ تو ہر محفل کی جان بن چکا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کا نظم فرمودہ یہ سلام ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ہر نعت گو شاعر جب تک کوئی سلام نہیں لکھتا، تب تک وہ اپنے مجموعہ نعت کو غیر مکمل ہی محسوس کرتا ہے۔ اردو نعتیہ کلام میں کئی نعت گو شعراء نے سلام لکھے ہیں لیکن حضرت رضا کے سلام کو جو شہرت حاصل ہوئی ہے وہ کسی کے سلام کو حاصل نہیں ہوئی۔ دنیا کے گوشے گوشے میں حضرت رضا کا یہ سلام عشق کے ولولے کے ساتھ ٹھوم ٹھوم کر پڑھا جاتا ہے۔ یہ صرف سلام ہی نہیں بلکہ اس میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے ایک ایک عضو کی عظمت و رفعت کا ذکر والہانہ طور پر کیا گیا ہے۔ ایک

مؤمن کے ایمان کی حیات و بقا اور ضیا و جلا کے لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں جو لازمی اعتقاد ہیں، وہ تمام کے تمام حضور اقدس شہنشاہ کونین، جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صفات، خصائص کبریٰ، مدارج عالیہ، مراتب رفیعہ، درجاتِ عظیمہ، اوصافِ جمیلہ، حسنِ لطیفہ، مناصبِ بدیعہ، اعجازِ قاہرہ، وقارِ مخصوصہ، اور معجزاتِ اعتلایہ کے طور پر ایمان کے موتیوں کی لڑی کی شکل میں نظم بند کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پورا اسلام فن و ادب کی تمام صناعات کا گنجینہ محسوس ہوتا ہے۔ ایک سوا کہتر (۱۷۱) اشعار پر مشتمل یہ سلام ہر مؤمن کے دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔ اس سلام نے اردو ادب اور فن شاعری کا سراونچا کر دیا ہے کیونکہ جس بحر میں یہ سلام نظم کیا گیا ہے اُس بحر سے غالباً اس سے قبل اردو شاعری نا آشنا تھی۔

حضرت رضا بریلوی نے ”لاکھوں سلام“ کے علاوہ ”کروروں درود“ والا جو قصیدہ مرتب فرمایا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اوراقِ سابقہ میں قصیدہٴ مرصعہ کے عنوان کے تحت اس قصیدہ کے تعلق سے مختصر گفتگو کی گئی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفرِ معراج کے ذکر میں جس انداز سے طبع آزمائی فرمائی ہے اس کی نظیر اردو نعتیہ شاعری میں نہیں۔ ”تہنیتِ شادی اسرا“ کے نام سے حضرت رضا بریلوی کا منظوم معراج نامہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضا بریلوی نے شبِ معراج کے پُر کیف سماں کی عشق کی وارفتگی کے ساتھ جو منظر نگاری کی ہے اور فن و ادب کو تمام محاسن اور صناعات کے ساتھ جس خوش اسلوبی سے نکھارا ہے، اُسے دیکھ کر بڑے سے بڑا ادیب بھی متحیر ہے۔ اندازِ بیان اتنا دلکش ہے کہ معراج کا منظر نظروں کے سامنے ابھر آیا ہو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ زبان کی حلاوت و لطافت کا یہ عالم ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوں زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے اس قصیدہٴ معراج کو سن کر اردو کے نامور شاعروں اور ادیبوں نے اپنے سر نیاز خم کئے ہیں۔

☆ حضرت محسن کا کوری نے ایک قصیدہ معراج کے بیان میں نظم فرمایا تھا۔ آپ اپنا وہ



قصیدہ سنانے کے لئے حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن انہوں نے حضرت رضا بریلوی کا قصیدہ معراج سماعت فرمایا تو اپنا قصیدہ جیب میں رکھ لیا اور عرض کیا کہ یہ قصیدہ سننے کے بعد اب میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

✽ حضور محدث اعظم ہند، سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی محفل میں حضرت رضا کا قصیدہ معراج سنایا تو اس کے کیف و سرور میں تمام حاضرین جھومنے لگے اور تمام نے یک زبان اعتراف کیا کہ اس کی زبان کوثر میں ڈھلی ہوئی ہے۔

المختصر! حضرت رضا بریلوی نے شاعری کی تمام اصناف کو ایک نیا حسن اور رعنائی بخشی ہے۔ اردو کا کوئی بھی نعت گو شاعر معلومات دیدیہ کی وسعت، شریعت مطہرہ کے اسرار و رموز کی اطلاع، کتاب و سنت کے علوم و نکات کی شناسائی، اور فضل و کمال کے نو ادوات و ندرت میں حضرت رضا کے مقابلے میں طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ نعت گوئی کی راہ میں پاس شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حزم و احتیاط کی باکمال شان دکھاتے ہوئے اور ہوش و جوش کا توازن برقرار رکھتے ہوئے حضرت رضا بریلوی نے فن و ادب کے جو نادر نمونے اور تحفے اردو شاعری کو عطا فرما کر اردو شاعری پر جو احسان کیے ہیں، رہتی دنیا تک دنیائے اردو ادب آپ کی مرہون منت رہے گی۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان جیسے بلند مقام نعت گو کی شاعری پر خامہ آرائی کرنا اور آپ کے کلام کے محاسن کو احاطہ تحریر میں لانا مجھ جیسے اردو زبان کے ابجد خواں کہ جس کو اپنی بے مائیگی اور بے بضاعتی کا پورا احساس و اعتراف ہے، کچھ لکھنا استطاعت و بساط سے خارج ہے۔ راقم الحروف کا یہ مضمون حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر حرف آخر نہیں بلکہ حرف اول ہے اور اہل علم و ادب کو دعوتِ فکر و ترغیب ہے کہ حضرت رضا بریلوی کے کلام کے بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کر کے عشق و ادب کے بیش بہا موتیوں کو ڈھونڈھ نکالیں اور ان موتیوں کو صفحہ قرطاس میں جڑ دیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اہل علم و ادب اگر بنظر عمیق

حضرت رضا بریلوی کے دیوان کا مطالعہ اور معائنہ فرمائیں گے تو ان کی زبانِ انصاف سے بے ساختہ یہی فیصلہ سننے میں آئے گا کہ:-

■ مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

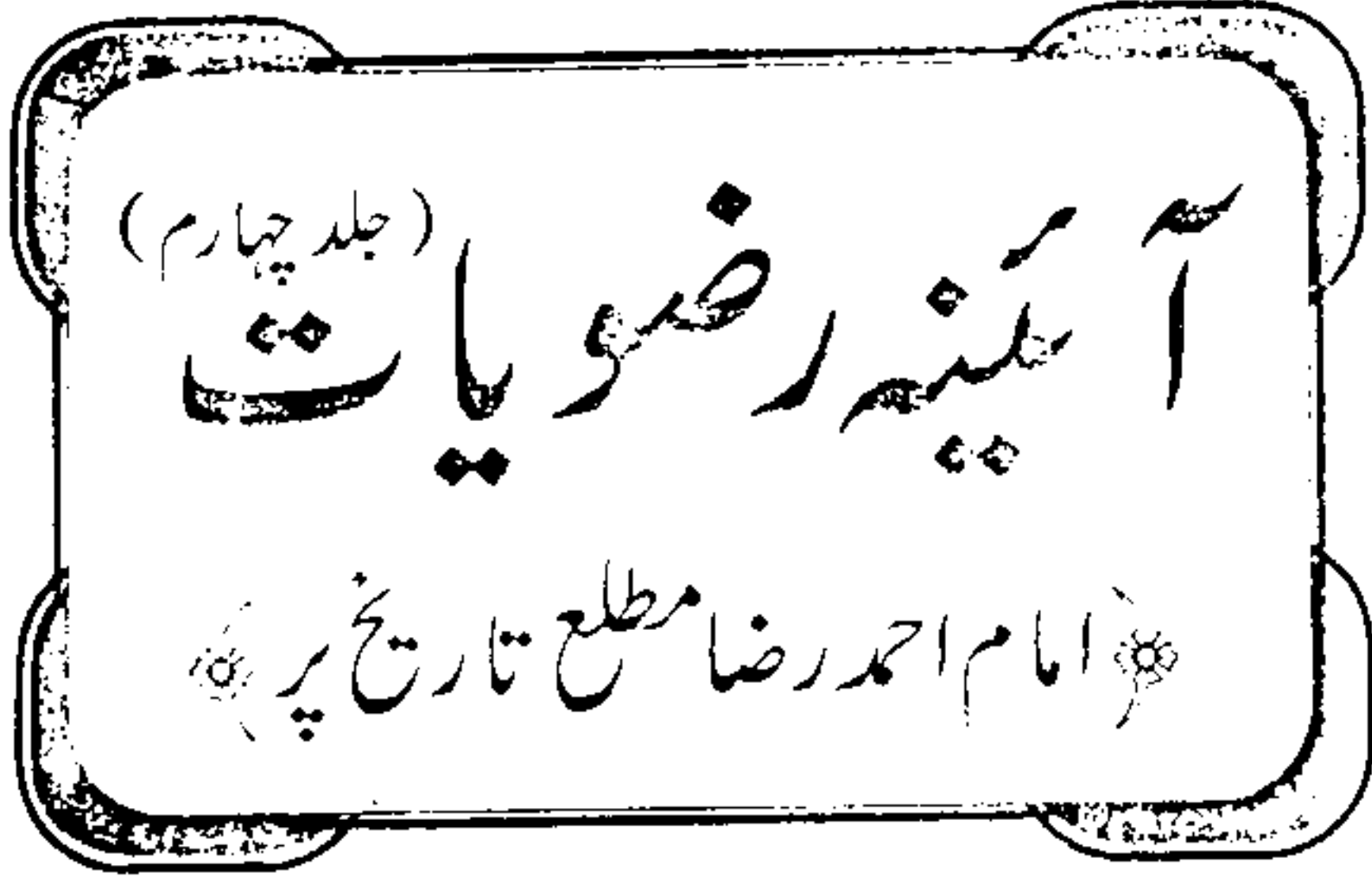
جس سمت آگئے ہو، سکتے بٹھا دیئے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس سچے عاشق کے دل

میں عشقِ رسول کا جو سمندر جوش زن تھا اس کی کچھ لہریں ہم کو بھی عطا فرمائے۔

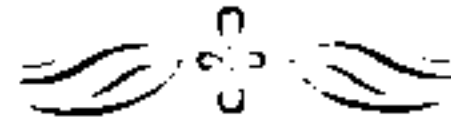
آمین





آئینہ رضویات  
(جلد چہارم)

امام احمد رضا مطبع تاریخ پریس



از

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم اے، پی ایچ ڈی

اعزاز فضیلت

مرتب

محمد عبدالستار طاہر

ناشر

ادارہ تحقیقات اہل علم احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان

25 جاپان مینشن، رضا چوک، ریگل صدر، کراچی، فون: 021-7725150

فیکس: 021-7732369. E.mail: marifraza@hotmail.com

Marfat.com

Marfat.com

امام احمد رضا

اور

علم صوتیات



از

ڈاکٹر محمد مالک



ادارہ تحقیقات اہم احمد رضا انٹرنیشنل پاکستان

25 جاپان مینشن، رضا چوک، ریگل صدر، کراچی، فون: 021-7725150

فیکس: 021-7732369 E mail: marifraza@hotmail.com

Marfat.com

Marfat.com

